بسم اللہ الرحمن الرحیم

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا

التبیان العظیم

فی تفسیر

سورۃ التحریم

مجموعہ دروس

امام اہلسنت غزالی زماں رازی دوراں

علامہ حضرت سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

بانی و شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان

سابق صدر شعبہ اسلامیات، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

ناشر کاظمی پبلی کیشنز

جامعہ اسلامیہ انوار العلوم ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا

التبیان العظیم

فی تفسیر

سُورۃ التحریم

مجموعۂ دروس

امام اہلسنّت غزالی زماں رازیٔ دوراں

حضرت علامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

بانی و شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان

صدر شعبہ اسلامیات، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

ناشر کاظمی پبلی کیشنز

جامعہ اسلامیہ انوار العلوم ملتان

نام کتاب	التبیان العظیم فی تفسیر سورۃ التحریم
مجموعہ دروس	غزالیٔ زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مُرتّبہ	سید آلِ شاہد معینی
نظرِ ثانی	پروفیسر علامہ حبیب اللہ سعیدی چشتی حافظ محمد عبد الرزاق نقشبندی
بتعاون	بزمِ معینیہ انوارِ سعید
مطبع	رفیع بشیر پرنٹنگ پریس پرانی غلہ منڈی ملتان
بار	دوم
ہدیہ	لائبریری ایڈیشن -/240 روپے عوامی ایڈیشن -/180 روپے
سنِ اشاعت	2008ء
کمپوزنگ	الحمد کمپوزنگ سنٹر گلستان مارکیٹ عثمان آباد روڈ نزد عثمانیہ مسجد ملتان
بائنڈنگ	بھٹی بک بائنڈنگ ہاؤس، پرانی غلہ منڈی ملتان، پروپرائیٹر: شاکر

☆ کتاب ملنے کا پتہ ☆

سید آلِ شاہد معینی، 144A/B-III مسکنِ معینی، خرم کالونی، مسلم ٹاؤن، راولپنڈی
Ph: No. 051-4471721 sasmoini@hotmail.com

مکتبہ مہریہ کاظمیہ متصل جامعہ اسلامیہ انوار العلوم، ملتان

ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

فرید بک سٹال، ۳۸، اردو بازار، لاہور

مکتبۃ المدینہ، اندرون بوہڑ گیٹ، ملتان

کتب خانہ حاجی مشتاق احمد، اندرون بوہڑ گیٹ، ملتان

کتاب خانہ حاجی نیاز احمد، بوہڑ گیٹ، ملتان

المدینہ کتب خانہ بالمقابل اے سی آفس علی پور مظفر گڑھ

مکتبہ حسنیہ، نزد سبزی منڈی، بہاولپور

احمد بک کارپوریشن، اِقبال روڈ، نزد کمیٹی چوک، راولپنڈی

اِسلامک بک کارپوریشن، فضل داد پلازہ، اقبال روڈ، نزد کمیٹی چوک، راولپنڈی

فہرست عنوانات

نمبر شمار			صفحہ نمبر
۱۔	ڈاکٹر صاحب کے خط کا خلاصہ	(الدرس الاول)	۲۱
۲۔	جواب بالاختصار		۲۴
۳۔	ازواجِ مطہرات کی رضاجوئی اور اپنی خواہشِ نفس		۲۴
۴۔	اعتراض	(الدرس الثانی)	۲۷
۵۔	اس کا جواب		۲۸
۶۔	الھویٰ سے مراد		۲۸
۷۔	کسی غیر نبی کی خواہش کا وحیِ الٰہی ہونا ممکن ہے		۲۸
۸۔	شانِ نزول		۳۰
۹۔	روایت اول		۳۱
۱۰۔	روایتِ ثانی		۳۲
۱۱۔	پیشینگوئی خلافتِ شیخین		۳۳
۱۲۔	اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا		۳۴
۱۳۔	روایت ابن عباس		۳۴
۱۴۔	مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّار		۳۵
۱۵۔	رسول اللہ ﷺ کی محبت	(الدرس الثالث)	۳۶
۱۶۔	غیرت کے معنی		۳۸
۱۷۔	محبتِ رسول کی حقیقت		۴۰
۱۸۔	خلافِ واقعہ کا حضور ﷺ کی طرف منسوب کرنا		۴۰
۱۹۔	میرے نزدیک صحیح جواب		۴۱
۲۰۔	ازواجِ مطہرات کی خوشنودی کو طلب کرنا		۴۳
۲۱۔	اللہ کی حلال کردہ چیز کو حرام کرنا حکم کی نفی ہے یا نہیں؟	(الدرس الرابع)	۴۴
۲۲۔	آیت کا مطلب		۴۷

نمبرشمار | فہرست عنوانات | صفحہ نمبر

۲۳۔ کسی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کرنا یہ گویا ایک قسم کی یمین ہے ۴۸
۲۴۔ فَرَض بمعنی شَرَعَ ۴۸
۲۵۔ قسموں کے حلال ہونے کا طریقہ ۴۹
۲۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارہ دیا یا نہیں دیا؟ ۴۹
۲۷۔ غیرت کے معنی (الدرس الخامس) ۵۲
۲۸۔ سیدی شرف الدین بوعلی قلندر پانی پتی رحمة الله علیه کے اشعار ۵۳
۲۹۔ غیرت کمالِ محبت پر مبنی ۵۵
۳۰۔ کمالِ محبتِ رسول حقیقتِ ایمان ۵۵
۳۱۔ مخاطبت میں عظمت کا اظہار ۵۶
۳۲۔ مخلوق کے لیے النَّبی سے بڑھ کر تو کوئی عزت کا لفظ جہان میں نہیں ۵۶
۳۳۔ قرآن کریم میں رسول کریم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عتاب کا مسئلہ ۵۷
۳۴۔ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ کا رخ ازواجِ مطہرات کی طرف (الدرس السادس) ۶۰
۳۵۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچنا یا پہنچانا ۶۱
۳۶۔ صیغہ مخاطبت کے استعمال میں فرق ۶۴
۳۷۔ ازواجِ مطہرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچائی یا نہیں؟ (الدرس السابع) ۶۸
۳۸۔ محبتِ رسول سے بڑھ کر کوئی نیکی ہے؟ ۷۰
۳۹۔ دو عورتیں جن کا ذکر اس موقع پر آیا ۷۱
۴۰۔ ازواجِ مطہرات کو توبہ کرنے، اللہ کی طرف رجوع کرنے کا حکم ۷۱
۴۱۔ ایک طرف کو مائل ہونے کا مطلب ۷۲
۴۲۔ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰہُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ بَعْدَ ذٰلِکَ ظَھِیْرٌ ۷۵
۴۳۔ جب اللہ مددگار ہے تو کسی اور کے مددگار ہونے کی ضرورت ۷۶
۴۴۔ طرزِ تخاطب (الدرس الثامن) ۷۸

فہرست عنوانات

نمبر شمار | صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوان		صفحہ نمبر
۴۵۔	عتاب عتاب میں فرق		۸۱
۴۶۔	غزوۂ تبوک کا موقع		۸۲
۴۷۔	حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ		۸۵
۴۸۔	یُزَکّی کا فاعل		۸۶
۴۹۔	عتاب نہیں تو محبت نہیں		۸۹
۵۰۔	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج تمام جہان کی عورتوں میں بے مثل	(الدرس التاسع)	۹۲
۵۱۔	اللہ کے رسول کو قصداً تکلیف پہنچانا کفر ہے		۹۵
۵۲۔	مسئلہ استعانت		۹۷
۵۳۔	ہر کمال کے بہت سے مراتب	(الدرس العاشر)	۱۰۰
۵۴۔	عورتوں میں بے مثال عورتیں		۱۰۳
۵۵۔	سب سے زیادہ دشمنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے		۱۰۳
۵۶۔	اللہ کے نزدیک یہ اتنی بڑی بات		۱۰۵
۵۷۔	یہاں جو تنبیہ فرمائی		۱۰۵
۵۸۔	سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سات اولادیں		۱۰۶
۵۹۔	حیاتِ دنیا کی زینت		۱۰۸
۶۰۔	اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا		۱۰۸
۶۱۔	نسبتِ رسول	(الدرس الحادی عشر)	۱۰۹
۶۲۔	حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری جان کے مالک		۱۱۴
۶۳۔	اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ		۱۱۴
۶۴۔	ملکِ حقیقی اور ملکِ مجازی		۱۱۵
۶۵۔	رسول کو ایذاء پہنچانے والا جہنمی		۱۱۷
۶۶۔	حضور تاجدار مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمۃ الزہرا کے متعلق فرمایا		۱۱۸

نمبرشمار | فهرست عنوانات | صفحہ نمبر

٦٧۔ اہل البیت سے مراد اصل میں سرکارِ دوعالم ﷺ کی ازواجِ مطہرات ١٢٠

٦٨۔ سرکارِ دوعالم ﷺ کی دعا سے علی مرتضیٰ، فاطمة الزهرا اور حسنین کریمین علیهم السلام بھی اہلِ بیت میں شامل ہیں ١٢١

٦٩۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما کی حدیث (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے) ١٢٢

٧٠۔ پورے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کا اعلان فرمایا (الدرس الثانی عشر) ١٢٥

٧١۔ کسی کے محبوب کی اگر کوئی غلطی اور عیب نکالنا ہو تو محبّ کے کلام میں وہ عیب نکلے گا یا اُس کے دشمن کے کلام میں وہ عیب نکلے گا؟ ١٢٩

٧٢۔ فتنہ منافقین ١٢٩

٧٣۔ کافر، منافق سب مردے ہیں اور ہر مؤمن زندہ ١٣١

٧٤۔ محبوب کے کلام میں تو محبوب کی تعریف ہی ملے گی ١٣١

٧٥۔ حکایتِ حالِ ماضیہ (الدرس الثالث عشر) ١٣٤

٧٦۔ متکلم اپنے فعل کو جو ماضی میں ہوا حکایتِ حالِ ماضیہ کے طور پر بصیغہ مضارع حکایت فرماتا ہے ١٣٤

٧٧۔ أحَلَّ یہ ماضی کا صیغہ ہے اور تُحَرِّمُ مضارع کا صیغہ ١٣٥

٧٨۔ عفو کے معنی ١٣٦

٧٩۔ صیغہ کے استعمال میں غور کرنے کی بات ١٣٧

٨٠۔ یہ استفہام فعلِ تحریم سے متعلق نہیں بلکہ فعلِ تحریم کے نتیجہ سے متعلق ١٣٨

٨١۔ رسول کی رافت اور رحمت ١٤٠

٨٢۔ کسی فعل کی حرمت نازل ہونے سے قبل اس فعل کا کیا جانا جائز ہے ١٤٢

٨٣۔ حضور علیه الصلوٰة والسلام نے مغفرت کی دعا کیوں فرمائی؟ ١٤٣

٨٤۔ کسی چیز کی خصوصیت اللہ اور اس کے رسول کے چاہنے سے بدل جاتی ہے ١٤٤

٨٥۔ ایک ہزار افراد کے مسلمان ہونے کی بشارت ١٤٦

٨٦۔ نمازِ جنازہ میں اپنوں کے لیے دعائے مغفرت ١٤٧

نمبر شمار | فہرست عنوانات | صفحہ نمبر

۸۷۔	مسئلہ	۱۴۸
۸۸۔	اللہ کا قانون ہے کہ گستاخِ رسول کو ضرور سزا دی جائے	۱۴۸
۸۹۔	رضائے حبیب کو نصب العین بناؤ (الدرس الرابع عشر)	۱۵۰
۹۰۔	حضور صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہیں تو دین ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم راضی نہیں تو کوئی دین نہیں	۱۵۲
۹۱۔	حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا	۱۵۲
۹۲۔	حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ واقعہ (غزوہ تبوک)	۱۵۳
۹۳۔	سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ واقعہ (غزوہ بدر)	۱۵۵
۹۴۔	صحابہ کی فضیلت کا کیا معیار	۱۵۵
۹۵۔	يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا	۱۵۸
۹۶۔	مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ (الدرس الخامس عشر)	۱۵۹
۹۷۔	يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ	۱۶۱
۹۸۔	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غیب جاننے سے منافقین کا انکار	۱۶۲
۹۹۔	تَوْبَةً نَّصُوْحًا خالص توبہ	۱۶۴
۱۰۰۔	اللہ اور رسول کے لئے خالص ہونے کے کیا معنی	۱۶۵
۱۰۱۔	نصیحت کا مفہوم	۱۶۵
۱۰۲۔	خالص توبہ کا حال	۱۶۵
۱۰۳۔	وسیلہ اور سبب	۱۶۸
۱۰۴۔	ہم کس لئے تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم تَوْبَةً نَّصُوْحًا کرو (الدرس السادس عشر)	۱۷۰
۱۰۵۔	دنیا دار العمل ہے اور آخرت دار الجزا	۱۷۱
۱۰۶۔	عصمت انبیاء علیھم السلام کا خاصہ ہے اور حفاظت اولیاء کرام رضوان اللہ تعالی علیھم اجمعین کے لئے انعام خداوندی	۱۷۱
۱۰۷۔	اپنے برے اعمال پر خوف اور ندامت ایمان کا معیار	۱۷۲

نمبر شمار | فہرست عنوانات | صفحہ نمبر

۱۰۸۔	يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ (الدرس السابع عشر)	۱۷۶
۱۰۹۔	ابن ماجہ میں ایک زیادت	۱۷۸
۱۱۰۔	مقامِ محمود	۱۸۰
۱۱۱۔	يَحْمِدُهٗ أَهْلُ الْجَمْعِ كُلُّهُم	۱۸۰
۱۱۲۔	جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ (الدرس الثامن عشر)	۱۸۴
۱۱۳۔	کافر اور منافق سے جہاد میں فرق	۱۸۵
۱۱۴۔	کفر ظاہری چیز ہے اور نفاق باطنی چیز	۱۸۵
۱۱۵۔	کافروں اور منافقوں کے جہاد میں تفریق کیسے ممکن؟	۱۸۵
۱۱۶۔	حضور علیہ ﷺ کو منافقوں کی پہچان	۱۸۵
۱۱۷۔	منافق کو دیکھ کر حمارِ شریف کا پیشاب کرنا	۱۸۸
۱۱۸۔	حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّب	۱۸۹
۱۱۹۔	ایمان شرطِ اول (نسبت کے لئے)	۱۹۱
۱۲۰۔	امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ	۱۹۱
۱۲۱۔	ازواجِ انبیاء جنسی خیانت سے پاک ہیں	۱۹۲
۱۲۲۔	وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ	۱۹۵
۱۲۳۔	وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا	۱۹۶
۱۲۴۔	نوح اور لوط علیہم السلام کی بیویوں کا جہنمی ہونے اور حضور علیہ ﷺ کی ازواج کا بے مثال ہونے کا قرآن میں بیان موجود (الدرس التاسع عشر)	۲۰۲
۱۲۵۔	اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ	۲۰۲
۱۲۶۔	یہ قانون دنیا کے لئے نہیں یہ قانون آخرت کے لئے ہے	۲۰۳

عرضِ ناشر (طبع ثانی)

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کاظمی پبلی کیشنز کو ایک اور شرف حاصل ہو رہا ہے کہ غزالی زماں، رازی دوراں، امام اہلسنّت حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی نور اللہ مرقدہٗ کے مجموعہ دروس بنام التبیان العظیم فی تفسیر سورۃ التحریم کا دوسرا ایڈیشن شائع کر رہا ہے۔

سرمایۂ اہلسنّت حضرت صاحبزادہ سید آلِ شاہد صاحب معینی اجمیری مدظلہٗ بطور خاص ہدیۂ تبریک کے مستحق ہیں کہ سابقہ ایڈیشن کی طرح اس ایڈیشن کو بھی بہتر سے بہتر انداز میں منظرِ عام پر لانے کیلئے راقم الحروف فقیر سمیت کئی حضرات سے رابطہ کیا اور سابقہ ایڈیشن میں موجود تمام فروگزاشتوں کو حتی المقدور دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ کیونکہ تقریر کو تحریر میں لانا ویسے بھی ایک دشوار عمل ہوتا ہے اور پھر جب امام اہلسنّت جیسی عبقری شخصیت متکلم ہو تو ایسے کلام کو ضبط تحریر میں لانا یقیناً کارے دارد۔ بلاشبہ یہ غزالی زماں امام اہلسنّت سے ان کے قلبی و روحانی تعلق، والہانہ لگن اور بالخصوص افکار و تعلیماتِ غزالی زماں کے فروغ کیلئے آپ جو تڑپ رکھتے ہیں اس کا برملا اظہار ہے کہ انہوں نے پہلے کی طرح اس طباعت ثانی کے مالی اخراجات بھی خود برداشت کیے ہیں اور ادارہ کی سرپرستی فرمائی۔

اس مجموعہ کے آخری درس کا کچھ حصہ پہلے ایڈیشن میں طبع ہونے سے رہ گیا تھا، اسے بھی حاجی محمد شفیع صاحب کے صاحبزادے محمد یونس سعیدی سے حاصل کر کے شامل اشاعت کیا گیا ہے۔ آخر میں ایک طویل دُعا ہے۔ جو عالمی حالات پر گہری نظر اور آپ کے ملکی استحکام، اتحاد و یگانگت اور ملت کی ہمدردی کے لازوال جذبات کی عکاس ہے۔ اس اہمیت کے پیش نظر وہ دعائیہ الفاظ بھی نقل کر دیے گئے ہیں۔

اس ایڈیشن میں بھرپور سعی کی گئی ہے کہ حضرت غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو کو بلاکم و کاست پیش کیا جائے تاکہ قارئین آپ کے کلام کی چاشنی سے بھی محظوظ ہوں اور آپ کے تبحرِ علمی اور تعمق فکر کا ادراک بھی کر سکیں۔

ان شاء اللہ العزیز سورۃ الضحیٰ کے دروس بھی ادارہ جلد منظرِ عام پر لا رہا ہے۔

احباب سے گزارش ہے کہ کوشش کے باوجود پھر بھی بتقاضائے بشری کہیں کوتاہی سرزد ہو گئی ہو تو نشاندہی فرمائیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں اسے بہتر کیا جا سکے۔ شکریہ

فقیر حافظ محمد عبد الرزاق عُفی عنہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تعارفی کلمات

جگر گوشہ غزالی زماں امام اہلسنّت حضرت علامہ **سید ارشد سعید** کاظمی

شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ انوار العلوم ملتان

اس مجموعہ دروس بنام التبیان العظیم فی تفسیر سورہ تحریم کا دوسرا ایڈیشن آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ یہ مجموعہ 19 دروس پر مشتمل ہے۔ میرے عظیم المرتبت والد گرامی غزالی زماں امام اہلسنّت حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی نور اللہ مرقدہٗ کے یہ وہ دروس ہیں جو آپ نے اپنے کاشانہ مبارکہ سے متصل جامع مسجد شاداب کالونی میں اپنے وصال سے چند سال پہلے رمضان المبارک کی صبح میں ارشاد فرمائے۔

یہ سلسلہ کلام دراصل ایک نام نہاد ڈاکٹر کی ان مغالطہ آفرینیوں کا جواب ہے جس کا کہنا تھا کہ اگر ہم سرکارِ دو عالم ﷺ کے ہر قول وفعل کو وحی الٰہی مانیں تو پھر قرآن میں (معاذ اللہ) تضاد لازم آتا ہے۔

ان دروس میں آپ نے اس ڈاکٹر اور دیگر فرق باطلہ کی طرف سے قرآن کریم اور ناموس رسالت پر وارد کئے جانے والے اعتراضات کے نہ صرف مسکت جواب عطا فرمائے بلکہ مخالفین کی طرف سے بطور دلیل پیش کی جانے والی آیات سے ہی عظمت ورفعت سرکارِ دو عالم ﷺ کو ثابت کیا ہے اور دلائل وبراہین سے واضح کیا ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کا ہر فرمان عین وحی الٰہی ہے اور آپ کا ہر عمل اس کی عملی تفسیر ہے۔

اسی طرح ازواج مطہرات کی حرمت وتوقیر بالخصوص محبوبۂ محبوبِ خدا ام المؤمنین سیدہ طیبہ طاہرہ

حضرت عائشہ صدیقہ کی اولاد کی آرزو پوری نہ ہونے کے حوالے سے ہرزہ سرائی کرنے والے بدباطنوں کو منہ توڑ جواب دیتے ہوئے سیر حاصل بحث کی ہے اور قرآنی آیات سے ہی ثابت کیا ہے کہ انہوں نے تو اولاد و اسبابِ دنیا کی بجائے اس بات کو اختیار کیا کہ ہمیں اللہ چاہیے اور اللہ کا رسول چاہیے۔ بس!

گویا دورِ حاضر میں پیدا ہونے والے ان قلب و نظر کے اندھوں کے اعتراضات کے جوابات کا اللہ تعالیٰ نے چودہ سو سال پہلے اپنے کلام میں اہتمام فرما دیا ہے۔

امام اہلسنّت نے ایسے بیسیوں عقدہ ہائے لاینحل کی خوبصورت اور اس قدر آسان انداز میں تشریح فرمائی کہ نہ صرف حاضرین و سامعین محظوظ و مستفیض ہوتے بلکہ بڑے بڑے متکلم اور صاحب طرز، ادیب و خطیب انہیں ملاحظہ کر کے حیران و ششدر رہ جاتے ہیں۔

بلاشبہ امام اہلسنّت کے دروس و خطابات میں سوز رومی و جامی کے ساتھ ساتھ منطق رازی، فلسفہ غزالی، فقاہت حدیث بیہقی اور سلوک جنید بغدادی کا رنگ جھلکتا ہے۔ عشق مصطفوی میں آپ کی وارفتگی اور محویت کا یہ عالم تھا کہ سفر و حضر تو کیا بستر علالت پر بھی قال اللہ وقال الرسول کی صدائے حق بلند کئے بغیر قرار نہ آتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ آپ کے معالج خاص نے عرض کیا کہ حضور کاظمی صاحب برائے مہربانی اپنے لئے کچھ آرام و سکون کا سامان کیجئے۔ یعنی کچھ وقت اپنے آرام کیلئے نکالئے تو اس پر آپ نے فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب آپ خود فرمائیں کہ جسے سکون اور آرام قال اللہ وقال الرسول میں ملتا ہو وہ اس دنیاوی آرام سے کیسے لطف اندوز ہو سکتا ہے۔

جہاں آپ تشنگان علم و عمل کی پیاس بجھایا کرتے تھے اور درس و تدریس میں علم کے طلب گاروں کے دِل و دِماغ کے دریچے کھولا کرتے تھے وہاں آپ طالبان طریقت و معرفت کو چشمہ ہائے عرفان سے جام بھر بھر کر پلایا کرتے تھے۔ اور جہاں آپ کی زبان علم کی گتھیاں سلجھاتی اور لوگوں کے قلوب و اذہان میں عشق مصطفیٰ کا رس گھولتی وہاں آپ کی نظر پر تاثیر دِلوں کی کایا پلٹ دیا کرتی تھی، جس کی تصدیق اس زمانہ کے اکابر علماء و مشائخ اپنے اپنے حلقہ احباب میں کرتے رہتے ہیں۔ الغرض یہ کہ ان کی مجلس کی

بہاریں تمام حاضرین کو ان کے ظرف کے مطابق سیراب کیا کرتی تھیں۔ آپ کی ظاہری علمی کاوشوں اور روحانی توجہات نے بے شمار ایسے عظیم علماء اور مشائخ تیار کئے جن کے وجود سے گلشن ہستی میں کئی انجمنیں قائم ہیں۔ ہاں بجا طور پر کہا جا سکتا ہے

یک چراغیست دریں بزم کہ از پرتو او
ہر کجا مے نگرم انجمن ساختہ اند

حق کی سربلندی، ناموس رسالت کے تحفظ، ملت کی خدمت اور اہل اسلام کی خیر خواہی و رہنمائی کا جو جذبہ صادقہ اللہ جل جلالہ وعم نوالہ نے آپ کو ودیعت فرمایا تھا۔ حوادثات زمانہ کے باوجود نہ وہ سرد پڑا، نہ حوصلہ پست ہوا، نہ ہی لہجہ میں تبدیلی آئی بلکہ نقاہت وضعف اور پیرانہ سالی کے باوجود زندگی کے آخری ایام تک اپنے معمولات میں فرق نہ آنے دیا اور عشق ومحبت رسول کے فروغ کیلئے میسر آنے والا کوئی موقع ضائع نہ ہونے دیا جیسا کہ اس مجموعہ کے تیرھویں درس کے آغاز میں آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''میں اس وقت بہت سخت علیل ہوں، پھر بھی مجھے کچھ دوستوں کی پاس خاطر کی بناء پر اس وقت کچھ کلمات عرض کرنا ضروری محسوس ہوا۔ اس لئے میں حاضر ہوا ہوں، دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کلمۃ الحق زبان پر جاری رکھے۔''

آپ کا تصور ذہن میں آتے ہی زبان پر بے اختیار آ جاتا ہے۔

کوئی تصویر نہ ابھری تیری تصویر کے بعد
ذہن خالی ہی رہا کاسئہ سائل کی طرح

بہر حال یہ دروس میری چھوٹی ہمشیرہ مرحومہ کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے خود یہ کیسٹ سے نقل کئے اور اپنی انتہائی علالت، بیماری اور تکلیف کے باوجود اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا اور جب وہ بیماری کے اس درجہ تک پہنچ چکی تھیں کہ داعی اجل کو لبیک کہنا چاہتی تھیں تب ان کی اس والہانہ خواہش کی تکمیل ہوئی کہ یہ مجموعہ دروس التبیان العظیم چھپ کر ان کے ہاتھوں میں آیا۔ اس وقت پر ان سے خوشی

اور مسرت کا اظہار اس انداز پر ہوتا تھا کہ گویا اس وقت انہیں اپنی تکلیف کا کوئی احساس ہی نہیں، جبکہ اس وقت انہیں کینسر کے بھیانک مرض نے مکمل طور پر جکڑ لیا تھا اور وہ اس کے انتہائی تکلیف دہ طریقہ ہائے علاج سے گزر رہی تھیں۔ اس کے باوجود التبیان العظیم کا منظر عام پر آ جانا دراصل ثمرہ تھا اس بے پناہ محبت کا جو عقیدتوں سے لبریز تھی جو انہیں اپنے والد گرامی اور مرشد برحق سے تھی اور اس پر مزید سہاگہ یہ کہ ان کے شوہر باصفا حضرت صاحبزادہ دیوان سید آل شاہد صاحب معینی اجمیری زید مجدہٗ نے بھی اپنی تمام تر توجہ اور کوشش ان دروس کو منظر عام پر لانے اور لوگوں تک پہنچانے میں اس لئے صرف کر دی کہ انہیں اپنی پاکیزہ بیوی کی اس پاکیزہ اور روحانی خواہش کو پورا کرنا تھا اور انہوں نے بالآخر اسے چھپوا کر اپنی رفیقہ حیات کے ہاتھوں میں تھما دیا اور یہ کام ان کے اپنے لئے بھی یقیناً ایک اعزاز تھا اور یہ ایڈیشن بھی انہیں کی کاوشوں کا مرہون منت ہے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمشیرہ صاحبہ کے درجات مزید بلند فرمائے۔ ان کے بچوں کی حفاظت فرمائے۔ حضرت صاحبزادہ سید آل شاہد صاحب معینی اجمیری کے خدمت دین متین کے اس جذبے کو ہمیشہ سلامت رکھے اور ان کے علم و عمل اور عمر میں برکت فرمائے اور ان کا سایہ اپنے بچوں پر تادیر قائم رکھے۔ آمین

فقط

سید ارشد سعید کاظمی عفی عنہ

خادم الحدیث جامعہ اسلامیہ انوار العلوم ملتان

تقدیم

غزالی زماں رازی دوراں امام اہلسنّت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کا نام عالم اسلام کے لئے محتاجِ تعارف نہیں۔ بلاشبہ وہ فکر رازی کے امین اور سوز رومی کے قسیم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں علم و دانش کا مقتدا بھی بنایا تھا اور عشق و معرفت کا امام بھی۔ ان کے روشن کئے ہوئے چراغ تا قیامت گمراہیوں اور ضلالتوں کی شبِ دیجور کو کافور کرتے رہیں گے فیاضِ ازل نے انھیں اپنی اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی دولت بڑی فراوانی سے عطا فرمائی تھی۔ وہ اُس علم و آگہی کو جہالت سے تعبیر فرماتے تھے جو محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آگ کو تیز سے تیز تر نہ کرے۔ اُن کے نزدیک علم و ادب کا منتہا اور عشق و معرفت کا کمال دلوں میں محبت الٰہی کے چراغ جلانا اور عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع کو تیز تر کرنا تھا۔ اُن کے نزدیک ہر حدیث رخ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا قصیدہ گاتی اور ہر آیت عظمتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترانے الاپتی تھی

ماہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
الا احدیث یار کہ تکرار می کنیم

وہ عشق و محبت کے انہی راز داروں میں سے تھے جن کے نزدیک قرآنِ مجید فرقانِ حمید کی ہر شد اور مد جمالِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نغمے سناتی ہیں

نظر والوں کو آتی ہے نظر ہر آیہ قرآن
تمھارے مصحفِ رخ کا قصیدہ یا رسول اللہ

ان کی تقریر سامعین کے قلب ونظر میں نئی زندگی کی روح پھونکتی تھی اور اُن کی تحریر کی جامعیت اور حسنِ بیان الجھی گتھیوں کو سلجھا دیتی تھی۔

زیرِ نظر کتاب ''التبیان العظیم فی تفسیر سورۃ التحریم'' حضرت غزالیِ زماں رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے بلکہ یہ اُن کے دروسِ قرآن کی ایک کتابی شکل ہے جو حضرت نے ماہِ رمضان المبارک میں ارشاد فرمائے تھے۔

یہ درست ہے کہ تحریر اور تقریر کا انداز مختلف ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت غزالیِ زماں رحمۃ اللہ علیہ کو جو بے پناہ صلاحیتیں عطا فرمائی تھی آپ کے یہ دروس بھی اُن کا منہ بولتا شہکار ہیں یہ ہے تو تقریر لیکن تحریر کی تمام تر خوبیوں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے۔

سورۃ التحریم کی تفسیر میں بہت سے مفسر بھی عجیب و غریب اشکالات کا شکار ہوئے اور عصمتِ نبوت کے منافی بہت سے اقوال بھی کر گئے لیکن حضرت کی یہ تفسیر پڑھیئے تو دل فرطِ طرب سے مچل اٹھے گا

اور ایک ایک جملہ عظمتِ مصطفےٰ ﷺ کے قصیدے سناتا ہوا نظر آئے گا عظمتِ الٰہی کا نقش بھی دل میں ثبت ہوگا عظمتِ مصطفےٰ ﷺ کی حلاوتیں بھی دلوں میں خیمہ زن ہوں گی اور ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن کی عقیدتوں کے چراغ بھی روشن سے روشن تر ہوں گے۔

حضرت کی اس تفسیر میں اہل بیت رسول ﷺ کی وضاحت بھی ملے گی آپ کی آلِ پاک کا تذکرہ بھی، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین سے محبت کا اظہار بھی۔ اس تفسیر میں بہت سے ایسے مسائل کی وضاحت بھی ہے جو امت میں اختلاف کی وجہ بنے ہوئے ہیں۔ فہرست دیکھنے سے اس میں بیان فرمودہ مباحث کا بخوبی اندازہ ہو جائے گا۔

حضرت کی بیان فرمودہ تفسیر کو پڑھ کر آپ کو یقینِ کامل ہو جائے گا کہ علم صرف الفاظ کی مالا رولنے کا نام نہیں ہے بلکہ ایک نور ہے جو اہلِ تقویٰ اور صالحین کے دلوں پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی جناب سے نازل ہوتا ہے۔

اگر حضرت کے علمی ورثہ کو منظر عام پر لایا جائے اور ان کی تقاریر کو کتابی شکل میں مدون کر دیا جائے تو بلا شبہ یہ صرف اہلسنّت کی ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کی ایک بہت بڑی خدمت ہوگی اور بہت سے راستہ بھٹکنے والوں کو منزلِ مقصود مل جائے گی اور حضرت کی روح کے اطمینان میں اضافہ ہوگا۔

اس قدر ہوگی ترنم آفریں بادِ بہار
نکہتِ خوابیدہ غنچے کی نوا ہو جائے گی
شبنم افشانی میری پیدا کرے گی سوز و ساز
اس چمن کی ہر کلی درد آشنا ہو جائے گی

اس ساری کاوش کو رنگ لانے کا اصل سہرا حاجی شفیع عمری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سر ہے جن کی محبت کی وجہ سے یہ کیسٹ ہمیں حاصل ہوئے جو حضرت غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ کے فرمانے پر انہوں نے جمع کیے اور حضرت کی اہلیہ کے حکم پر آپ کی چھوٹی صاحبزادی کو بصد شوق عطا کیے اللہ تعالیٰ حاجی صاحب کی قبر کو جنت کا باغ بنا دے اور اُن کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے آمین بحرمت نبیک الکریم ﷺ۔

نوٹ: چونکہ یہ کتاب دروس کے سمعی کیسٹ سن کر مرتب کی گئی ہے لہٰذا اس میں اگر کوئی تسامح نظر آئے تو وہ مؤلف کی طرف منسوب کیا جائے اور ہمیں مطلع کیا جائے تا کہ اس کی تصحیح کی جا سکے۔

سید آلِ شاہد معینی عفی عنہٗ

انتساب

یہ مجموعہ دروس حضرت غزالی زماں کی سب سے چھوٹی صاحبزادی نے جمع کیا اور اس

کو اپنی والدہ محترمہ کی طرف سے ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن اجمعین

اور بالخصوص

ام المؤمنین حضرت **خدیجۃ الکبریٰ** رضی اللہ تعالیٰ عنھا

کی طرف منسوب کیا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ سے التجا ہے کہ وہ اپنی جنابِ خاص سے سرکارِ دو عالم ﷺ کے طفیل اور صدقہ میں حضرت غزالی زماں اور آپ کی اہلیہ رحمھما اللہ علیھما کو اپنے پیارے حبیب کا قرب خاص نصیب فرمائے اور آپ کے چاہنے والوں کو ہدایت کی راہ پر قائم رکھے۔ آمین

مجموعة دروس

التبيان العظيم

في تفسير

سورة التحريم

سورة التحريم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ نہایت رحمت والے بے حد رحم فرمانے والے کے نام سے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۭ

اے نبی (کریم) آپ (قسم کھا کر اپنے اوپر) اس چیز کو کیوں حرام قرار دیتے ہیں جسے اللہ نے آپ کے لئے حلال فرمایا، آپ (ازراہِ شفقت) بیویوں کی رضا جوئی فرماتے ہیں،

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ① قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ

اور اللہ بخشنے والا بے حد رحم فرمانیوالا ہے۔ (اے ایمان والو) بیشک اللہ نے تمہارے لئے تمہاری قسموں کا کھولنا مقرر فرمادیا اور اللہ

مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ② وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ

تمہارا مددگار ہے اور وہ بہت جاننے والا بڑی حکمت والا ہے اور جب نبی نے اپنی کسی بیوی سے ایک راز

اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ

کی بات فرمائی پھر جب وہ اس کا ذکر کر بیٹھیں اور اللہ نے نبی پر اس کا اظہار فرمادیا تو نبی نے انہیں کچھ بتادیا

وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ۭ

اور کچھ بتانے سے اعراض فرمایا، پھر جب نبی نے انہیں اس کی خبر دی تو وہ بولیں آپ کو کس نے بتایا،

قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ③ اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ

نبی نے فرمایا مجھے علم والے نہایت خبردار نے بتایا۔ اگر تم دونوں اللہ کی طرف رجوع کرلو (تو بہتر ہے) کیونکہ تمہارے دل (راہِ اعتدال سے کچھ) ہٹ گئے ہیں،

وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ

اور اگر نبی کے مقابلہ میں تم دونوں ایک دوسرے کی معاونت کرتی رہیں تو یقیناً اللہ اُن کا مددگار ہے اور جبرائیل اور نیک بخت

الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ④ عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ

مسلمان اور اس کے بعد اس کے فرشتے بھی (اُن کے) مددگار ہیں۔ اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں تو بعید نہیں

أَن يُبْدِلَهٗۤ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ

کہ اُن کا رب بدل دے اُن کیلئے تم سے بہتر بیویاں فرمانبردار، ایماندار، باادب،

تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّأَبْكَارًا ۝٥ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا

توبہ شعار، عبادت گزار، روزہ دار، شوہر دیدہ اور (بعض) کنواری اے ایمان والو!

قُوٓا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَّقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا

بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جن پر

مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَآ أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ

تُند خو طاقتور فرشتے (مقرر) ہیں وہ اللہ کا کوئی حکم نہیں ٹالتے اور وہی کام کرتے ہیں

مَا يُؤْمَرُونَ ۝٦ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ۖ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ

جس کا انہیں حکم ہو۔ اے کافرو! آج کوئی عذر پیش نہ کرو تمہیں اسی کا بدلہ دیا جائے گا

مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝٧ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا تُوبُوٓا إِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا ۖ

جو تم کرتے تھے۔ اے ایمان والو! اللہ کی طرف صاف دل سے خالص توبہ کرلو

عَسٰى رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِي

بعید نہیں کہ تمہارا رب تمہارے گناہ تم سے دور کردے اور تمہیں باغوں میں داخل کرے جن کے

مِن تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا

نیچے نہریں جاری ہیں جس دن اللہ رسوا نہ کرے گا (اپنے) نبی کو اور اُن لوگوں کو جو اُن کے ساتھ

مَعَهٗ ۖ نُورُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمٰنِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَآ

ایمان لائے دوڑتا ہوگا اُن کا نور اُن کے آگے اور اُن کے دائیں عرض کرتے ہوں گے اے ہمارے رب

أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۖ إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝٨ يٰٓأَيُّهَا

ہمارا نور ہمارے لئے پورا فرمادے اور ہمیں بخش دے بے شک تو جو چاہے اُس پر قادر ہے۔ اے

النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ
نبی جہاد کیجیے کافروں اور منافقوں سے اور اُن پر سختی فرمائیے اور اُن کا ٹھکانا

جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿۹﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوا
جہنم ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے اللہ نے کافروں کے لئے مثال بیان فرمائی

امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ
نوح کی عورت اور لوط کی عورت کی وہ نکاح میں تھیں

عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ
ہمارے (خاص متقرب) دو صالح بندوں کے پھر انہوں نے (دین کے معاملے میں) اُن سے خیانت کی تو وہ اللہ کے مقابلے میں انہیں کسی شئے سے نہ

شَیْئًا وَّقِیْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِیْنَ ﴿۱۰﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا
بچا سکے اور حکم دے دیا گیا کہ تم دونوں (عورتیں) داخل ہونے والوں کے ساتھ جہنم میں داخل ہو جاؤ اور اللہ نے مثال بیان فرمائی ہے

لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ
ایمان والوں کے لئے، فرعون کی بیوی کی جب اُس نے عرض کی کہ اے میرے رب میرے لئے اپنے پاس

بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ وَنَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ
جنت میں گھر بنا دے اور مجھے بچا لے فرعون سے اور اس کے عمل سے اور مجھے نجات دے دے ظالم

الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۱﴾ وَمَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِیْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهِ
لوگوں سے۔ اور عمران کی بیٹی مریم (کی مثال بھی) جس نے اپنی عفت کی (ہر طرح) حفاظت کی ہم نے (بواسطہ جبرائیل اس کے) چاکِ گریباں میں

مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِیْنَ ﴿۱۲﴾ ع
اپنی (طرف سے) روح پھونک دی اور اُس نے اپنے رب کی باتوں اور اُس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ (باادب) اطاعت گزاروں میں سے تھی۔

الدرس الاول

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ①

صدق الله مولانا العلى العظيم وصدق رسوله النبى الامين ونحن على ذلک لمن الشاهدين والشاكرين والحمدلله رب العالمين○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى اِحْسَانِهٖ آج رمضان المبارک کی دوسری تاریخ ہے، ہفتے کا دن ہے، ہم سب روزے سے ہیں، اللہ تعالیٰ سارے رمضان کے روزے اسی طرح پورے کروادے۔ وما ذالک على الله بعزيز

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَمَلْجَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

عزیزانِ محترم! سورۃ التحریم کی میں نے آیت پڑھی اس کی وجہ یہ ہے کہ ابھی کل پرسوں کی بات ہے کہ یہاں پاکستان میں کوئی بہت بڑا علمی ریسرچ کا ادارہ ہے اس کے سربراہ کوئی ڈاکٹر ہیں انہوں نے تین آیتوں کے بارے میں اپنے خدشات کا اظہار کیا اور انہوں نے یہ ثابت کرنا چاہا کہ قرآن شریف کی یہ تینوں آیتیں آپس میں متعارض ہیں اور ایک آیت دوسری آیت کے خلاف ہے تو اس سلسلے میں ان کو تو بہت مختصر الفاظ میں جواب لکھنا پڑے گا لیکن میری طبیعت نے یہ تقاضا کیا کہ اس قسم کی باتیں جب اس زمانے کی اصطلاح کے مطابق بڑے بڑے محققین کے دماغوں میں سما جاتی ہیں تو پھر عام لوگوں کا کیا کہنا ہے اور بہت ممکن ہے کہ عامۃ الناس جو تھوڑا علم رکھتے ہیں وہ اِن شکوک وشبہات کا شکار ہو جائیں اور دولتِ ایمان سے محروم ہو جائیں۔ اللہ محفوظ رکھے۔ میں تو اللہ تعالیٰ سے یہی دعا کرتا ہوں الٰہ العالمین ایمان کو ہر حال میں سالم رکھیو اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائیو۔

ڈاکٹر صاحب کے خط کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کی یہ آیت کہ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ

اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی O (پارہ ۲۷ النجم آیات ۳،۴) جبکہ اس کے معنی یہ کیے جائیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جو کچھ بھی بولتے ہیں جو کچھ بھی فرماتے ہیں ان کا بولنا، ان کا فرمانا وحیِ الٰہی ہوتا ہے اِنۡ ھُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا جو نطق مبارک ہے، حضور کی جو گفتگو ہے، حضور ﷺ کا جو بولنا ہے وہ منحصر ہے وحیِ الٰہی میں، وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے ان کا بولنا تو صرف وحیِ الٰہی ہی ہے اور وہ جو کچھ بولتے ہیں وہ اللہ کی وحی ہے۔ تو ڈاکٹر صاحب نے مجھے لکھا ابھی میں نے ان کا جواب نہیں تحریر کیا وہ تو ان شاء اللّٰہ میں لکھوں گا دو چار دن تک مکمل کردوں گا ان کا نام اس وقت مجھے یاد نہیں ہے انگریزی میں ان کا پتہ و تہ لکھا ہے مجھے نام کا ابھی کچھ پتہ نہیں بہر حال کسی بڑے ریسرچ اور تحقیق کے ادارے کے وہ سربراہ ہیں ان کو یہ شکوک و شبہات پیدا ہوئے اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ صورتحال کیا ہے میں کچھ نہیں کہہ سکتا اور جب ایسے ذی علم اور ایسے ایسے محقق لوگوں کے ذہنوں میں قرآن پاک کی آیتوں کے بارے میں یہ شکوک و شبہات پیدا ہو سکتے ہیں تو پسر عام طور پر کم پڑھے لکھے لوگوں کا تو پھر خدا ہی حافظ ہے اللہ کرم فرمائے۔ بہت دلی پریشانی ہوئی اس خط کو پڑھ کر۔ ان شاء اللّٰہ میں تو جواب دوں گا۔ کہنے والے نے یہ کہا ڈاکٹر صاحب نے لکھا کہ جبکہ اس آیت کے یہ معنی کیے جائیں کہ رسول اللہ ﷺ کا بولنا وحی الٰہی ہی ہے اور کچھ نہیں وہ جو کچھ بولتے ہیں وہ اللہ کی وحی ہے، ان کا نطق اللہ کی وحی ہے، ان کی گفتگو اللہ کی وحی ہے، وہ جو کچھ کہیں اللہ کی وحی ہے جبکہ اس آیت کے یہ معنی لیے جائیں تو قرآن کی دوسری آیت ایسی ہے جو بالکل اس کے خلاف ہے اور وہ یہ آیت سورۃ التحریم کی انہوں نے لکھی ہے اور انہوں نے لکھا ہے کہ جب رسول کا ہر نطق وحیِ الٰہی ہو تو سورۃ التحریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمانا یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ ۚ اے نبی! آپ نے کیوں حرام کیا اس چیز کو جو اللہ نے آپ کے لیے حلال کی تَبۡتَغِیۡ مَرۡضَاتَ اَزۡوَاجِکَ ؕ آپ تو اپنی بیویوں کی رضا جوئی فرما رہے ہیں اور اپنی بیویوں کی رضا تلاش کرنے میں آپ مشغول ہیں وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۝۱ اور اللہ بخش دینے والا ہے، رحم فرمانے والا ہے۔ تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے اپنی بیویوں کی خواہش کے مطابق اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کو اپنے اوپر حرام کر لیا تو جب

انہوں نے یہ فرمایا کہ میں اللہ کی اس حلال کی ہوئی چیز کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں تو صاف ظاہر ہے کہ یہ تو نبی کی بیویوں کی خواہش ہے اور جو چیز خواہش سے کہی جائے وہ تو وحی ہو ہی نہیں سکتی لہٰذا جب رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا کہ میں فلاں چیز کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں تو کیونکہ ان کا یہ فرمانا اپنی بیویوں کی خواہش کو پورا کرنے کے لیے تھا اور ان کی بیویوں کی خواہش ہی اس گفتگو کی بنیاد تھی کہ میں نے اپنے اوپر فلاں چیز کو حرام کرلیا تو جو بات بیویوں کی خواہش کے مطابق کہی جائے اور وہ بات خواہش سے کہی جائے وہ تو کبھی وحیِ الٰہی نہیں ہوسکتی کیونکہ اللہ نے فرمایا وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی نبی تو خواہش کی بات ہی نہیں کرتے وہ تو وحیِ الٰہی کی بات کرتے ہیں تو جو بات وحیِ الٰہی سے ہو وہ خواہش سے نہیں ہوسکتی اور جو بات خواہش سے ہو وہ وحیِ الٰہی سے نہیں ہوسکتی تو جبکہ ہم نے اس آیت کے یہ معنی بیان کئے کہ رسول کی ہر بات وحیِ الٰہی ہے تو اس آیت کے تو قطعاً یہ خلاف ہوگا کہ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ آپ جو کچھ اپنے اوپر حرام کررہے ہیں، حلال چیز اپنے اوپر آپ حرام کررہے ہیں تو آپ نے جن لفظوں میں ایک حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کیا تو آپ کے وہ لفظ تو ازواجِ مطہرات کی خواہش کے مطابق ہیں اور جو بات خواہش پر مبنی ہو وہ وحی نہیں ہوسکتی کیونکہ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ○ تو لہٰذا یہ دونوں آیتیں آپس میں ٹکراتی ہیں پھر تیسری آیت انہوں نے یہ لکھی کہ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا كَثِیْرًا ○ (پارہ ۵ النساء آیت ۸۲) اگر قرآن غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں اختلاف پایا جاتا۔ یہ آیت گویا حاکم ہے، اس لیے مقدمے کا فیصلہ کرتی ہے کہ بھئی رسول کی ہر بات وحیِ الٰہی ہے یا نہیں؟ اگر کہتے ہو کہ ہر بات وحیِ الٰہی ہے اور جب ایک بات دوسرے کے خلاف ہو تو وہ قرآن کی آیت نہیں ہوسکتی اور وہ بات اللہ کی طرف سے نہیں ہوسکتی اور جو بات اللہ کی طرف سے ہوگی اس میں اختلاف ہو ہی نہیں سکتا اور جبکہ یہاں دونوں میں ہی اختلاف موجود ہے۔ آپ کیا کہیں گے؟ یہ کہیں گے کہ دونوں آیتیں قرآن کی نہیں ہیں اللہ کے کلام میں نہیں ہیں اللہ کی طرف سے نہیں ہیں اگر آپ ایسا کہیں گے تو سارے قرآن سے ہاتھ اٹھالیں اور اگر آپ ان کو اللہ کا کلام کہتے ہیں تو پھر آپ یہ بتائیں کہ ان دونوں آیتوں کے مضمون میں اختلاف کیسے پیدا ہوگیا کہ وہاں یہ فرمایا کہ آپ اپنی بیویوں کی رضاجوئی فرمارہے ہیں اور

اُن کی خواہش کے مطابق بات کررہے ہیں اور جو بات خواہش کے مطابق ہو وہ تو وحی ہو ہی نہیں سکتی وہاں فرمایا وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی O تو یہ انہوں نے اس قسم کی تقریر، اس قسم کا سوال انہوں نے مجھے لکھ کر بھیجا میں اب کیا کہوں؟ میری نظر میں تو یہ ان کا استدلال اس قدر بودا ہے اور اس قدر کمزور ہے کہ اس کی طرف ذی علم آدمی کا توجہ دینا بھی اس کے منصب کے خلاف ہے اس کو کوئی اہمیت دینا۔ میں سمجھتا ہوں کوئی ذی علم آدمی تو اس کو کوئی اہمیت دے گا ہی نہیں اور وہ کھلی ہوئی بات ہے۔

جواب بالاختصار: وہاں فرمایا وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی O کہ رسول اپنی خواہشِ نفس سے کوئی بات نہیں کرتے۔ ھَوٰی سے مراد رسول کی خواہشِ نفس ہے اور رسول اپنی خواہشِ نفس سے بات کیوں نہیں کرتے تو اس کی وضاحت تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمادی کہ کَیْفَ یُنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی مَنْ لَیْسَ لَهُ الْهَوٰی جو خواہشِ نفس سے پاک ہیں وہ خواہشِ نفس سے بات کیسے کریں گے، خواہشِ نفس تو ان میں ہے ہی نہیں اور جب ان میں خواہشِ نفس ہے ہی نہیں تو خواہشِ نفس سے وہ بات کریں گے ہی نہیں جب خواہشِ نفس سے ان کی بات نہیں ہوگی تو ظاہر ہے پھر وہ وحیِ الٰہی ہوگی۔ اب ڈاکٹر کا یہ کہنا کہ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ آپ تو اپنی بیویوں کی رضا جوئی میں لگے ہوئے ہیں اور جب بیویوں کی رضا جوئی کے لیے انہوں نے کلام کیا کہ میں فلاں چیز کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں تو یہ کلام تو بیویوں کی رضا جوئی کے مطابق ہوا ان کی خواہش کے مطابق ہوا یہ وحی کیسے ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ازواج مطہرات کی رضا جوئی یہ رسول کی خواہشِ نفس نہیں ہے، صاف فرق ہے دونوں میں بھئی۔ وہ چیز وحی الٰہی نہیں ہوگی جو چیز رسول کی خواہشِ نفس سے ہو۔ وہ وحیِ الٰہی نہیں ہوگی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ازواج مطہرات کی رضا جوئی کے لیے فرمانا کہ میں فلاں چیز کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں، حضور کا یہ فرمانا اپنی خواہش نفس سے نہیں ہے بلکہ ازواج مطہرات کی رضا جوئی کے لیے ہے اور ازواج مطہرات کی رضا جوئی وہ تو حضور ﷺ کے حسنِ اخلاق کا نمونہ ہے، حسنِ معاشرت کی بنیاد ہے اور حضور ﷺ کے لطف وکرم کا تقاضا ہے حضور ﷺ کی رافت اور رحمت کا مقتضاء ہے حضور رؤف ہیں حضور رحیم ہیں بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ O (پارہ ۱۰۔ التوبہ آیت ۱۲۸) تو جو عام مومنین کے ساتھ رؤف اور رحیم

ہوں وہ ازواجِ مطہرات کے ساتھ کس قدر رحمت اور رافت فرماتے ہوں گے تو ازواجِ مطہرات کی رضا جوئی یہ تو حسنِ معاشرت کا ایک نمونہ ہے حضور کے حسنِ اخلاق کا ایک بہترین پسندیدہ نقشہ ہے اور حضور کے حسنِ سیرت کا ایک چمکتا ہوا آفتاب ہے حضور کے حسنِ اخلاق کا چمکتا ہوا مہتاب ہے۔ بھئی دیکھئے! اگر ایک دوست، دوست کی جائز خواہش کے مطابق کوئی بات کہے تو بتایئے وہ حسنِ اخلاق کا تقاضا ہوگا یا نہیں ہوگا؟ تو ازواجِ مطہرات کی رضا جوئی کوئی ایسی چیز نہ تھی کہ جو **معاذاللّٰہ** عیب قرار پائے بلکہ بیوی کی جائز خواہش کا پورا کرنا یہ کیا ہے؟ یہ تو زوجیت کے تقاضوں میں سے ایک تقاضا ہے کہ اپنی بیویوں کی جائز خواہشات اور ان کی جائز تمنا پوری کرنا یہ کوئی ایسی چیز نہیں جس کو عیب کہا جائے اسی لیے رسول اکرم سید عالم ﷺ کے اگر اس فعلِ مبارک کی **معاذاللّٰہ** مذمت کی جائے تو پھر حضور ﷺ معصوم نہیں رہ سکتے کیونکہ ایک قابلِ مذمت فعل کسی سے سرزد ہو تو بتایئے عصمت کہاں رہے گی؟ تو لہٰذا یہ فرمانا کہ **تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ** آپ اپنی ازواجِ مطہرات کی رضا جوئی فرمارہے ہیں تو یہ حضور ﷺ کے حق میں ہے کوئی عیب کی بات نہیں ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک مقدس شوہر ہونے کی حیثیت سے اپنی پاک بیویوں کی رضا جوئی، حسنِ معاشرت، حسنِ معیشت، حسنِ اخلاق اور اپنی پاکیزہ سیرت کے تقاضوں کی تکمیل فرمارہے ہیں، اس میں عیب کی بات کون سی ہے؟ اور ایسا کلام کیونکر وحیِ الٰہی کے خلاف ہوسکتا ہے؟ ارے! وحیِ الٰہی کے خلاف تو وہ بات ہو جو کوئی اپنی نفسانی خواہش سے کرے تو حضور ﷺ نے تو نفسانی خواہش سے یہ بات ہی نہیں کی حضور ﷺ نے تو ازواجِ مطہرات کی رضا جوئی فرمائی تو اس کو **وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى** کے خلاف قرار دینا یہ کتنا بڑا ظلم ہے بلکہ میں کہوں گا کہ انہوں نے اس بات پر توجہ ہی نہیں کی کہ 'ازواجِ مطہرات کی رضا جوئی' اور 'اپنی خواہشِ نفس' اِن دونوں میں انہیں کوئی فرق ہی نظر نہیں آیا تو اس لیے اگر غور کیا جائے اور واقعہ پر اگر نظر ڈالی جائے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو بات فرمائی تھی وہ یوں کہیے کہ اپنی جو حضور کی پسند کی بات تھی اس کو ترک فرما کر ازواجِ مطہرات کی رضا جوئی فرمائی بھئی وہاں تو ہے **وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى** جس بات میں خواہشِ نفس کا دخل ہو وہ وحی نہیں ہوسکتی۔ ٹھیک ہے؟ تو جو حضور ﷺ کی اپنی بات پسندیدہ تھی (اسے ترک کردینا) اس کو کوئی خواہشِ نفس

کہہ سکتا ہے؟ میں تو نہیں کہوں گا میں اس لئے نہیں کہوں گا کہ میں حضور ﷺ کو خواہشِ نفس سے پاک مانتا ہوں۔ جو حضور ﷺ کی طبعی طور پر پسندیدہ چیز تھی اگر حضور ﷺ نے اس کو اپنے اوپر حرام فرمایا ازواج مطہرات کو خوش کرنے کے لیے تو اِس میں حضور ﷺ کی اپنی خواہشِ نفس کہاں ثابت ہوئی۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اپنی خواہش کو حضور ﷺ نے پیچھے رکھ دیا اپنی خواہش کے مطابق تو حضور ﷺ نے کوئی بات ہی نہیں کی نہ کوئی عمل فرمایا وہ تو ازواجِ مطہرات کی خوشنودی کو حضور نے سامنے رکھا اور ازواجِ مطہرات کی خوشنودی کو سامنے رکھنا یہ تو حسنِ معاشرت کا ثبوت دینا ہے حسنِ اخلاق کا مظاہرہ ہے کمال رافت ہے کمال رحمت ہے اس کو وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْھَوٰی کے خلاف قرار دینا تو میری سمجھ میں نہیں آیا کہ ان دونوں باتوں کا مفہوم اتنا واضح مفہوم تھا کہ ایک بچہ بھی اسے سمجھ سکتا تھا مگر اتنے بڑے محقق نے اس کو سمجھنے کی زحمت گوارا نہ فرمائی بہرحال آج تو میں اس پر گفتگو ختم کروں گا باقی کلام ان شاء اللّٰہ کل ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

الدرس الثانی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ

الرَّجِیْمِ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ①

صدق اللہ مولانا العلی العظیم وصدق رسولہ النبی الامین ونحن علی ذلک لمن

الشاھدین والشاکرین والحمدللہ رب العالمین ○

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ آج رمضان المبارک کی تیسری تاریخ ہے اتوار کا دن ہے اور

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہم سب روزے سے ہیں اللہ تعالیٰ باقی روزے بھی اپنی رحمت سے پورے کرائے

سورۃ التحریم سے متعلق ایک استفسار کا ذکر کرتے ہوئے میں نے عرض کیا تھا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَمَلْجَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

اعتراض: اللہ رب العزت جل جلالہ وعم نوالہ نے اس آیت کریمہ میں جو حضور سرورِ عالم

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ کو

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ①

(التحریم ایت ۱) سے خطاب فرمایا تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جن الفاظ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ازواجِ مطہرات کی دل جوئی کے لیے ایک مباح چیز کو اپنے اوپر حرام فرمالیا تھا تو حضور ﷺ کا وہ فرمانا وہ وحیِ الٰہی نہ تھا کیونکہ اگر وہ وحیِ الٰہی ہوتا تو تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ اس کے ساتھ درست نہیں ہوتا کیونکہ ازواجِ مطہرات کی جو خواہش ہے وہ وحیِ الٰہی کے منافی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ○ (پارہ ۲۷ آیت ۴، النجم) رسول کا نطق جو ہے وہ خواہش سے نہیں ہوتا ہے بلکہ وحیِ الٰہی سے ہوتا ہے اور جب ازواجِ مطہرات کی خواہشات اور ان کی رضا۔ یہ ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کی پاک بیویوں کی خواہش ہے اور جو چیز خواہش ہو وہ وحی ہو نہیں سکتی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس موقع پر جو

بھی کلام تھا وہ وحی الٰہی نہیں ہوسکتا اور پہلی آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْىٌ يُّوحٰى ۝ تو ان دونوں آیتوں میں تعارض ہے اور ان میں اختلاف ہے اور جب دو آیتوں میں اختلاف ہو تو معلوم ہوا کہ وہ اللہ کا کلام نہیں کیونکہ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۝ (پارہ ۵ النساء آیت ۸۲) کسی کلام میں اختلاف کا پایا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اللہ کا کلام نہیں ہے۔ یہ استفسار تھا......

اس کے جواب کے سلسلہ میں جو کچھ مجھے لکھنا ہے وہ تو ایک علیحدہ بات ہے اور وہ اس کی سمجھ کے مطابق یا اس کی تحریر کا جو انداز ہے اس کے موافق لکھا جائے گا لیکن جو اس کا جواب ہے وہ میں آپ حضرات کو سمجھانا چاہتا ہوں تاکہ کسی پڑھے لکھے مسلمان کے ذہن میں یہ خلجان پیدا نہ ہو۔

الھویٰ سے مراد: بات یہ ہے کہ وہاں تو فرمایا وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْىٌ يُّوحٰى ۝ اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول کی کوئی بات شہوتِ نفسانی اور خواہشِ نفسانی سے نہیں ہوتی، تو رسول کی جو بات ہوتی ہے وہ رسول کی نفسانی خواہش سے نہیں ہوتی بلکہ اللہ کی وحی سے ہوتی ہے، معلوم ہوا کہ ھَوٰی سے مراد رسول کی خواہشِ نفس ہے رسول کی خواہشِ نفس سے رسول کی بات نہیں ہوتی، رہا ازواجِ مطہرات کی رضا جوئی یا ان کی خواہش تو اس کا ھوٰی سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ ھوٰی سے تو رسول کی خواہش مراد ہے اور مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ یہ حضور ﷺ کی ازواجِ مطہرات کی رضا جوئی اس کا تصور ھَوٰی کے ساتھ ملا کر یہ ذہن میں قائم کر لینا کہ 'ازواجِ مطہرات کی رضا جوئی، ان کی خواہش' پر مبنی ہے اور جو کلام خواہش ہے وہ وحی نہیں ہوتا تو یہ بہت غلط بات ہے۔

کسی غیر نبی کی خواہش کا وحیِ الٰہی ہونا ممکن ہے: آپ کو معلوم ہوگا کہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ بعض صحابیات نے عرض کیا کہ حضور قرآن پاک میں جہاں بھی ذکر آتا ہے مردوں کا آتا ہے مثلاً وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ (پارہ ۱۔ البقرة آیت ۴۳) اور ہم عورتیں بھی تو مسلمان ہیں ہم ایمان لائی ہیں ہمارا تو کوئی ذکر قرآن میں نہیں آتا تو ہماری خواہش ہے کہ ہمارا ذکر بھی قرآن میں آئے تو اللہ تعالیٰ نے پھر مؤنث کے صیغوں کے ساتھ وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ (پارہ ۲۲۔ الاحزاب آیت ۳۳)

یہ آیتیں قرآن کریم میں نازل فرمائیں۔تو اب اگر یہ بات کہی جائے کہ کسی کی خواہش کے مطابق کوئی کلام ہوتو وہ وحی نہیں ہوتا تو یہ بڑی لغو بات ہے ایمان والی عورتوں کی خواہش تھی کہ ہمارا ذکر بھی قرآن میں آئے چنانچہ اللہ نے اس کے مطابق قرآن میں ذکر فرمادیا۔

اب یہ کہنا کہ ازواجِ مطہرات کی خواہش جس بات میں ہووہ وحی نہیں ہوسکتی۔اللہ کے بندو! عام ایمان والی عورتوں کی خواہش جس بات میں ہووہ وحیِ الٰہی قرآن میں موجود ہے اب تم یہ کہتے ہو کہ ازواجِ مطہرات کی خواہش جس بات میں شامل ہووہ وحی نہیں ہوسکتی یہ کتنی جھوٹی بات ہے تو تم نے نہ قرآن کو پڑھا، نہ سمجھا، پھر یہ کتنی غلط بات ہے کہ کسی کی خواہش کا دخل ہوتو وحیِ الٰہی نہیں ہوتی۔ اللّٰہ اکبر!

آپ کو معلوم ہے کہ حضور تاجدارِ مدنی ﷺ پر ابھی تک حجاب کی آیتیں نازل نہیں ہوئی تھیں پردے کا حکم ابھی نہیں آیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میری انتہائی خواہش تھی کہ ہماری بات تو الگ رکھیئے، اللہ کے رسول ﷺ کی بیویوں کے لئے تو پردے کا حکم آجائے، ایک مرتبہ حضور ﷺ کی پاک بیوی حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا اپنی ضروریات کے لیے باہر تشریف لے گئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے محض اس خیال سے یہ بات کہی کہ اللہ کو غیرت آجائے اور اللہ اپنے رسول کی بیویوں کے لیے پردے کا حکم نازل کردے کہ عَرَفْنَاکِ یَا سَوْدَۃُ اے سودہ! ہم نے آپ کو پہچان لیا کہ آپ سودہ جارہی ہیں، سودہ حضور ﷺ کی بیوی کا نام تھا سودہ بنت زمعہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا اُم المؤمنین ہیں۔تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب وہ نکلیں تو میں نے ان کو دیکھ کر کہا عَرَفْنَاکِ یَا سَوْدَۃُ اے سودہ! ہم نے آپ کو پہچان لیا میں نے فقط اس لیے کہا کہ میری اس بات پر اللہ تعالیٰ پردے کا حکم نازل فرمادے۔اب میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ حجاب کا جو حکم نازل ہوا وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خواہش پر ہوا کہ نہیں ہوا؟ پھر وہ وحیِ الٰہی ہے یا نہیں ہے؟ او ظالمو! اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خواہش پر کوئی حکمِ قرآنی نازل ہوجائے تو اس کے وحیِ الٰہی ہونے کا تم انکار نہیں کرسکتے، مؤمنات، صالحات، صحابیات کی خواہش کے مطابق جو مؤنث کے صیغوں کے ساتھ قرآنِ پاک میں آیتیں نازل ہوجائیں اس کے وحیِ الٰہی ہونے کا انکار نہیں کرسکتے یہ بتادو کہ ازواجِ مطہرات کی رضاجوئی کے لیے جو

آیات نازل ہوں وہ کیسے وحیِ الٰہی سے خارج ہوسکتی ہیں؟ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ بالکل کورے ہیں اور قرآن کو جانتے ہی نہیں ہیں تو اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اس کے اس سوال کہ ازواجِ مطہرات کی رضا جوئی کے بارے میں حضور علیہ وسلم نے جو کلام فرمایا وہ وحی نہیں ہوسکتی کیونکہ وحی وہ ہے جو ھَوٰی سے باہر ہو اور یہ تو ان کی خواہش کے مطابق بات کی تو یہ وحی کیسے ہوئی بتایئے! اس کا جواب ہوا کہ نہیں ہوا؟ قرآن کی جو آیتیں میں نے پیش کیں ان کی روشنی میں اس کا جواب ہوا کہ نہیں ہوا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خواہش پر پردے کی آیتیں اُتریں کہ نہیں اتریں؟ پھر ان کو کیا کہو گے وہ وحی الٰہی نہیں ہیں؟ اور مومنات صحابیات طیبات کی خواہش کے مطابق قرآن میں آیتیں اتریں جن میں مذکر کے علاوہ مؤنث کا صیغہ بھی اللہ نے ارشاد فرمایا یہ ان کی خواہش کے مطابق آیتیں اتریں یا نہیں اتریں؟ ان آیتوں کو کیا کہو گے؟ وہ وحی نہیں ہیں۔ اگر وہ وحی الٰہی ہیں تو حضور علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی وحیِ الٰہی ہے اور جب یہ بات طے ہوگئی تو اب یہ کہنا کہ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۞ (پارہ ۵ النساء آیت ۸۲) تو اختلاف کثیر جہاں ہو بیشک وہ اللہ کا کلام نہیں ہوتا۔ لیکن یہاں اختلاف ہے کہاں؟ یہ اختلاف تو تُو خود پیدا کر رہا ہے یہ تیرا خود پیدا کردہ اختلاف ہے یہ تیرے اپنے ذہن کا اختلاف ہے۔ قرآن میں تو کوئی بھی اختلاف نہیں جب قرآن میں کوئی اختلاف نہیں تو یہ تیسری آیت پڑھنا محض اُن دو آیتوں کو وحیِ الٰہی سے خارج کرنے کے لیے یہ انتہائی بے علمی کی دلیل ہے یہی کہہ سکتا ہوں اور کیا۔

شانِ نزول: اس واقعہ کی ایک تفصیل ہے جو بیان کرنی تو نہیں چاہیے تھی مگر اب چونکہ سورۃ التحریم کی آیت آ گئی اور میں نے اس کا ترجمہ بھی کر دیا تو میں اگر اس کا پس منظر بیان نہ کروں تو آپ کے ذہن میں خلجان رہے گا کہ یہ بات کیا ہے؟ یہ واقعہ ایسا ہوا کہ رسول اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ عصر کی نماز کے بعد حضور علیہ وسلم تمام ازواجِ مطہرات کے گھروں میں تھوڑی تھوڑی دیر کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے اور جب یہ آیت اتری ہے يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ اس زمانے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نو (۹) ازواجِ مطہرات تھیں، اور عصر کی نماز کے بعد حضور علیہ وسلم نو ازواجِ مطہرات کے پاس تھوڑی تھوڑی دیر کیلئے تشریف لے جاتے اور حضور علیہ وسلم وہاں تشریف لے

جاتے اور ازواجِ مطہرات کو اپنے شرف سے، اپنے کرم سے، اپنی برکتوں سے، اپنی رحمتوں سے نوازتے تھے اور جتنی دیر بھی حضور ﷺ کسی پاک بیوی کے پاس تشریف فرما ہوتے تھے۔ تو وہ وقت، وہ زمانہ تو اس بیوی کے لیے تمام کائنات کی نعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہوتا تھا کہ سرکار جس وقت کسی کے پاس جلوہ گر ہوں تو کتنی بڑی عظیم نعمت ہے وہ وقت جس میں سرکار کسی کے پاس جلوہ گر ہوں گے۔

ا۔ ایک مرتبہ اتفاق ایسا ہوا کہ حضرت **زینب بنت جحش** رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا جو حضور ﷺ کی پاک بیوی ہیں ان کو ان کے کسی رشتہ دار نے شہد کا ایک کپا تحفے میں بھیجا تھا تو ان کی طبیعت میں تو یہ بات تھی کہ میں حضور ﷺ کو شہد پلاؤں گی لیکن جتنی دیر حضور ﷺ کے بیٹھنے کا وقت تھا اتنی دیر تک تو لائی نہیں شہد۔ جب وہ وقت گزر گیا اور حضور ﷺ اُٹھے جانے کے لئے تو عرض کیا حضور ذرا ٹھہر جائیں میں شہد پیش کرتی ہوں۔ مطلب یہ تھا کہ آپ کچھ دیر زیادہ میرے پاس بیٹھیں چنانچہ انہوں نے اپنا یہ دستور بنالیا کہ جب حضور ﷺ تشریف لے جاتے تو بس پھر وہ شہد پیش کر دیتیں اور وہ شہد بھی ایسے وقت پیش کرتیں کہ جو حضور ﷺ کے تشریف لے جانے کا وقت ہوتا۔ حضور ﷺ تو رحیم ہیں کریم ہیں حضور ﷺ اپنی رحمت اور رافت کے پیشِ نظر انکار نہیں فرماتے تھے اب اس بات کا پتہ چلا حضرت **عائشہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو، حضرت **حفصہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تو انہوں نے کہا کہ یہ تو بڑا غضب ہو گیا کہ **زینب** نے تو عجیب کام کیا کہ حضور ﷺ جتنی دیر تشریف فرما رہتے ہیں تو وہ بیٹھی رہتی ہیں اور جب حضور ﷺ اٹھتے ہیں تو وہ شہد حضور ﷺ کو پیش کرتی ہیں اور یہ بات ہمارے لیے تو بڑی نا قابلِ برداشت ہے ہم اسے برداشت نہیں کر سکتیں انہوں نے مشورہ کیا کہ کسی طرح حضور ﷺ یہ شہد جو حضرت **زینب** کے گھر پیتے ہیں یہ شہد پینا چھوڑ دیں کوئی ایسی صورت پیدا کرو تو حضرت **عائشہ** رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا اور حضرت **حفصہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں نے مل کر یہ مشورہ کیا۔ دوسری کچھ ازواجِ مطہرات کو جو اُن کے گروپ سے تعلق رکھتی تھیں سب کو جمع کیا اور کہا کہ جب حضور ﷺ تمہارے پاس تشریف لائیں جیسے کہ سرکار کی عادتِ کریمہ ہے کہ آپ عصر کے بعد سب کے پاس آتے ہیں تو اے **سودہ**! تمہارے پاس جب تشریف لائیں تو تم حضور ﷺ سے عرض کرنا کہ حضور آپ کے دہن مبارک سے مغافیر کی بو آتی ہے

مغافیر مغفورہ کی جمع ہے مغفور ایک گوند کو کہتے ہیں عُرفُط ایک درخت ہے اس درخت سے وہ گوند نکلتا ہے اس کی بو ذرا کچھ تیز ہوتی ہے عرب میں اکثر وہ درخت ہوتے ہیں اور لوگوں کی عادت ہوتی ہے وہ گوند پانی میں گھول کر پیا کرتے ہیں مگر اس میں ایک تیز قسم کی بو ہوتی ہے سرکار کو تیز بو والی چیز بالکل پسند نہیں تھی تو حضرت **عائشہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت **حفصہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں نے **ام سلمہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کہا کہ اے **ام سلمہ** جب حضور ﷺ تشریف لائیں تو فوراً کہنا کہ حضور ﷺ آپ کے دہن پاک سے تو مغافیر کی بو آتی ہے حضور ﷺ فرمائیں گے کہ ہم نے تو مغافیر کھایا ہی نہیں یہ بو کہاں سے آتی ہے ہم نے تو زینب کے ہاں شہد پیا تھا بس۔ حضور یہ فرمائیں تو اے **ام سلمہ**! تم یہی کہنا، اے **سودہ**! تم یہی بات کہنا، اے **صفیہ**! جب حضور ﷺ تشریف لائیں تو تم فوراً یہی بات کہنا۔ تو سب نے یہ طے کرلیا کہ جب حضور تشریف لائیں اور تمہارے پاس آ کر بیٹھیں تو فوراً تم یہی کہنا کہ آپ کے دہن پاک سے تو مغافیر کی بو آتی ہے۔ حضور فرمائیں گے کہ ہم نے تو مغافیر کھایا ہی نہیں اور جو حضور کو پسند بھی نہیں۔ یہی فرمائیں گے کہ ہم نے تو زینب کے ہاں شہد پیا تھا۔ بس بات ختم ہو جائے گی۔ چنانچہ حضرت **سودہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت بھولی تھیں اور حضرت **عائشہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ڈرتی تھیں حضرت **عائشہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے کہا کہ **سودہ** بھولنا نہیں جب حضور ﷺ تشریف لائیں تو یہ بات ضرور کہنی ہے اب حضرت **سودہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہا انتظار میں تھیں کہ حضور ﷺ تشریف لائیں تو میں یہ بات حضور ﷺ سے کہوں حضرت **سودہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو ابھی حضور ﷺ دروازے پر تھے اور **عائشہ صدیقہ** کا خوف مجھ پر ایسا طاری تھا کہ میں نے ارادہ کیا کہ وہیں سے کہہ دوں کہ حضور آپ کے دہن مبارک سے تو مغافیر کی بو آتی ہے پھر اُنہوں نے کہا کہ میں ٹھہر گئی میں نے کہا کہ اگر ابھی سے کہتی ہوں تو حضور ﷺ فرمائیں گے یہ کیا بات ہے ابھی تو میں آیا بھی نہیں تمہارے ہاں، میں حضرت **عائشہ** کے خوف سے یہ چاہتی تھی کہ جیسے ہی حضور ﷺ تشریف لائیں تو میں دروازے پر حضور ہوں وہیں کہہ دوں چنانچہ جہاں بھی حضور ﷺ تشریف لے گئے حضرت **صفیہ** نے یہی کہا اور حضور نے فرمایا، ہم نے تو مغافیر کھایا ہی

نہیں۔حضرت ام سلمہ ،حضرت سودہ سب بیویوں نے یہی بات کہی۔آخر حضور ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا ہم نے تو زینب سے شہد پیا تھا اب آپ لوگوں کو یہ بات پسند نہیں تو ہم شہد اپنے اوپر حرام کرتے ہیں۔

۲۔ یہاں ایک اور روایت بھی ہے۔وہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کی پاک بیوی حضرت ماریہ قبطیہ جو مقوقس نے حضور ﷺ کو ہدیتاً بھیجی تھیں حضور ﷺ نے ان کو آزاد فرمادیا تھا اور آزاد فرما کر ان سے نکاح فرمالیا تھا انہی کے بطنِ پاک سے حضور ﷺ کے ایک صاحبزادے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے جو اٹھارہ مہینے کے ہو کر دنیا سے تشریف لے گئے۔حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری تھی سرکار وہاں جلوہ گر تھے انہوں نے کہا حضور میرے باپ بیمار ہیں عمر رضی اللہ عنہ۔مجھے اجازت دیں کہ میں وہاں چلی جاؤں۔حضور ﷺ کسی کی دل شکنی فرماتے نہیں تھے تو آپ نے دل شکنی نہیں فرمائی۔حضور ﷺ نے فرمایا آپ جاسکتی ہیں۔اتنے میں حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اتفاق سے وہاں آگئیں اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھوڑی دیر کے بعد واپس آگئیں تو ان کو یہ بات بڑی ناگوار گزری اور انہوں نے یہ کہا کہ حضور یہ میرا دن اور میری باری ہے اور ماریہ قبطیہ آپ کے پاس ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم غمگین نہ ہو،بس اس کے بعد علیحدگی میں حضور نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں اور میرے بعد ابوبکر خلیفہ ہوں گے ان کے بعد تیرے باپ عمر خلیفہ ہوں گے اور حضور ﷺ نے فرمایا یہ راز کی بات ہے کسی کو بتانا مت۔اب جبکہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ سنا کہ ماریہ قبطیہ کو حضور ﷺ نے اپنے اوپر حرام کرلیا اور یہ بات بھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پہلے خلیفہ ہوں گے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہوں گے اور حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ راز کی بات فاش مت کرنا۔کچھ اتفاق ایسا ہوا کہ انہیں حضور کا روکنا یاد نہ رہا اور انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جا کر کہہ دیا کہ

ا۔حضور ﷺ نے شہد کو حرام کردیا یا ۲۔ماریہ قبطیہ کو حرام کرلیا اور یہ بھی کہ پہلے خلیفہ ابوبکر ہوں گے دوسرے خلیفہ میرے باپ عمر ہوں گے یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کہہ دی

جب یہ کہہ دی تو حضور سیدِ عالم ﷺ حضرت **حفصہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لائے اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ **حفصہ** ہم نے ایک بات تم سے کہی تھی تم نے ہمارا راز فاش کر دیا اور تم نے یہ بات کہہ دی۔

دو باتیں فرمائی تھیں۔ پہلی بات تو حضور نے بیان کر دی حضرت **ماریہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حرام کرنے کی یا شہد حرام کرنے کی بات تو حضور ﷺ نے بیان کر دی مگر اگلی یہ بات حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے کی وہ حضور ﷺ نے بیان نہیں فرمائی اور اپنی بات کا ایک حصہ تو حضور ﷺ نے بیان فرما دیا کہ تم نے یہ بات کہی بقیہ حصہ حضور ﷺ نے ارشاد نہیں فرمایا تو حضرت **حفصہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہا گھبرا گئیں انہوں نے سمجھا کہ میں نے تو **عائشہ** کو بتایا تھا اور **عائشہ** کو میں نے منع بھی کر دیا تھا کہ کسی کو کہنا مت۔ ہو سکتا ہے کہ **عائشہ** نے حضور ﷺ کو بتا دیا ہو تو کہنے لگیں **مَنْ اَنْۢبَاَكَ** آپ کو کس نے بتایا ان کا خیال تھا کہ شاید حضرت **عائشہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بتا دیا ہو تو حضور ﷺ نے فرمایا **نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ** مجھے کون بتائے گا مجھے تو علیم و خبیر نے بتایا بس اس کے بعد پھر ایسا واقعہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت **عائشہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت **حفصہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں کو مخاطب فرما کر تنبیہ فرمائی اور فرمایا **اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا** (پارہ ۲۸ التحریم آیت ۴) اگر تم اللہ کی طرف توبہ کر لو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا کیونکہ تمہارے جو دل ہیں ایک طرف کو مائل ہو گئے ہیں ایک طرف کو جھک گئے ہیں حضرت **عبداللہ بن عباس** رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ **اِنْ تَتُوْبَاۤ** میں جن دو بیویوں کا ذکر ہے وہ کون ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ایک میری بیٹی **حفصہ** ہیں اور دوسری **عائشہ** ہیں۔

یہ آیتیں نازل ہو گئیں ان میں کتنے مسائل پیدا ہو گئے اب اس ڈاکٹر کی بات تو الگ رہی اس کا جواب تو دو لفظوں میں ہو گیا جیسے میں نے آپ کو سمجھایا لیکن اس واقعے کے سامنے آنے کے بعد کتنے مسائل پیدا ہو گئے اب ان مسائل کو سمیٹنے کے لیے ایک بڑا وقت درکار ہے پہلا مسئلہ تو یہ پیدا ہوا کہ

۱۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مغافیر کھایا ہی نہیں تو ازواجِ مطہرات نے کیسے کہا کہ

ہم کو آپ کے دہنِ پاک سے مغافیر کی بو آتی ہے جو بات ہو ہی نہ وہ بات کہنا یہ تو جھوٹ ہے اور پھر وہ جھوٹی بات ایسی کہ جو رسول کی ذات کی طرف منسوب ہو مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّار (صحیح بخاری ج ۱) جس نے میری ذات کے بارے میں جھوٹی بات کہی وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔ پہلا تو یہ مسئلہ پیدا ہو گیا کہ حضرت عائشہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا، حضرت حفصہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا اور تمام ازواجِ مطہرات رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھن نے جو یہ بات کہی کہ حضور آپ کے دہن مبارک سے تو مغافیر کی بو آتی ہے تو یہ بات واقعہ کے تو خلاف تھی اور یہ بات ہے حضور ﷺ کی ذات پاک کے متعلق۔ بھئی حضور ﷺ کا دہن مبارک، حضور ﷺ کا دہن پاک ہے؟ تو یہ بات حضور ﷺ کی ذات پاک سے منسوب ہوئی یا نہیں ہوئی؟ تو اگر کوئی خلاف واقعہ بات حضور ﷺ کی ذاتِ پاک کی طرف منسوب کرے اس کا ٹھکانا تو جہنم ہے تو یہ کیسے بات بنے گی یہ ہے پہلا مسئلہ۔

۲۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا فرمانا يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ (سورۃ التحریم) یہاں یہ سوال پیدا ہو گا کہ اللہ نے يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ فرما کر اپنے نبی ﷺ کو ایک قسم کی تنبیہ فرمائی کہ آپ نے وہ چیز کیوں اپنے اوپر حرام فرمائی جو اللہ نے آپ کے لیے حلال کی تھی اب سوال پیدا ہوا کہ یہ تنبیہ کس قسم کی ہے تنبیہ ہے؟ یا کیا ہے؟ عتاب ہے؟ عتاب ہے تو کس نوعیت کا ہے؟ پھر اس کے علاوہ امہات المؤمنین، ازواجِ مطہرات کے بارے میں جو نئے مسائل پیدا ہوتے ہیں تو ہر ایک مسئلہ الگ الگ پورا وقت چاہتا ہے آج میں نے یہاں تک بات کی ہے اگلی بات ان شاء اللّٰہ پھر کہوں گا اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔

الدرس الثالث

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ①

صدق الله مولانا العلى العظيم وصدق رسوله النبى الامين ونحن على ذلک لمن الشاهدين والشاكرين والحمد لله رب العالمين○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى اِحْسَانِهٖ آج رمضان المبارک کی چار تاریخ ہے پیر کا دن ہے الحمد للہ ثم الحمد للہ ہم سب روزے سے ہیں اے اللہ تو نے یہاں چار روزوں تک پہنچایا رمضان شریف کے پورے روزے اسی طرح رکھوادے اور جو معمولات ہیں پورے فرمادے آمین اَللّٰهُمَّ آمین۔

عزیزانِ محترم! میں دستور کے مطابق چند کلمات عرض کروں گا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَمَلْجَنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

آج کی گفتگو ایک جملے کے متعلق ہوسکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس میں تو شک نہیں کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں یا بخاری شریف کی اور دیگر روایات کو سامنے رکھ کر یہ کچھ اختلاف بھی سامنے آتا ہے کہ بعض روایات میں حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں حضور ﷺ نے شہد تناول فرمایا بعض روایات کے مطابق حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں تو بہرحال علی اختلاف الروایات یہ تو ایک حقیقتِ ثابتہ ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یا حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کسی پاک بیوی کے یہاں شہد تناول فرمایا اور وہ میں بتا چکا ہوں آپ کو صرف اس لیے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی عادتِ کریمہ تھی کہ عصر کے بعد ہر پاک بیوی کے پاس تشریف لے جاتے اور کچھ دیر تشریف رکھتے۔ کیونکہ ہر بیوی کو حضور ﷺ سے انتہائی محبت تھی اور ہر بیوی

یہ چاہتی تھی کہ حضور میرے پاس زیادہ سے زیادہ ٹھہریں تو حضرت **زینب بنت جحش** رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یا حضرت **سودہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یا کسی اور بیوی نے جس کے پاس حضور ﷺ نے شہد تناول فرمایا وہ جب حضور ﷺ کے تشریف لے جانے کا وقت آیا تو وہ پیالی میں شہد لے آئیں اور حضور ﷺ نے وہ شہد تناول فرمایا اور مقصد یہ تھا کہ حضور ﷺ کی ایک محبوب چیز ہے وہ حضور تناول فرمالیں اور اس بہانے میرے پاس حضور زیادہ دیر ٹھہر جائیں۔ بس یہ زیادہ دیر ٹھہرنے والی بات یہی بنیاد تھی اسی بنیاد پر ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن میں ایک ہلچل مچی اور اُنہوں نے کہا کہ انہوں نے (جن زوجہ نے شہد پیش کیا) جو ایک عجیب طریقہ اختیار کیا ہے اور حضور ﷺ کو اپنے پاس ٹھہرانے لگیں تو اس سے تو ہمیں حضور ﷺ کو بچانا ہے اور اپنے قلب کو سکون پہنچانا ہے کیونکہ ہمارے قلوب تو اس بات سے سکون نہیں پاسکتے۔ اس واسطے کہ ہمارے پاس تو حضور کم ٹھہریں اور ان کے پاس زیادہ ٹھہریں یہ بات ہمیں تو گوارا نہیں ہوسکتی لہٰذا کوئی طریقہ ایسا ہونا چاہیے جس سے حضور ﷺ یہ طریقہ چھوڑ دیں اور ہمارے دل مطمئن ہوجائیں چنانچہ اُنہوں نے یہ بات طے کی اور سب نے مل کر کہا کہ حضور ﷺ جس کے پاس تشریف لے جائیں ہر زوجہ یہی کہے کہ آپ کے دہن مبارک سے مغافیر کی بو آتی ہے تو حضور ﷺ یہی فرمائیں گے کہ ہم نے مغافیر تو کھایا نہیں البتہ زینب یا سودہ (جو بھی صحیح روایت ہے) کے ہاں شہد ضرور پیا ہے تو پھر حضور ﷺ یہ شہد کھانا چھوڑ دیں گے یہ جو زیادہ دیر ٹھہرنے کا موقع ہے یہ ختم ہوجائے گا اور ہمارے دل مطمئن ہوجائیں گے مقصد یہ تھا، چنانچہ اسی بنیاد پر سب ازواجِ مطہرات نے یہ بات کہی اور پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ازواجِ مطہرات کو مخاطب فرما کر فرمایا کہ اچھا تم خوش رہو ہم شہد نہیں کھائیں گے ہم نے شہد کو اپنے اوپر حرام کرلیا یا دوسری روایت کے مطابق جو میں نے کل بیان کی تھی کہ حضرت **ماریہ قبطیہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضرت **حفصہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری میں جبکہ وہ حضور ﷺ سے اجازت لے کر اپنے والد ماجد عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مزاج پرسی کے لیے گئی ہوئیں تھیں اور اس عرصہ میں حضرت **ماریہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہاں حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوگئیں اور پھر حضرت **حفصہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی واپس آگئیں اور جب انہوں نے حضرت **ماریہ** رضی اللہ

تعالیٰ عنہا کو اپنے یہاں دیکھا تو وہ بہت برہم ہوئیں، حضور ﷺ نے ان کی دل جوئی کی خاطر فرمایا کہ تم غم نہ کرو ہم نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرلیا ہے۔ بہر حال حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ ہو یا شہد کا واقعہ ہو۔

روایات میں دونوں قسم کے واقعات آتے ہیں ہوسکتا ہے کہ وہ واقعہ بھی درپیش آیا ہو اور یہ واقعات بھی درپیش آئے ہوں اور ان سب واقعات سے متعلق یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی ہو اور یہ ہر واقعہ اس آیت کا شانِ نزول قرار پایا ہو کیونکہ یہ ممکن ہے کہ ایک آیت کے شانِ نزول میں کئی واقعات شامل ہو جائیں یہ ہوسکتا ہے۔ بہر نوع میں تطبیق کے طور پر یہ کہہ رہا تھا حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وہاں ہونا بہت ہی ناپسندیدہ ہوا اور ازواجِ مطہراتؓ کو یہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور ﷺ کا حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں شہد تناول فرمانا بہت ناگوار ہوا اور اپنی اس ناگواریٔ خاطر کی بنا پر یہ سارا سلسلہ انہوں نے بنایا۔ میں پہلے یہ عرض کردوں آپ یہ سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ جو کچھ بھی ہوا ازواجِ مطہرات کو جو احساس ہوا اور اس بات سے انہیں جو ناگواری پیدا ہوئی وہ کیا بات تھی؟ وہ تو آپ سمجھ گئے ہوں گے وہ بات یہ تھی کہ:-

<u>رسول اللہ ﷺ کی محبت</u> ہر زوجہ مطہرہ کو اس درجہ اتم و اکمل تھی کہ کوئی زوجہ مطہرہ یہ گوارا نہیں کرتی تھی کہ میرے محبوب میں دوسرا بھی شریک ہو اور اسی کو عربی زبان میں غیرت کہتے ہیں۔ یہ غیرت جو ہوتی ہے اس کا جو منشاء ہے، منشاء کے معنی ہیں پیدا ہونے کی جگہ، یہ محبت ہوتی ہے چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور سید عالم ﷺ کی اور ازواجِ مطہرات بھی تھیں مگر میں نے کبھی غیرت نہیں کھائی سوائے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالانکہ ان کا انتقال ہو چکا تھا لیکن چونکہ حضور سید عالم ﷺ اُن کا ذکر اس طرح فرماتے تھے کہ میں محسوس کرتی تھی کہ حضور ﷺ کو بہت محبت ہے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے۔ مجھے بڑی غیرت آتی تھی کہ میرے محبوب کے دل میں میرے سوا دوسرے کی محبت بھی اس درجے ہو تو مجھے یہ پسندیدہ نہیں ہے۔ تو محبت یہ

غیرت کی بنیاد ہوتی ہے اور حدیث میں بھی آتا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں غیور ہوں اور میں غیرت مند ہوں اور حضور نے فرمایا مجھ سے زیادہ غیرت والی ذات اللہ کی ذات ہے اللہ سب سے زیادہ غیرت والی ذاتِ مقدسہ ہے سب سے بڑا غیرت فرمانے والا اللہ ہے اور فرمایا پھر اللہ کے بعد میں غیرت فرمانے والا ہوں اور پھر مؤمنوں کے اندر یہ غیرت کا مادہ پیدا ہوتا ہے اور اس غیرت کی جو بنیاد ہے یہ محبت ہے۔

غیرت کے معنی: مجمع بحار الانوار (یہ لغتِ حدیث کی بڑی مشہور اور نہایت ہی مستند کتاب ہے) میں لکھتے ہیں اَلْغَيْرَةُ كَرَاهَةُ الشِّرْكَةِ فِي الْمَحْبُوْبِ غیرت کے معنی ہیں محبوب میں کسی دوسرے کی شرکت کا ناپسندیدہ ہونا یہ غیرت ہے یعنی میرے محبوب میں کوئی دوسرا بھی شریک ہو جائے۔ بھئی وہ تو میرا محبوب ہے تو جب میں اپنے محبوب میں کسی دوسرے کی شرکت کا تصور ذہن میں لاؤں گا تو یہی غیرت ہوگی مجھے یہ بات ناپسند ہوگی کہ میرے محبوب میں کوئی غیر بھی شریک ہے تو غیر کی شرکت محبوب میں اس کو غیرت کہتے ہیں اور یہ کمالِ محبت کی بناء پر پیدا ہوتی ہے تو ازواجِ مطہرات کے اندر جو یہ غیرت کا جذبہ پیدا ہوا یہ کمال حبِّ رسول کی بناء پر پیدا ہوا ہر زوجہ مطہرہ یہ چاہتی تھی کہ میرے محبوب میں بس میں ہی شریک رہوں کوئی غیر شریک نہ ہو اور یہ محبت کا تقاضا ہے اور غیرت کا مفہوم یہی ہے کہ اَلْغَيْرَةُ كَرَاهَةُ الشِّرْكَةِ فِي الْمَحْبُوْبِ غیرت کے معنی یہ ہیں کہ محبوب میں غیر کی شرکت کا ناپسند ہونا تو ہر زوجہ مطہرہ کو سرکار کی اس درجے محبت تھی کہ ہر ایک طبعی طور پر، نفسیاتی طور پر یہی چاہتی تھی کہ میرے محبوب میں دوسرا شریک نہ ہو۔ اچھا اب دوسرے کے شریک نہ ہونے کا کیا مفہوم تھا یہ نہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ چاہتی ہوں کہ کسی زوجہ مطہرہ کے حقوق ادا نہ ہوں بلکہ وہ یہ چاہتی تھیں کہ جتنا تعلق رسول کریم علیہ السلام کا ہم سے ہے اس سے زیادہ کسی سے نہ ہو۔ اب غور فرمائیں یہ بنیادی نکتہ ہے کہ جتنا قرب ہم سے ہے حضور علیہ السلام کا تو اس سے زیادہ قرب حضور کا اپنی بیویوں میں سے کسی اور سے نہ ہو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی یہی چاہتی تھیں کہ جتنا قرب ہم سے ہے اتنا قرب اور کسی سے نہ ہو اور دوسری بیویاں بھی یہی چاہتی تھیں کہ جتنا قرب حضور علیہ السلام کو ہم سے ہے اس

سے زِیادہ کسی دوسری بیوی کو نہ ہو کیونکہ غیرت کا تقاضا یہی ہے **اَلْغَیْــرَۃُ کَرَاھَۃُ الشِّرْکَۃِ فِی الْمَحْبُوْبِ** کے معنی یہی ہیں کہ جو قرب مجھ کو ہے وہ قرب کسی اور کو نہ ہو اور یہی بات تھی جس نے حضرت **حفصہ** رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا اور حضرت **عائشہ** رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا کو برانگیختہ کیا اور حضور ﷺ نے جو شہد تناول فرمایا یا حضرت **حفصہ** رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا کے یہاں حضرت **ماریہ** رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا حاضر تھیں اور پھر حضرت **حفصہ** رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا نے اُنہیں دیکھ کر غیرت کھائی وہ اسی محبت کی بنیاد پر تھی۔اب آپ یہ فرمائیں کہ **محبتِ رسول کی حقیقت** کیا ہے؟ بتایئے؟ عین ایمان ہے یا نہیں؟ عین اِیمان ہے۔تو اب آپ بتائیں کہ جس چیز کا منشاء عین ایمان ہو جس کی جڑ عین ایمان ہو تو ایمان کی شاخوں میں کفر آ سکتا ہے؟ آپ سوچیں ایمان کی جڑ میں کفر کی شاخ لگ سکتی ہے؟ بھئی گندم کے پودے میں 'جو' کا سٹہ نہیں لگ سکتا ہے اور آم کی گٹھلی کے پودے میں کھجور کا پھل نہیں لگ سکتا تو کیسے ہو سکتا ہے کہ ایمان کی جڑ میں کفر کی شاخ لگ جائے۔ایمان کیا ہے؟ **حُبِّ رسول** ﷺ۔وہ **حُبِّ رسول** حضرت **عائشہ** رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا کے اندر بھی **علیٰ وجہ الکمال** ہے وہی **حُبِّ رسول** حضرت **حفصہ** رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا کے اندر بھی **علیٰ وجہ الکمال** ہے اور وہی **حُبِّ رسول** ہر پاک بیوی کے دل میں ہے اور ہر پاک بیوی اسی تلاش میں رہتی ہے کہ کوئی ایسا موقع ملے کہ مجھے حضور سے کچھ مزید قرب نصیب ہو جائے اور اس کا تقاضا ہے محبت، اس کی بنیاد ہے محبت، اس کی اصل ہے محبت اور محبت عین ایمان ہے۔لہٰذا معلوم ہوا کہ ازواجِ مطہرات نے جو کچھ بھی کیا وہ بتقاضائے ایمان کیا اب آپ یہ کہیں گے کہ......(پہلا سوال اور اس کا جواب):۔

ایسی بات حضور ﷺ کی طرف منسوب کی جو واقعہ کے خلاف تھی یعنی حضور کے دہنِ پاک سے وہ مغفور کی بو تو نہیں آتی تھی تو انہوں نے ایسی بات کہی اور یہ تو میں حدیث آپ کو سنا چکا ہوں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے میری ذات کی طرف وہ بات منسوب کی جو واقعی میں نہیں ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے تو بھئی بعض شارحین نے اور محشین نے بخاری شریف اور دوسرے علماء محدثین نے یہاں تک تو لکھ دیا کہ یہ جو کچھ کہ بات کہی گئی بے شک حضور نے مغفور نہیں کھایا اور حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ گوند جو عُرفُط کے درخت سے بہتا ہے اور جم کر منجمد ہو کر پھر لوگوں کے استعمال میں آجاتا ہے تو حضور علیہ وسلم صلی اللہ نے عُرفُط کے درخت کا وہ گوند واقعی نہیں کھایا تھا اور جب نہیں کھایا تھا تو اس کی تیز بو وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دہنِ پاک سے متعلق نہ تھی اس کے باوجود بھی ان کا یہ کہنا۔ تو بعض علماء نے تو یہ کہہ دیا کہ بے شک یہ بات واقعہ کے مطابق تو نہ تھی مگر کیونکہ یہ محبت رسول کی بنیاد پر کہی گئی لہٰذا اس کا مواخذہ نہیں ہوگا لیکن میں اس پر راضی نہیں ہوں میں اس جواب پر راضی نہیں ہوں میرے نزدیک اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ کیونکہ عُرفُط کے پودے جس کا وہ گوند مغفور کہلاتا ہے عرب میں بکثرت ہوتے تھے اور آپ کو معلوم ہے کہ جو درخت کسی جگہ ہوں شہد کی مکھیاں اسی درخت کی پتیوں کا عرق چوستی ہیں، یہ ٹھیک ہے؟ یہی وجہ ہے کہ مختلف علاقوں کے شہد کی خوشبو مختلف ہوتی ہے اور مختلف علاقوں کے شہد کا مزا بھی مختلف ہوتا ہے بلکہ آپ اس ایک ہی جگہ کو لے لیجیے فرض کیجیے کہ مکھیوں کا جو ایک گھر بنا ہوا ہوتا ہے اگر وہ کسی پھلواری میں ہو اتفاق سے اس کی لذت اور خوشبو بالکل الگ ہوگی اور اگر وہ کسی باغیچے میں ہو تو جس قسم کا باغیچہ ہوگا مثلاً وہ باغیچہ آموں کا ہے تو اس کی خوشبو اور لذت دوسروں سے مختلف ہوگی اگر آپ نے کہیں ایسے باغیچے میں شہد کا چھتہ نکالا کہ جو کینوؤں کا باغیچہ ہے اس کے شہد کی لذت اور خوشبو اوروں سے مختلف ہوگی یہ ایک حقیقت ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا، تو میں عرض کر رہا تھا کہ کیونکہ حجازِ مقدس میں عُرفُط کے پودے بھی کثرت سے ہوتے تھے اور جب وہ شہد کی مکھیاں وہ رس چوستی تھیں تو جو درخت ان کو زیادہ ملتے تھے انہی درختوں کی پتیاں چوسیں گی تو جس درخت کی پتی چوسیں گی آپ بتائیں اس درخت کی خوشبو اور لذت اس کے چوسنے میں آئے گی کہ نہیں آئے گی؟ آئے گی۔ بس تو اب آپ سمجھ گئے بات کو۔ مقصد یہ تھا کہ وہ شہد کی مکھیاں عُرفُط کے پودے پر جا کر بیٹھیں اور یہی بات حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مغفور نہیں کھایا لیکن حضور یہ تو ہو سکتا ہے کہ شہد کی مکھی عُرفُط کے پودے پر جا کر بیٹھی اور وہاں اس نے اس کے پتے کا رَس چوسا تو اس کا اثر تو شہد میں آنا ہوا اور جب شہد میں اس کا اثر آیا اور شہد حضور نے تناول فرمایا تو جتنا خفیف سے خفیف اثر شہد میں آیا ہوگا اتنا ہی اثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دہنِ پاک سے محسوس ہوا ہوگا۔ بس یہ اس کا صحیح جواب ہے کہ اس میں یہ بات

واقعہ کے خلاف نہ تھی واقعہ یہی تھا کہ وہ جو شہد کی مکھیاں تھیں عُرفُط کے پودوں پر جا کر بیٹھتی تھیں ان کے پتوں سے عرق چوستی تھیں عُرفُط کے پتوں کا جو رس ان کے منہ میں جاتا تھا اس سے شہد بنتا تھا تو اس کی لذت اور اس کی خوشبو دونوں اس شہد میں شامل ہوتی تھیں اور جب وہ شہد پینے والا پیتا تھا تو ضرور اس کا اثر اس کے منہ میں محسوس ہوتا تھا مگر وہ اثر شہد کی خوشبو میں شمار ہوتا تھا منہ کی یا دہن کی خوشبو سے یا بدبو سے اس کا تعلق نہیں تھا۔ ایک تو وہ بدبو ہوتی ہے جس کا تعلق کسی کے دہن سے ہو اور ایک وہ خوشبو یا بدبو ہے جس کا تعلق کسی ایسی چیز سے ہو جو آپ نے منہ سے کھائی ہو مثال کے طور پر اگر کسی شخص نے مولی کھائی تو مولی کی بو اس کے منہ سے آئے گی یا نہیں آئے گی؟ لیکن وہ اس کے منہ کی بو نہیں ہے وہ مولی کی بو ہے اسی طرح اگر کسی شخص نے ایک خوشبودار پھل کھایا تو وہ خوشبو اس کے منہ کی نہیں ہے بلکہ اس پھل کی ہے تو حضور علیہ وسلم نے جب شہد تناول فرمایا وہ شہد کون سا تھا؟ جو شہد حاصل کیا گیا تھا عُرفُط کے درخت کے پتوں کو چوس کر اور اس کا مزا، اس کی خوشبو اس میں شامل تھی اور جب سرکار نے اس کو تناول فرمایا تو ممکن نہیں ہے کہ وہ شہد جب تناول کیا گیا تو دہنِ اقدس میں اس کا کوئی اثر نہ پایا جائے تو جو کچھ بھی اثر پایا گیا وہی امرِ واقعہ ہے اور اسی کو بیان کیا جا رہا ہے لہٰذا خلاف واقعہ کوئی بات نہیں ہے اور ازواجِ مطہرات اس بات سے پاک ہیں کہ وہ خلافِ واقعہ بات حضور علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ کی طرف منسوب کریں۔ جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت **حفصہ** سے یہ فرمایا کہ ہم نے حرام کر دیا وہ تو حضرت ماریہ کے بارے میں تھا اور حضرت زینب بنت جحش نے کئی مرتبہ حضور کو شہد پیش کیا مگر پیش ایسے موقع پر کیا جب حضور کے بیٹھنے کا وقت گزر چکا اور جب حضور اٹھنے والے ہوتے تو پھر وہ فوراً لے آتیں اور مقصد یہ تھا کہ اتنی دیر اور بھی سرکار میرے پاس تشریف فرما رہیں اور یہی وجہ تھی جس نے تمام ازواجِ مطہرات کے جذبات کو بھڑکا دیا اور غیرت کا جذبہ ان کے دِل میں پیدا ہو گیا۔

تو اس واقعہ کے بعد جب حضور علیہ وسلم حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے حضور علیہ وسلم جب تک بیٹھے رہے تو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا شہد نہیں لائیں۔ جب حضور چلنے لگے تو لے آئیں اب فرمایا لَا حَاجَةَ لِي مجھے کوئی حاجت نہیں ہے لَقَدْ حَرَّمْنَاهُ ہم نے اس کو

حرام کرلیا حالانکہ **عســل** کے متعلق حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور ﷺ کو شہد بہت ہی مرغوب تھا اور شہد بہت ہی محبوب تھا[1] پھر مقصد کیا تھا؟ مقصد یہ تھا کہ اے ازواجِ مطہرات! چلو یہ شہد ہماری محبوب چیز ہے لیکن جب تم کو اس سے اِسی غیرت کی بناء پر کراہت ہوتی ہے اور تم اس بات کو پسند نہیں کرتیں تو چلو! جس بات کو تم پسند نہیں کرتیں ہم نے اس چیز کو پسند نہیں کیا ہم نے اس کو ترک کر دیا۔ جب حضور ﷺ نے یہ فرمایا تو حضرت **حفصہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا **سبحان اللّٰہ، سبحان اللّٰہ، لَقَدْ حَرَّمْنَاہُ** کیا بات ہوئی! ہم نے تو اس شہد کو حضور ﷺ پر حرام کرادیا اب کیسے زینب کھلائیں گی اور کیسے حضور کو اس طرح زیادہ بٹھائیں گی۔

ازواجِ مطہرات کی خوشنودی کو طلب کرنا اپنی بیویوں کی جائز خوشنودی کو طلب کرنا یعنی یہ کوئی ایسی بات تو نہ تھی کہ جو شرعاً حرام ہو۔ آپ غور فرمائیں بھئی کوئی شرعاً حرام تو نہیں تھی؟ یہ تو ایک حسنِ معاشرت کا پہلو ہوتا ہے اور حسنِ اخلاق کا مظاہرہ ہوتا ہے اور رافت و رحمت کا اظہار ہوتا ہے حضور ﷺ تو مجسم رؤف ہیں، مجسم رحیم ہیں اور حضور ﷺ کے اخلاقِ مبارکہ کی تو کوئی مثال ہی پیش نہیں کر سکتا اور حضور ﷺ کے حسنِ معاشرہ کا تو کوئی تصور کہیں سے لا ہی نہیں سکتا تو ازواجِ مطہرات کی یہ رضا جوئی جو حضور ﷺ نے فرمائی وہ اپنے اخلاقِ کریمانہ کی بناء پر، اپنی رافت کی، اپنی رحمت کی بناء پر اور اس حسنِ معاشرت کی بناء پر کہ جس کو حضور ﷺ نے اسلام کے لیے ایک بنیادی حیثیت عطا فرمائی ہے لہٰذا حضور ﷺ کا اس میں کوئی گناہ نہیں اور ازواجِ مطہرات کا بھی کوئی گناہ نہیں۔ جو کچھ انہوں نے کیا انتہائی غیرت کی بناء پر کیا۔ غیرت کا منشاء محبت ہے اور محبتِ رسول عینِ ایمان ہے۔ اب دوسری بات **ان شاء اللّٰہ** کل کہوں گا اللہ سے دعا کریں اللہ کرم کرے۔ آمین

---

[1] بخاری شریف جلد دوم

الدرس الرابع

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ①

صدق الله مولانا العلی العظیم وصدق رسوله النبی الامین ونحن علی ذلک لمن الشاهدین والشاکرین والحمدلله رب العالمین ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى اِحْسَانِهٖ آج رمضان المبارک کی پانچ تاریخ ہے منگل کا دن ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰه ثم اَلْحَمْدُ لِلّٰه ہم سب روزے سے ہیں اللہ تعالیٰ پورے رمضان شریف کے روزے نصیب فرمائے اللہ تعالیٰ قادر ہے اس کی رحمت بڑی وسیع ہے اسی کی رحمت پر بھروسہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَمَلْجَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

محترم حضرات! سلسلہ کلام کو مسلسل کرنے کے لیے مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ سورۃ التحریم کی شانِ نزول تو میں آپ کے سامنے واضح طور پر ایک دفعہ نہیں بلکہ مکرر بیان کر چکا ہوں جس کا خلاصہ یہ تھا کہ یا تو حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دلجوئی کی خاطر اپنے اوپر حرام فرمالیا یا شہد کو اپنے اوپر حرام فرمالیا۔ اُن ازواجِ مطہرات کی دلجوئی کے لیے جو یہ چاہتی تھیں کہ حضور صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلَّمَ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ اُتنی دیر سے زیادہ نہ ٹھہریں جتنی دیر حضور ﷺ ہمارے پاس ٹھہرتے ہیں، یا تو شہد کو یا حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حرام فرمایا۔ اکثر روایات اور صحیح روایات شہد کے متعلق ہیں۔

حضور سرورِ عالم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلَّمَ کو اللہ تعالیٰ نے جو ظاہری، باطنی، علمی، عملی، جسمانی، روحانی کمالات عطا فرمائے تو حضور ﷺ تو ان کمالات کے پیشِ نظر مجسمہ کمال ہیں مجسمہ جمال ہیں مجسمہ رحمت ہیں مجسمہ رافت ہیں اور حسنِ اخلاق کے الفاظ کے صحیح معنی اگر کوئی تلاش

کرنا چاہے تو کائنات میں نہیں ملیں گے وہ حضور ﷺ کی ذاتِ پاک میں ملیں گے صَلَّى اللّٰهُ تَعالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا اب یہاں سلسلہ کلام کو مسلسل کرنے کے لیے مجھے یہ عرض کرنا تھا کہ یہ جو اختلاف پیدا ہوتا تھا کہ ازواجِ مطہرات نے خلافِ واقع بات حضور ﷺ کی طرف منسوب کی اس کا جواب میں کل دے چکا اور میں نے بتا دیا کہ ازواجِ مطہرات نے کوئی خلافِ واقع بات حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کی ذاتِ مقدسہ کی طرف منسوب نہیں کی بلکہ یہ واقعہ ہے اور یہ حقیقت ہے کہ چونکہ اس علاقے کی شہد کی مکھیاں مغافیر کے درخت سے رس چوستی تھیں اور اس کی بو اور اس کے مزے کا اثر شہد میں ہوتا تھا تو جو بھی شہد پیئے تو ضرور اس شہد سے اس بو کا احساس ہر شخص کو ہوتا تھا لیکن وہ شدت اور تیزی جو رسولِ کریم ﷺ کو ناگوار تھی اور وہ حضور ﷺ کی شان کے لائق نہیں تھی وہ تیزی بو اور مزے میں ہرگز نہیں پائی جاتی تھی اور ازواجِ مطہرات نے تو اس شدت کا ذکر بھی نہیں کیا صرف اتنا ہی کہا اِنَّا نَجِدُ مِنْکَ رِیْحَ مَغَافِیْرَ[1] بس اور یہ ایسی بات تھی کہ جو واقع کے خلاف نہ تھی جب خلافِ واقع نہ تھی تو ازواجِ مطہرات پر سے یہ الزام ہٹ گیا کہ خلافِ واقع بات کو انہوں نے حضور ﷺ کی ذاتِ مقدسہ کی طرف منسوب کیا یہ تو جواب اپنے مقام پر ہو گیا اس کے بعد اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ اے نبی! آپ نے اپنے اوپر اس چیز کو کیوں حرام فرمایا جو اللہ نے آپ کے لیے حلال کی۔ اگر کوئی اس آیت کا مفہوم ظاہر کے مطابق ذہن میں رکھتا ہے جیسا کہ زمخشری نے اس مقام پر بہت زہر اُگلا ہے اور ایسی ہی باتیں زمخشری نے کہی ہیں جو شانِ نبوت اور شانِ عصمت کے قطعاً منافی ہیں اس نے نہایت نامناسب باتیں اِس آیتِ کریمہ کے تحت لکھی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک چیز اللہ نے حرام کی رسول نے اس کو حلال کر لیا اور جو چیز اللہ تعالیٰ نے حلال کی رسول نے اس کو حرام کر لیا اب آپ یہ بتائیں کہ یہ تو بالکل اللہ کی مخالفت ہے کہ اللہ ایک چیز کو ہمارے لیے حلال قرار دیتا ہے اور ہم کہیں کہ نہیں صاحب یہ تو حرام ہے یہ تو اللہ کا مقابلہ ہے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ و عم نوالہٗ کے حکم کی نفی کرنا ہے۔

---

[1] قرطبی۔ سورۃ تحریم

(دوسرا سوال) ایک حلال چیز کو جب ہم کہیں کہ یہ حرام ہے تو حلال ہونا تو اللہ کے حکم سے تھا ہم نے حرام کہہ کر اللہ کے حکم کی نفی کی یا نہیں کی؟

زمخشری کی گفتگو کا خلاصہ اس قسم کا ہے جو بڑا دردناک ہے، بڑا افسوس ناک ہے۔ جو مستشرقین ہیں اور یہود، اسی طرح یہ لادین قسم کے لوگ، لامذہب قسم کے لوگ ہیں انہوں نے تو ایسی باتیں کی تھیں کیونکہ وہ تو اسلام کے بھی دشمن ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے بھی وہ معاند ہیں مگر دکھ اس بات کا ہے کہ اپنے ہی لوگ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور مفسرین کہلاتے ہیں انہوں نے ایسی باتیں کر کے ان مستشرقین کو اور ان معاندینِ اسلام کو تقویت پہنچائی جنہوں نے اس آیت کریمہ کے یہی معنی بیان کئے کہ اللہ نے ایک چیز کو حلال کیا تھا اور رسول نے اس کو حرام کر دیا اور اللہ کی مخالفت کی اور اللہ کے حکم کی نفی کی جس چیز کو اللہ حلال کرے رسول کا فرض یہ ہے کہ اس کو حلال جانے لیکن جو چیز اللہ حلال کرے رسول اس کو حرام کر دیں یہ تو رسول کی شان کے لائق نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اللہ کے حلال کو جو حرام سمجھے یا اللہ کی حلال کی ہوئی کسی چیز کو کوئی شخص حرام سمجھے وہ تو کافر ہے جیسے اللہ کے حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے۔ اللہ نے جس چیز کو حلال کیا اسے حرام سمجھنا یہ بھی تو کفر ہے۔ اللہ نے **میتہ** کو، **دم** کو، **لحم الخنزیر** کو اور **مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہ** (پارہ ۲. البقرۃ ۱۷۳) کو حرام کیا، نہیں کیا؟ بھئی مردار حرام ہے یا نہیں ہے؟ خنزیر حرام ہے یا نہیں؟ اب اگر کوئی یہ کہے نہیں صاحب میں تو سمجھتا ہوں کہ خنزیر حلال ہے وہ کافر ہوگا کہ نہیں ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے **میتہ** کو حرام فرمایا اب کوئی شخص کہے کہ نہیں صاحب میں تو مردار کو حلال سمجھتا ہوں بولیئے! وہ کافر ہوگا یا نہیں ہوگا؟ تو جس طرح اللہ کے حرام کو حلال کہنا کفر ہے اسی طرح اللہ کے حلال کو حرام قرار دینا بھی تو کفر ہے تو اگر اس آیت کا یہ مطلب لیا جائے کہ اللہ نے ایک چیز آپ پر حلال کی اور آپ نے اللہ کی **حِلَّت** کے مقابلے میں اس کو **حُرمَت** کا وصف دے دیا اور اللہ نے جو چیز حلال کی تھی آپ نے اس کو حرام کر دیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ **معاذاللہ** آپ نے کفر کیا تو بتایئے رسول اللہ ﷺ سے کفر ہو سکتا ہے؟ اللہ کے رسول سے کفر ہو سکتا ہے؟ تو یہ کتنا بڑا ظلم ہے کتنی بڑی زیادتی ہے اصل میں بات کو اس نے سمجھا نہیں۔ یہاں **لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ**

اللہُ لَکَ کے یہ معنی نہیں ہیں جو زمخشری نے سمجھے یالامذہب اور بے دین معاندینِ اسلام نے وہ معنی سمجھ کر اسلام اور بانیِ اسلام ﷺ پر اعتراضات کیے یہ بات نہیں ہے اور آیت کا مطلب یہ نہیں ہے۔

آیت کا مطلب میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جب حضور سرور عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ نے اس بات کو محسوس فرمایا کہ مثلاً حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضور ﷺ کے پاس موجود تھیں حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دن میں اور پھر ان کی موجودگی حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو گراں گزری تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن کی گرانی کو دور فرمانے کے لیے، ان کی رضا جوئی کی خاطر، کہ اگرچہ ماریہ قبطیہ میرے لیے حلال ہیں اور اللہ تعالیٰ نے میرے لیے ان کو حلال کیا ہے، میری خوشی اور خوشنودگی اسی میں ہے کہ میں ان کو اپنی زوجہ ہی سمجھوں اور زوجیت ہی کے معاملات ان کے ساتھ برتوں یہی چیز مجھے محبوب ہے لیکن اے حفصہ! چونکہ تمہاری طبیعت پر گرانی ہوئی ہے لہٰذا میں اپنی پسندیدگی کو ایک طرف رکھتا ہوں اور تمہاری رضا جوئی کو میں مقدم رکھتا ہوں جو چیز میری پسندیدہ ہے میں اس کو پسِ پشت رکھے دیتا ہوں اور تمہاری جو رضا جوئی ہے اس کو میں مقدم خیال کرتا ہوں کہ تم راضی رہو، میری پسندیدگی بے شک پس پشت ہو جائے لیکن تمہاری رضامندی وہ برقرار رہے۔ یہ کیا تھا حسنِ معاشرت کا ایک پہلو تھا اب جو حضور ﷺ نے فرمایا ہم ماریہ کو اپنے اوپر حرام کر دیں اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ ماریہ کو اللہ نے حلال کیا تو میں نے اللہ کے مقابلے میں اس کو حرام کر دیا نعوذ باللہ یہ تو مسئلہ بن گیا کہ اگر کسی مباح چیز کو کسی ناراضگی کے اظہار کی بناء پر یا کسی حکمت کی بناء پر کوئی اپنے اوپر حرام کر لے اور یہ کہہ دے کہ مثلاً بھئی گھر میں ایک فرد کو گھر کے دوسرے افراد کے ساتھ کچھ ناراضگی پیدا ہو گئی اور وہ ایک فرد روٹھ گیا اور گھر والوں سے اس نے کہا کہ بھئی روٹی پانی مجھ پر حرام ہے تو یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ کے حلال کو میں نے حرام کر دیا اس کا مطلب ہے کہ میں نہیں کھاؤں گا اب مسئلہ یہ بن گیا کہ جو شخص کسی مباح چیز کو اپنے لیے حرام کہہ دے تو یہ نہیں کہ وہ حرام ہو جائے وہ حلال تو ہے لیکن اس مباح چیز کو، جائز چیز کو اپنے اوپر حرام کرنا یہ ایسا ہے جیسے کسی نے کسی کام کے کرنے یا کسی چیز کے کھانے کی قسم کھالی ہو کہ میں قسم کھاتا ہوں کہ میں یہ چیز نہیں

کھاؤں گا تو کسی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کرنا یہ گویا ایک قسم کی یمین ہے۔ یہ نہیں کہ اللہ کے حلال کو حرام کر دینا اور اللہ کا مقابلہ کرنا نعوذ باللّٰہ بلکہ ایک قسم کی یمین ہے اور یمین کے معنی ہیں قسم۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد آگے فرمایا

تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝۱ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْ

(التحریم آیت ۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ نے تمہاری قسموں کے حلال ہونے کا طریقہ تمہارے لیے بیان فرمادیا **فَرَضَ** بمعنی بَیَّنَ، یا **فَرَضَ** بمعنی شَرَعَ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسموں کے کھولنے کا طریقہ بیان فرمادیا، اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسموں کے کھولنے کو مباح کر دیا، مشروع کر دیا۔ تو اس کا مطلب کیا ہوا؟ مطلب اس کا یہ ہوا آپ غور سے سنیں اور اپنے ذہن کے گوشوں میں اس کو محفوظ رکھیں بلکہ دل کے گوشوں میں۔ مقصد یہ تھا کہ اے محبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ! ازواجِ مطہرات نے جو کوشش کی کہ آپ ماریہ کو ترک فرمادیں یا شہد کو چھوڑ دیں اور وہ اس لیے کہ اُن کو یہ گوارا نہ تھا کہ ایک بیوی کو حضور ﷺ کے ساتھ زیادہ فائدہ اٹھانے کا موقع ملے اور باقی بیویوں کو کچھ کم موقع ملے یہ چیز اُن کو گوارا نہیں تھی تو آپ نے تو اپنے حسنِ اخلاق کی بناء پر ان کی پسندیدہ چیز کو مقدم رکھ لیا اور اپنی ناپسندیدگی کو آپ نے نظر انداز فرمادیا۔ تو یہ ٹھیک ہے کہ آپ مجسمہِ حسنِ اخلاق ہیں لیکن بات کیا ہے؟ بات یہ ہے کہ ازواجِ مطہرات نے جو ایکا کر کے یہ صورت پیدا کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فرمانا پڑ گیا کہ ہم نے ماریہ یا شہد کو اپنے اوپر حرام کر لیا یعنی ہم نہیں کھائیں گے تو یہ ایک قَسم کی قَسم ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ نے فرمایا، اے میرے محبوب! شہد آپ کو پسند ہے۔ اب آپ بتائیں کہ حضور کو شہد بہت پسند تھا یا نہیں تھا؟ اور حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اللہ کے محبوب نے ازواجِ مطہرات کی رضا جوئی کی خاطر اپنی محبوب چیز کو ترک فرمادیا۔ یہ ہوا یا نہیں ہوا؟ اللہ کے محبوب حضور، دیکھو ازواجِ مطہرات کے محبوب ہیں یا نہیں ہیں؟ اسی محبت کی بناء پر تو یہ سارا معاملہ ہوا تھا کیونکہ ازواجِ مطہرات کی محبت یہ برداشت نہیں کرتی تھی کہ ہمیں جو فائدہ حضور ﷺ سے حاصل ہو مثلاً حضور ہمارے پاس تشریف فرما ہوں ہم حضور کا دیدار کریں تو ہمیں جو فائدہ حضور سے حاصل ہو وہ کم

ہو دوسری بیوی کو زیادہ فائدہ حاصل ہو۔ یہ گوارا نہ تھا محبت کی رُو سے۔ اسی لیے تو یہ ساری بات ہوئی۔ تو گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے محبوب! آپ نے ازواجِ مطہرات کی خاطر اپنی محبوب چیز کو ترک فرما دیا جہاں تک آپ کی ذاتِ مقدسہ کا اور ازواجِ مطہرات کی رضا جوئی کا تعلق ہے اور جہاں تک یہ حسنِ معاشرت کا سوال پیدا ہوتا ہے اور جہاں تک حسنِ اخلاق کی بنیادیں اور قدریں قائم ہوتی ہیں وہاں تک تو ظاہر ہے کہ آپ اس کام میں اور اس معاملے میں اور اس فیصلے میں آپ بالکل حق پر ہیں اور آپ نے جو کیا وہ اپنے حسنِ اخلاق کا مظاہرہ فرمایا لیکن اس میں ایک پہلو یہ ہے کہ آپ نے ازواج کی رضا کو مقدم رکھا اور اپنی محبوب چیز کو آپ نے چھوڑ دیا تو اے پیارے حبیب! اگر آپ ازواج کے محبوب ہیں تو ہمارے بھی تو محبوب ہیں تو آپ نے ازواج کی خاطر اپنی محبوب چیز کو ترک فرما دیا تو میں آپ کا محبّ ہوں آپ میرے محبوب ہیں محبّ کو کب گوارا ہے کہ اس کا محبوب کسی کی خاطر اپنی محبوب چیز کو چھوڑ دے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے پیارے محبوب! آپ میرے محبوب ہیں میں آپ کا محبّ ہوں آپ نے ازواج کی رضا جوئی کی خاطر اپنی محبوب چیز کو چھوڑ دیا اور اس بات کی طرف توجہ نہ فرمائی کہ میرا رب جو میرا محبّ ہے وہ میری محبوب چیز کے ترک کرنے کو کیسے گوارا فرمائے گا آپ نے ادھر توجہ نہیں فرمائی پیارے حبیب اگر کچھ ناراضگی ہوگی تو ازواج سے ہوگی مجھ سے تو کوئی ناراضگی نہیں ہے میرے کہنے سے آپ شہد کھا لیجئے قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ اللہ نے فرمایا کہ میرے محبوب اگر کوئی ناراضگی آپ کی ہوگی تو ازواج کے ساتھ ہوگی مجھ سے تو کوئی ناراضگی نہیں ہے تو میرے محبوب! میرے کہنے سے آپ شہد کھا لیجئے کیونکہ قسموں کے حلال ہونے کا جو طریقہ ہے ہم نے اس کو بھی مشروع فرما دیا۔

تو قسموں کے حلال ہونے کا طریقہ کیا ہے؟ اگر کوئی قسم کھائے اور پھر وہی کام کرے تو پھر وہ کفارہ دے دے۔

اب حضور نے کفارہ دیا یا نہیں دیا؟ حضور نے تو اللہ کے فرمان کے مطابق پھر اپنی محبوب چیز کو اختیار فرما لیا کیونکہ اللہ نے جو فرما دیا لیکن حضور ﷺ نے پھر کفارہ دیا یا نہیں دیا؟ تو یہاں دو قول ہیں

ایک قول حسن بصری کا، ایک مُقَاتِل کا۔ مُقَاتِل نے کہا کہ حضور نے کفارے میں ایک غلام آزاد کیا۔

حسن بصری نے کہا کہ حضور ﷺ نے کوئی کفارہ نہیں دیا نہ کوئی غلام آزاد کیا، نہ اور کسی طریقہ سے کفارہ دیا۔

بعض لوگوں نے حسن بصری کے قول کو ترجیح دی اور بعض نے مقاتل کے قول کو ترجیح دی بعض نے کہا واقعی حضور نے کفارہ دیا مقاتل کا قول ہے اور بعض نے کہا حضور نے کوئی کفارہ نہیں دیا حسن بصری کا قول ہے اور

میں کہتا ہوں دونوں ٹھیک ہیں: اگر حضور ﷺ نے کفارہ دیا تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کفارہ جو تھا وہ حِنث کا کفارہ تھا نہیں کیونکہ حِنث تو کہتے ہیں گناہ کو اور حضور ﷺ تو معصوم ہیں پھر یہ کہ حضور ﷺ نے خود تو شہد کھایا بھی نہیں جس چیز کی حضور ﷺ نے قسم فرمائی تھی آپ نے خود تو توڑی بھی نہیں بھئی! کھایا تو اللہ کے حکم سے کھایا تو کفارہ دے تو اللہ دے، حضور ﷺ کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ کفارہ دیں اور اللہ کفارہ سے پاک ہے، اللہ تو کفارے سے پاک ہے تو لہٰذا حقیقتاً حضور ﷺ پر کفارہ نہیں آتا اور اگر بالفرض حضور نے دیا مقاتل کے قول کے مطابق تو اس لیے نہیں دیا کہ وہ حِنث کا کفارہ تھا بلکہ وہ امت کی تعلیم کے لیے دیا کہ اگر قسم کھانے کے بعد پھر وہ کام کرو تو ایسا کرو جیسا میں کر رہا ہوں اور اُمت کی تعلیم کے لیے کیا۔ تو حسن بصری کا قول بھی ٹھیک ہے اور مقاتل کا قول بھی ٹھیک ہے لیکن حضور ﷺ پر کوئی حرف نہیں آتا۔ اب اس کے بعد میں اس بات کو یہاں تک پہنچا کر چھوڑ دیتا ہوں کہ حضور سیدِ عالم تاجدارِ مدنی جناب محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اللہ کی کسی حلال کی ہوئی چیز کو اس طرح حرام نہیں فرمایا کہ اس کی حِلَّت کی نفی فرمادی ہو نعوذباللہ نعوذباللہ۔ حضور ﷺ اس سے پاک ہیں کسی مسلمان کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کی حلت کی نفی کر دے وہ تو پھر خدا کا مدِ مقابل ہو گیا اب اس کے بعد یہ بتاؤں آپ کو کہ حضور سرورِ عالم ﷺ نے جو فرمایا کہ قَدْ حَرَّمْنَاہُ ہم نے شہد کو اپنے اوپر حرام کر لیا اللہ اللہ اس سے پہلے یہ مسئلہ نہیں تھا اس کے بعد یہ مسئلہ پیدا ہو گیا۔ کیا؟ اصل بات یہ ہے کہ حضور ﷺ کی تو ایک ایک ادا سے دین پیدا ہوتا ہے دین کا مرکز حضور

ﷺ ہیں، دین کا منبع حضور ﷺ ہیں، دین کا منشاء حضور ﷺ ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ حضور ﷺ سورج ہیں دین اس سورج کی شعاعیں ہیں حضور ﷺ جو کہیں وہ دین ہے، جو وہ کر کے دکھا دیں وہ دین ہے تو اس سے پہلے یہ مسئلہ نہیں تھا جب حضور ﷺ نے فرمایا شہد کے بارے میں یا ماریہ قبطیہ کے بارے میں کہ قَدْ حَرَّمْنَاهُ ہم نے اس کو حرام کرلیا تو حضور ﷺ کے اس فرمانے سے یہ مسئلہ پیدا ہو گیا کہ اگر کوئی اللہ کی مباح کی ہوئی چیز کو مباح سمجھتے ہوئے کہے کہ میں نے اس کو اپنے اوپر حرام کرلیا تو اس کا یہ کہنا پھر یمین ہو جائے گا اس سے پہلے یہ یمین نہیں ہوتا تھا حضور ﷺ کے اس فرمانے کے بعد وہ یمین ہو گیا قسم ہو گیا کیونکہ حضور ﷺ کی اداؤں کے سانچے میں دین ڈھلتا ہے وہ قسم ہو گئی اور اب قسم توڑنے کا کفارہ لازم آئے گا اُس شخص پر جو کسی مباح چیز کے بارے میں یہ کہے کہ میں نے اِس چیز کو اپنے اوپر حرام کرلیا اور پھر اِس کے بعد اُس کو کھائے یا اُس کو استعمال کرے تو اس کو کفارہ دینا پڑے گا۔ کیوں؟ اس لیے کہ اس کا کسی مباح چیز کو حرام کرنا یہ ایسا ہے جیسا کہ قسم کھانا اور قسم کو توڑنے سے کفارہ لازم آتا ہے لٰہذا کسی حلال چیز کو حرام کہنے کے بعد پھر جب وہ اس کو استعمال کرے گا تو حرام کہنا کیونکہ قسم تھا تو اب اس کو کفارہ دینا ہو گا اور حضور سرور عالم ﷺ کے بارے میں مَیں نے آپ کو حسن بصری کا قول بھی بتا دیا اور مقاتل کا قول بھی بتا دیا اور دونوں کی توجیح بھی آپ کے سامنے پیش کر دی۔ باقی ان شاء اللّٰہ کل اگر زندگی رہی۔

الدرس الخامس

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝۱

صدق اللہ مولانا العلی العظیم وصدق رسولہ النبی الامین ونحن علی ذلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمدللہ رب العالمین ○

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ آج رمضان المبارک کی چھ تاریخ ہے بدھ کا دن ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ثم اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ہم سب روزے سے ہیں اے اللہ تعالیٰ تو نے یہ چھ روزے رکھوائے باقی رمضان شریف کے سب روزے اپنی رحمت سے پورے کروادے اور سب معمولات دستور کے مطابق پورے ہو جائیں اور اے اللہ تو اپنی رحمت سے شرفِ قبولیت بھی عطا فرما۔ آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَمَلْجَنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

محترم حضرات! سورۃ التحریم کی آیاتِ طیبہ سے متعلق جو گفتگو کا آغاز ہوا وہ مسلسل چل رہی ہے اور آج جو بات مجھے کہنی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ ارشاد فرمایا کہ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ اے نبی محترم ﷺ! آپ نے اپنے اوپر اس چیز کو کیوں حرام فرمالیا جو ہم نے آپ کے لیے حلال فرمائی تھی تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ آپ اپنی ازواجِ مطہرات کی رضا جوئی فرماتے ہیں وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝۱ اور اللہ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے پہلے تو مجھے یہ بتانا ہے کہ ازواجِ مطہرات کی رضا جوئی تو سرکار نے ضرور فرمائی لیکن یہ آپ یاد رکھیں کہ ازواجِ مطہرات کی رضا میں کوئی ایسی چیز شامل نہ تھی جو شرع کے خلاف ہو بلکہ ازواجِ مطہرات کی رضا سراپا منحصر تھی رسول اللہ ﷺ کی کمالِ محبت پر۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی عرض کیا کہ ازواجِ مطہرات میں سے ہر پاک بیوی یہ چاہتی تھی کہ رسول اللہ ﷺ سے جو قرب دوسری بیویوں کو حاصل ہو تو ہمارے قرب میں اس سے کوئی کمی نہ ہونے پائے۔ ایک

بیوی سے جوقرب ہوتو دوسری بیوی یہ چاہتی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس بیوی سے کم قرب مجھے حاصل نہ ہواور ہر بیوی اپنا حق سمجھتی تھی۔ وہ ازواجِ مطہرات قیامت تک تمام پیدا ہونے والے مسلمانوں کی مائیں ہیں، محترمات ہیں، وہ مطہرات ہیں اُن کا یہ جذبہ، ان کی یہ رضا، ان کی یہ مرضی، ان کی یہ نیک پاک اور طیب و طاہر خواہش کہ ہم میں سے کسی کو حضور ﷺ کے قرب میں کمی نہ ہو اور ایسا نہ ہو کہ جتنا قرب کسی دوسری بیوی کو حاصل ہے ہمیں اس سے کچھ کم ہو نہیں بلکہ ہمیں جو قرب حضور ﷺ سے حاصل ہو وہ دوسری بیویوں سے کسی حال میں کم نہ ہو۔ یہ ان کی خواہش، یہ ان کی تمنا، یہ ان کی آرزو، یہ ان کی رضا، یہ ان کی مرضی، یہ رسول اللہ ﷺ کے کمالِ محبت پر مبنی تھی اور کمال محبت کے علاوہ جذبۂ غیرت پر بھی مبنی تھی اور جذبۂ غیرت کا تو دارومدار ہی محبت پر ہوتا ہے کیونکہ میں نے غیرت کے معنی جو بیان کئے تھے مجمعِ بحارالانوار میں یہ معنی لکھے ہیں کہ اَلْغَیْرَۃُ کَرَاھَۃُ شِرْکَۃِ الْغَیْرِ فِی الْمَحْبُوْب غیرت کے معنی ہیں اپنے محبوب میں غیر کی شرکت کو ناپسند کرنا۔ یہی الفاظ مجمعِ بحارالانوار میں ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ لغتِ حدیث کی کتابوں میں انہی لغات کے معنی بیان کئے جاتے ہیں کہ جو لغاتِ حدیث میں استعمال ہوتے ہیں۔ تو لفظ غیرت بار بار احادیث میں استعمال ہوا ہے اس لیے لفظِ غیرت کے معنی کتبِ غریب الحدیث میں جو بیان کئے گئے وہ یہ ہیں جو میں نے عرض کیے اَلْغَیْرَۃُ کَرَاھَۃُ شِرْکَۃِ الْغَیْرِ فِی الْمَحْبُوْب غیرت کے معنی ہیں اپنے محبوب میں غیر کی شرکت کو ناپسند کرنا۔ اپنے محبوب میں غیر کی شرکت کی ناپسندیدگی اور محبوب میں شرکتِ غیر کی ناگواری، یہ کیا ہے؟ یہ ہے غیرت اور یہ غیرت ظاہر ہے کہ محبوب سے متعلق ہے اور محبوب جب تک ہوتا ہی نہیں جب تک کہ وہ مرکزِ محبت نہ ہو اور یہ ناگواری یہ کمالِ محبت کی بناء پر پیدا ہوتی ہے جتنی کسی کو کسی سے زیادہ محبت ہوگی اسی قدر اس کے حق میں اس کے اندر غیرت بھی پائی جائے گی مجھے حضرت سیدی شرف الدین بوعلی قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ اشعار یاد آئے جو اسی معنی میں انہوں نے فرمائے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن نہ دہم
گوش را نیز حدیثِ تو شنیدن نہ دہم

وہ فرماتے ہیں کہ میری غیرت کا یہ عالم ہے کہ اگر میرا بس چلے تو میں اِس اپنی آنکھ کو یہ اجازت نہ دوں کہ یہ میرے محبوب کو دیکھے آنکھ کی بجائے میں خود ہی دیکھوں۔

گوش را نیز حدیث تو شنیدن نہ دہم

اور میرا بس چلے تو کانوں کو میں یہ موقع نہ دوں کہ وہ میرے محبوب کی بات سنیں میں خود ہی سنوں کان کون ہوتے ہیں، محبوب کی بات سننے میں یہ کان کی شرکت بھی مجھے گوارا نہیں اور محبوب کا چہرہ دیکھنے میں آنکھ کی شرکت بھی گوارا نہیں۔ آگے ایک جگہ انہوں نے فرمایا

ہدیۂ زلفِ تو گر ملکِ دو عالم بدہند
یعلم اللّٰہ کہ سرِ موئے تو دیدن نہ دہم

فرماتے ہیں کہ اے میرے محبوب! اگر تیری زلف کا ہدیہ دونوں عالم کا ملک بھی کوئی مجھ کو دے اور کہے کہ دونوں عالم لے لو اور محبوب کی زلف دے دو، دنیا بھی آخرت بھی سارے ملک دُنیا و آخرت کے لے لو اور محبوب کی زلف دے دو۔ فرماتے ہیں

یعلم اللّٰہ کہ سرِ موئے تو دیدن نہ دہم

اگر دونوں جہان کے ملک مجھ کو محبوب کی زلف کے ہدیئے میں دیئے جائیں تو یعلم اللّٰہ، یہ یعلم اللّٰہ جو ہے یہ قسم کے معنی میں ہے فرماتے ہیں اللہ جانتا ہے یعنی اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ میں دونوں جہان کے ملکوں کے بدلے میں تیری زلف کا دینا تو درکنار

یعلم اللّٰہ کہ سرِ موئے تو دیدن نہ دہم

خدا کی قسم میں تو کسی کو تیری زلف کے ایک سرے کو دیکھنے بھی نہ دوں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَمَلْجَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

کیا اچھا مقطع فرمایا ہے۔

شرف گر باد وزد بوئے زِ زلفش ببرد
باد را نیز دراں دہر وزیدن نہ دہم

فرماتے ہیں۔ اے شرف الدین بوعلی قلندر! اگر ہوا چلے اور میرے محبوب کی زلف کی بوکو پھیلائے ،تو وہ محبوب کی زلف کی خوشبو تو سب سونگھیں گے تو میری غیرت تو برداشت نہیں کرے گی کہ میرے محبوب کی زلف کی خوشبو اور لوگ سونگھیں، میری غیرت یہ برداشت نہیں کرے گی۔

شرف گر باد وزد بوئے ز زلفش ببرد
باد را نیز دراں دہر وزیدن نہ دہم

تو میرا قابو چلے (بس چلے) تو ہوا کو اس دہر میں چلنے ہی نہ دوں کہ یہ ہوا جب چلتی ہے تو میرے محبوب کی زلف کی خوشبو کو پھیلاتی ہے اور لوگ سونگھتے ہیں تو میری غیرت کب تقاضا کرے کہ میرے محبوب کی زلف کی خوشبو اور لوگ سونگھیں، میری غیرت تو برداشت نہیں کرتی۔ سبحان اللّٰہ!

اب آپ نے اندازہ فرمایا ہوگا کہ غیرت کا کیا مفہوم ہے

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن نہ دہم

ارے میری غیرت کا تو عالم یہ ہے کہ آنکھ کو بھی الگ کردوں اس کو دیکھنے نہ دوں، محبوب کا چہرہ میں خود ہی دیکھوں اور کان کو بھی الگ کردوں کہ تو کون ہوتا ہے میرے محبوب کی بات سننے والا، میں خود ہی سنوں میری غیرت کا یہ عالم ہے کان کی شرکت بھی گوارا نہیں، آنکھ کی شرکت بھی گوارا نہیں۔ سبحان اللّٰہ! تو پتہ چلا کہ اَلْغَیْرَۃُ کَرَاھَۃُ شِرْکَۃِ الْغَیْرِ فِی الْمَحْبُوْبِ غیرت کے معنی ہی یہ ہیں کہ محبوب میں کوئی غیر نہ شریک ہو جائے یہی غیرت ہے اور یہ پیدا ہوتی ہے کمالِ محبت سے۔ تو ازواجِ مطہرات کی غیرت کا تقاضہ یہ تھا، ہر پاک بیوی یہ چاہتی تھی کہ بس حضور ﷺ میرے ہی ہو کر رہیں اسی لیے ازواجِ مطہرات نے یہ تدبیر سوچی کہ حضور ﷺ وہاں شہد پینا چھوڑ دیں یہ غیرت کا جذبہ تھا جس نے ان کو اُبھارا اور وہ جو کچھ بھی بات ہوئی وہ جذبہ غیرت کی بناء پر ہوئی اور جذبہ غیرت کمالِ محبت پر مبنی ہے اور کمالِ محبتِ رسول حقیقتِ ایمان ہے لہٰذا ازواجِ مطہرات کی جو مرضی، جو رضا اور جو خواہش تھی وہ محبتِ رسول پر مبنی تھی اور جو چیز حبِّ رسول پر مبنی ہو اس سے بڑھ کر کوئی نعمت اور کوئی بہتری ہو ہی نہیں سکتی لہٰذا ازواجِ مطہرات کی رضا کو شرع کے خلاف کہنے والے کے منہ پر ہم تُف کرتے ہیں ازواجِ مطہرات کی رضا

ہرگز ہرگز شرع کے خلاف نہ تھی بلکہ وہ تو کمالِ جذبہ محبت وغیرت پر مبنی تھی ازواجِ مطہرات پر کوئی حرف نہیں آتا بلکہ اُن کا کمال ثابت ہوتا ہے اب ایک بات یہ ہے کہ جب ان کی غیرت بھی اچھی تھی اور ان کی غیرت میں شرع کے خلاف کوئی بات نہیں پائی جاتی تھی تو اب اللہ تعالیٰ کا فرمانا کہ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ آپ تو اپنی بیویوں کی رضا جوئی فرما رہے ہیں۔ یہ کیوں فرمایا؟ اس کی وجہ میں کل بتا چکا ہوں وہ کیا؟ وہ یہ ہے کہ اے میرے محبوب! آپ ان کے محبوب ہیں تو ہمارے بھی تو محبوب ہیں ان کی رضا کو آپ نے آگے رکھ لیا اور ہماری رضا کی پرواہی نہیں فرمائی ہماری رضا تو یہ ہے کہ ہمارا محبوب اپنی محبوب چیز کو ترک نہ کرے تو آپ نے ان کی رضا کو آگے رکھ لیا کہ وہ راضی ہو جائیں اور آپ نے اِدھر التفات نہیں فرمایا کہ آپ ہمارے محبوب ہیں اور ہم کو کب گوارا ہے کہ ہمارا محبوب کسی کی خاطر اپنی محبوب چیز کو چھوڑ دے لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ اور یہ حقیقت ہے کہ حضور نبی اکرم تاجدارِ مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جب بھی اس قسم کا معاملہ ہوا ہے۔ جس کو لوگ کیسے کیسے ناپاک لفظوں سے تعبیر کرتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ معاذ اللہ، اللہ نے رسول کو ڈانٹ پلائی اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ

<u>مخاطبت میں عظمت کا اظہار</u>: میں کہتا ہوں جب کسی کو ڈانٹا جائے تو آپ ایمان سے کہیں کہ جس کو ڈانٹا جائے گا تو ڈانٹنے کے وقت جب ہم اس کا نام لیں گے تو کیا اس کا نام کمال اکرام اور کمالِ اعزاز اور کمالِ عظمت کے ساتھ لیں گے؟ بھئی! ڈانٹنے کے لیے کسی کا نام لیا جائے تو اس کے نام کے ساتھ کوئی عظمت کا لفظ نہیں ہوتا بلکہ وہاں تو ناراضگی کے اظہار کے لیے اس کا نام ایسے انداز سے لیا جاتا ہے کہ جس میں اس کی مذمت ظاہر ہو اور نام لے کر عظمت کا اظہار کیا جائے پھر ڈانٹا جائے، یہ کوئی بات نہ ہوئی؟ اگر یہ بات ہوتی جیسے لوگ کہتے ہیں کہ اللہ نے معاذ اللہ ڈانٹ پلائی تو پھر یہ نہ ہوتا کہ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ، کیونکہ النَّبِیُّ سے بڑھ کر تو کوئی عزت کا لفظ جہان میں ہے نہیں مخلوق کے لیے، تو یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ کے لفظ سے ارشاد فرمانا یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ محبوب کی ادنیٰ بے توجہی پر محبت بھرا شکوہ فرما رہا ہے کہ پیارے حبیب! آپ نے اِدھر تو توجہ نہیں فرمائی آپ کی توجہ تو ازواجِ مطہرات کی رضا جوئی کی طرف ہو گئی تو ہماری طرف بھی توجہ فرمائی ہوتی کہ آپ ہمارے محبوب

ہیں اور آپ کی محبوب چیز کا ترک ہونا ہمیں کب گوارا ہے تو یَاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ اے پیارے حبیب! اے محبوب! اے مسند نبوت کو زیب دینے والے محبوب! اے مسند نبوت پر جلوہ گر ہونے والے محبوب! اے کمالاتِ علمیہ اور عملیہ کے ساتھ متصف ہونے والے محبوب! لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ جو چیز اللہ نے آپ کے لیے حلال فرمائی آپ کسی کے لیے اس کو اپنے اوپر کیوں حرام فرماتے ہیں کیونکہ آپ کی محبوب چیز کا آپ سے چھوٹنا یہ آپ کی تکلیف کا باعث ہے اور ہمیں آپ کی تکلیف کب گوارہ ہے۔ آپ کو ازواجِ مطہرات کی تکلیف گوارا نہیں ہے ہمیں آپ کی تکلیف گوارا نہیں ہے آپ قرآن کریم میں رسول کریم سید عالم ﷺ کے عتاب کے مسئلے پر غور کریں تو ہر جگہ آپ کو یہی صورت ملے گی۔ اٹھارہ[۱] آیتیں میں نے جمع کی ہیں جن میں عتاب کا مفہوم ہے اور پھر اس عتاب پر میں نے لغتِ عرب سے کلام کیا ہے اور قرآن و حدیث کی روشنی میں مَیں نے اس کی وضاحت کی ہے اس میں ایک آیت یہ بھی شامل ہے یَاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ بہر حال خیر اب وہ تفسیر کی باتیں تو میں یہاں بیان نہیں کر سکتا وہ تو خاص اہلِ علم حضرات کے لیے ہیں اور آپ جتنے بھی میرے احباب ہیں سب بے شک اہلِ علم ہیں لیکن آپ کو تفسیر کے علوم سے ذوق نہیں ہے اس لیے اگر میں ان تمام چیزوں کو بیان کروں تو وہ آپ کے لیے ایک چیستاں بن کر رہ جائے گا تو اس لیے جو بات آپ کے کام کی تھی وہ میں نے کہہ دی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَمَلْجٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

اب یہ بات واضح ہو کر سامنے آ گئی کہ ازواجِ مطہرات کی رضا جو تھی بے شک حضور ﷺ نے اس کو تلاش فرمایا لیکن ان کی رضا میں کوئی عمل خلافِ شرع نہ تھا بلکہ ان کی رضا کا مدار حضور ﷺ کی محبت اور غیرت تھی اور یہاں جو اللہ تعالیٰ نے محبت بھرا شکوہ فرمایا وہ اس بنا پر تھا کہ آپ نے اُن کی رضا جوئی کا تو لحاظ فرما لیا اور ہماری طرف توجہ نہ فرمائی۔ ہم آپ کے محبّ ہیں اور جب آپ اپنی محبوب چیز کو چھوڑیں گے تو آپ کی وہ تکلیف ہم سے کب گوارا ہو گی اس لیے ہم آپ کو فرماتے ہیں کہ آپ نے قسم کھا لی کہ ہم

[۱]: اس کی مزید بحث تفصیل التبیان پارہ اول صفحہ ۳۲ پر ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

شہد نہیں کھائیں گے تو ارشاد فرمایا قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ (آیت ۲۔ التحریم) محبوب قسم کھالی تو کوئی بات نہیں ہے، ہم نے قسم کھولنے کا راستہ مقرر کر دیا ہے اور اس کا طریقہ بیان کر دیا ہے اور آپ تو امت کے پیشوا ہیں آپ جو کچھ بھی کریں گے وہی دین بن جائے گا آپ کی اداؤں کے سانچے میں ہی تو دین ڈھلتا ہے آپ کسی چیز کے نہ کھانے کی قسم کھالیں وہ یمین ہوگئی کیونکہ آپ کا عمل ہے اب اگر آپ کفارہ دے دیں تو یہ اس لیے نہیں کہ آپ معاذ اللہ گناہ گار تھے لہٰذا گناہ کے بدلے میں کفارہ دے دیا، آپ تو معصوم ہیں اگر آپ کفارہ دیں گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ امت کو طریقہ بتائیں گے کہ اگر قسم کھا کر توڑی جائے تو اس کا پھر یہ طریقہ ہے یہ تعلیم امت کے لیے ہے إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا (حدیث نبوی) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اپنی اداؤں سے، اپنے اقوال سے، اپنے افعال سے میں تو دین کی تعلیم دینے کے لیے بھیجا گیا ہوں تو حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ لفظ حَرَّمْنَا فرما کر یہ دین کا مسئلہ بتادیا کہ مباح چیز کو اپنے لیے حرام کہنا یہ قسم ہے اور قسم سے باہر آنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کا کفارہ دے دیا جائے اور امام حسن بصری کا قول میرا ذوق ہے اگرچہ مُقَاتِل کا قول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارہ دیا مگر میرا ذوق قولِ امام حسن بصری ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تو کھایا ہی نہیں وہ تو اللہ نے فرمایا لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ جو بالکل ایسی بات ہے مثال نہیں دیتا سمجھانے کے لیے کہتا ہوں کہ اگر گھر میں کوئی ایک فرد روٹھ کر کہہ دے میں کھانا نہیں کھاتا کھانا مجھ پر حرام ہے تو جو گھر کا بڑا فرد ہے وہ اگر کہے بھئی! اگر تم نے اپنے کسی بھائی بہن سے ناراض ہو کر یہ کہہ دیا کہ میں کھانا نہیں کھاؤں گا تو ناراضگی بہن بھائیوں کی ہوگی میرے سے ناراضگی نہیں ہے میرے کہنے سے کھالو۔ تو آپ کی کوئی بات ہوگی تو ازواجِ مطہرات سے ہوگی ہم سے تو کوئی ناراضگی نہیں ہے تو اے محبوب ہم کہتے ہیں آپ شہد کھالیں۔ کیا مقام ہے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ کچھ نہ سمجھا لوگوں نے۔ اب اس کے بعد ائمہ مجتہدین کے کچھ اختلافات ہیں تو ان کو بیان کرنے کی مجھے ضرورت نہیں ہے وہ حواشی میں آگئے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اگر ایک مباح کو حرام قرار دے دیا جائے تو امام شافعی کا مذہب یہ ہے، امام مالک کا مذہب یہ ہے اور امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے تو اِن اختلافات کو مجھے یہاں بیان کرنے کی حاجت نہیں

ہے۔ میں نے یہاں اتنی بات کہہ دی جو آپ حضرات کے مطلب کی تھی اور آپ سمجھ بھی گئے اب اس کے بعد اگلی بات ازواجِ مطہرات سے متعلق وہ اسی واقعہ کا ایک جز ہے اس کو اگر میں واضح طور پر بیان نہیں کروں گا تو ہوسکتا ہے کہ بعض لوگوں کے دلوں میں پھر کوئی شکوک وشبہات رہ جائیں تو میں تو چاہتا یہ ہوں کہ اللہ کا کلام جب مسلمان کے سامنے آئے ، وہ اس کو سمجھے تو شرح صدر کے ساتھ اس کے مضامین اس کے دل میں بیٹھ جائیں اور کسی قسم کا تردد، شک وشبہ اُس کے ذہن میں پیدا نہ ہونے پائے ان شاء اللہ باقی کلام اللہ نے چاہا تو کل ہوگا اللہ سے دعا کریں۔

الدرس السادس

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ①

صدق الله مولانا العلی العظیم وصدق رسوله النبی الامین ونحن علی ذلک لمن الشاهدین والشاکرین

والحمد لله رب العالمین ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى اِحْسَانِهٖ آج رمضان المبارک کی سات تاریخ ہے جمعرات کا دن ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثم اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ہم سب روزے سے ہیں اے اللہ تونے یہ سات روزے رکھوائے باقی رمضان شریف کے سب روزے پورے کروادے اور سب معمولات دستور کے مطابق پورے ہوجائیں اور اے اللہ تو اپنی رحمت سے شرفِ قبولیت بھی عطا فرما۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَمَلْجَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ① کا رخ ازواجِ مطہرات کی طرف: میں یہ عرض کروں گا کہ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ① کو سامنے رکھنے سے ذہن اس طرف متوجہ ہوتا ہے کہ بھئی کوئی نہ کوئی ایسی بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی ہے جو مغفرت طلب ہے اور رحمت طلب ہے لیکن میں یہ عرض کروں گا کہ ازواجِ مطہرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو طرزِ عمل اختیار کیا تھا تو کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ① کا رخ اس طرف ہو، تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ①۔ ازواجِ مطہرات کی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رضا جوئی فرمائی وہ تو اسی بناء پر کہ ازواجِ مطہرات سے ایک ایسا کام سرزد ہوا ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ و عم نوالہٗ نے اس پر ازواجِ مطہرات کو تنبیہ فرمائی تو یہ کیوں نہیں ہوسکتا کہ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ① کا رخ جو ہے یہ ازواجِ مطہرات کے اس فعل کی طرف کردیا جائے جو کہ اُن

سے سرزد ہوا تو کیا ضروری ہے کہ اس کو حضور ﷺ ہی کی طرف متوجہ کریں، ہاں! اس طرح ہم متوجہ کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جو ازواجِ مطہرات کے اس طرزِ عمل کو بخشے گا وہ اپنے محبوب کے صدقے میں بخشے گا۔

دو وجہ سے، ایک وجہ تو یہ ہے کہ وہ حضور ﷺ کی ازواجِ مطہرات ہیں حضور ﷺ کی نسبت ہے ان سے۔ دوسری بات یہ ہے کہ خود حضور ﷺ نے ان کی رضا جوئی فرمائی ہے تو اب جس بات کو رسول طلب فرمائیں اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ اُس کو رد نہیں فرماتا۔ فرمایا وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ کیونکہ میرے محبوب نے تمہاری یہ رضا جوئی طلب فرمائی لہٰذا میں معاف کرتا ہوں تو یہ دو وجہ سے وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ کی توجیہ اس نوعیت کے ساتھ ہوسکتی ہے اور اگر آپ اس کو اسی پہلے موقف پر رکھیں تب بھی سرکار کی شان اور حضور ﷺ کی عظمت ہی ظاہر ہوتی ہے۔ وہ کیسے؟ وہ یہ کہ اے محبوب کریم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ! ازواجِ مطہرات کے طرزِ عمل سے آپ کو تکلیف پہنچی کیونکہ آپ نے اپنی محبوب چیز کو ترک فرمادیا اپنی محبوب چیز کو ترک کرنا یہ تکلیف کا باعث ہے یا نہیں؟ آپ نے اپنی محبوب چیز کو ترک فرمایا اور ملحوظ رکھا ازواجِ مطہرات کی رضا کو، ان کی رضا کو تو ملحوظ رکھا لیکن ہماری رضا کو بھی تو ملحوظ رکھنا تھا اور ہماری رضا کیا تھی وہ یہی تھی کہ ہم کب گوارا فرماتے ہیں کہ آپ ازواجِ مطہرات کی خاطر اپنی محبوب چیز کو ترک فرمائیں اور تکلیف برداشت فرمائیں آپ کی تکلیف ہمیں گوارہ نہیں تو آپ نے اس پہلو کو ترک فرمایا وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ اب اندازہ فرمائیں کہ اس میں حضور ﷺ کی عظمت وشان کا کتنا بڑا پہلو نکلتا ہے مگر بات یہ ہے کہ سب باتیں ایمان اور محبت کی بنیاد پر قائم ہوتی ہیں جہاں نہ ایمان ہو، نہ محبت ہو وہاں کچھ بھی نہیں۔

حضور ﷺ کو تکلیف پہنچنا یا پہنچانا: اب ایک بات یہ عرض کروں آپ سے کہ ازواجِ مطہرات کے طرزِ عمل سے حضور ﷺ کو تکلیف تو پہنچی کیونکہ اپنی محبوب چیز کو ترک فرمایا اور اپنی محبوب چیز کو ترک کرنا باعث تکلیف ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ازواجِ مطہرات نے حضور ﷺ کو تکلیف پہنچائی اور یادرکھو کہ نبی کو تکلیف پہنچانا تو کفر ہے تو ازواجِ مطہرات نے اپنے طرزِ عمل سے جو حضور ﷺ کو تکلیف پہنچائی تو ازواجِ مطہرات کا کیا حال ہوگا؟

تو اس کے متعلق میں ایک بات کہنا بہت ضروری سمجھتا ہوں اور وہ نقطہ اہلِ علم کے یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ اگر ازواجِ مطہرات نے وہ طرزِ عمل اس مقصد سے اختیار کیا کہ ہم حضور ﷺ کو تکلیف پہنچائیں تو یہ کفر ہے لیکن ازواجِ مطہرات کا یہ مقصد نہیں تھا کہ وہ حضور ﷺ کو تکلیف پہنچائیں وہ تو یہ چاہتی تھیں کہ ہمارے ساتھ حضور ﷺ کا قرب زیادہ سے زیادہ رہے جب مقصد یہ تھا تو اب وہ کفر والا پہلو ختم ہو گیا یہ الگ چیز ہے کہ اُن کے اس طرزِ عمل سے حضور ﷺ کو تکلیف پہنچی لیکن تکلیف پہنچانا ازواجِ مطہرات کا مقصد نہیں تھا اس کی مثال میں دیتا ہوں حدیث میں بھی اس کی ایک مثال آتی ہے اور ہمارے روزمرہ میں بھی اس کی مثالیں موجود ہیں دیکھئے ایک بچہ آپ کو پیارا لگتا ہے اور آپ نے محبت میں اس کو گھٹ کر پیار کیا اب بچے کو تکلیف تو ہوئی لیکن آپ نے اس کو تکلیف پہنچانے کے ارادے سے یہ فعل نہیں کیا تھا آپ نے تو اپنی محبت کے تقاضے کی تکمیل کی ہے اب رہا یہ کہ اس کو تکلیف پہنچی تو یہ آپ کے ارادے میں نہ تھی۔ یہ صحیح ہے یا نہیں بس یوں سمجھ لیجئے کہ ازواجِ مطہرات نے جو یہ طرزِ عمل اختیار کیا ان کے تصور میں بھی یہ بات نہ تھی کہ **معاذ اللہ** ہم حضور ﷺ کو تکلیف پہنچائیں مگر ان کی نیت، ان کے ارادے اور ان کے قصد کے بغیر حضور ﷺ کو اسی طرح تکلیف پہنچ گئی جس طرح پیارے بچے کو پیار کرنے سے اس بچے کو تکلیف پہنچ جاتی ہے مگر پیار کرنے والے کا مقصد اس کو تکلیف پہنچانا نہیں ہوتا اس کی ایک مثال حدیث میں بھی ہے اس حدیث کو اگر تفصیل سے بیان کروں تو اس کی توجیہ میں بھی زیادہ وقت صرف ہوگا اور ہو سکتا ہے کہ اس کا مضمون بھی فوری طور پر ذہن میں نہ آئے اس لیے میں مختصر لفظوں میں مفہوم بیان کر دیتا ہوں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَمَلْجَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

وہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے جب میت قبر میں جاتی ہے تو پھر ہوتا یہ ہے کہ قبر میت کو بھینچتی ہے اور اس کی پسلیاں اِدھر کی اُدھر اور اُدھر کی اِدھر آ جاتی ہیں، اب میت دو حال سے خالی نہیں۔ آپ یہ تو جانتے ہیں کہ ہر انسان، ہر بنی آدم سب کی اصل مٹی ہے **مِنْھَا خَلَقْنٰکُمْ** (پارہ ۱۶ طٰہٰ آیت ۵۵) اصل تو مٹی ہے اور جو چیز اصل ہوتی ہے عربی میں اس کو اُم کہتے ہیں تو یوں کہئے کہ مٹی جو ہے وہ

ہماری ماں ہے اب بچہ جب ماں کی گود سے نکل کر باہر چلا جائے اور پھر بہت عرصے کے بعد اس کے پاس واپس آئے تو دو حال سے خالی نہیں ہو گا یا تو وہ عرصہ اس نے ماں کو ناراض کرنے میں، ماں کو تکلیفیں پہنچانے میں لگا یا ایسے ایسے کام کیے کہ ماں کو تکلیف پہنچی ماں ناراض ہوئی یا وہ عرصہ اُس نے اِس حال میں صرف کیا کہ ماں کی رضا جوئی کرتا رہا اور ماں کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتا رہا۔ اگر وہ ماں کی فرمانبرداری کرتے کرتے ماں کی آغوش میں آیا تب بھی ماں اس کو بھینچے گی اور اگر نافرمانی کرتا ہوا آیا تب بھی بھینچے گی مگر نافرمانی کرتا ہوا آیا تو غضبناک ہو کر بھینچے گی اگر فرمانبرداری کرتا ہوا آیا تو محبت کے ساتھ بھینچے گی اور نتیجہ تو دونوں کا ایک ہی ہو گا لیکن اتنی بات میں ضرور عرض کر دوں کہ مؤمن کے لیے جب یہ کیفیت قبر میں ہوتی ہے تو مؤمن کے لیے یہ کیفیت، یہ حیثیت یہ اس کے حق میں مذمت کا باعث نہیں ہوتی بلکہ یہ ایسا ہوتا ہے کہ ماں اپنے بچے کو عرصہ دراز تک اپنے سے جدا کر بیٹھی ہے اور پھر بچہ اس کی خدمت بھی کرتا رہا ہے اور اس کی خیر خیریت بھی معلوم کرتا رہا ہے اور اس کو دعا سلام بھی بھیجتا رہا ہے اور اس کی ہر قسم کی خبر گیری بھی کرتا رہا ہے مگر وہ پچاس، ساٹھ سال تک دور ہی رہا اور اس حالت میں وہ ماں کی خدمت سے غافل نہیں رہا اب جب بچہ آئے گا تو ماں اس کو بڑی محبت کے ساتھ، بڑے پیار کے ساتھ بھینچے گی تو اسے تکلیف تو ہو گی مگر تکلیف پہنچانا مقصود نہیں، مقصود اپنے محبت کے تقاضے کی تکمیل ہے اور اگر وہ ماں کو ناراض کرتا رہا، برا بھلا کہتا رہا اور اس کو تکلیفیں پہنچاتا رہا اور پھر جب اتفاق سے آیا تو ماں اس کو غضبناک ہو کر بھینچے گی اور پھر وہ تکلیف پہنچانا ہی مقصود ہو گا وہ پہلو مذمت کا ہے، یہ پہلو جو ہے یہ تعریف کا پہلو ہے اور مدح کا پہلو ہے۔ تو بہر حال میرے عرض کرنے کا مقصد یہ تھا کہ ازواجِ مطہرات نے جو طرزِ عمل اختیار کیا بے شک اس سے حضور ﷺ کو تکلیف تو ضرور پہنچی مگر ان کا مقصد تکلیف پہنچانا نہ تھا بلکہ اپنی محبت کے تقاضے کو پورا کرنا تھا لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ چونکہ حضور سیدِ عالم ﷺ کا محبّ ہے اللہ تعالیٰ نے اس پہلو کو مُنتَفِی نہیں فرمایا بلکہ اس کو برقرار رکھا اور وہ فقط عظمتِ رسول ﷺ کی خاطر اور فقط اس بنا پر کہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کا محبّ ہے اور حضور ﷺ اللہ کے محبوب ہیں۔ ازواجِ مطہرات کا ارادہ تو نہ تھا کہ حضور ﷺ کو تکلیف پہنچائیں وہ تو اپنی محبت کے تقاضے کی تکمیل میں لگی ہوئی

تھیں لیکن ان کے طرزِ عمل سے حضور علیہ وسلم کو تکلیف پہنچ گئی ایک محبوب چیز کو حضور علیہ وسلم نے چھوڑ دیا تو یہ تکلیف اللہ کو گوارا نہیں تھی تو اللہ تعالیٰ نے پھر ازواجِ مطہرات کی طرف کلام کو پھیر دیا اور اس کی یہ توجیہہ بھی ہوسکتی ہے کہ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ بے شک تم نے ایسا کیا تمہارے طرزِ عمل سے میرے محبوب کو تکلیف پہنچی مگر چونکہ تمہاری غرض اور تمہاری نیت تکلیف پہنچانا نہیں تھی لہٰذا وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ یہ بھی توجیہہ کا ایک پہلو نکلتا ہے۔ لیکن اس کے بعد قَدْ فَرَضَ اللّٰہُ لَکُمْ تَحِلَّۃَ اَیْمَانِکُمْ (التحریم آیت ۲) اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تمہاری قسموں کے کھولنے کا طریقہ بیان کر دیا ہے اور قسموں کے کھولنے کا اور قسم کے کفارے کا طریقہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ المائدۃ میں پہلے بیان فرما دیا اور سورۃ التحریم کی یہ آیت بعد کو نازل ہوئی سورۃ التحریم، سورۃ المائدۃ کے بعد اتری ہے اور قسم کے کفارے کا بیان سورۃ المائدۃ میں پہلے ہو چکا ہے۔

<u>صیغہ مخاطبت کے استعمال میں فرق</u>: آگے ہے۔ وَاللّٰہُ مَوْلٰکُمْ وَھُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ۝ (التحریم ۲) اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہٗ و عم نوالہٗ نے پہلے تو اپنے حبیب کو مخاطب فرمایا یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ (التحریم ۱) اس لیے وہ خطاب کا صیغہ بھی مفرد تھا اور یہاں فرمایا قَدْ فَرَضَ اللّٰہُ لَکُمْ تَحِلَّۃَ اَیْمَانِکُمْ (التحریم ۲) یہاں صیغہ ہے جمع کا تو وہاں صیغہ ہے مفرد کا اور ضمیر ہے مفرد کی، یہاں صیغہ ہے جمع کا اور ضمیر ہے جمع کی۔ ایسا کیوں ہوا؟ ایسا اس لیے ہوا کہ وہ فعلِ رسول ہے اور فعلِ رسول ہی دین میں اصل ہے تو جو میرے رسول نے کیا وہ تمہارے لیے دین کا قانون بن گیا قَدْ فَرَضَ اللّٰہُ لَکُمْ تَحِلَّۃَ اَیْمَانِکُمْ پتہ چلا کہ رسول نے اگر کسی مباح چیز کو اپنے اوپر روک دیا تو ان کا روکنا اس کو اپنے لیے حَرَّمْنَا کا لفظ فرما دینا۔ یہ کیا ہے؟ یہ یمین ہے۔ کیونکہ یہ کام رسول نے کیا تھا تو یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مفرد کا صیغہ تھا اور چونکہ اس کا حکم سب مومنوں کے لیے ہے تَحِلَّۃَ اَیْمَانِکُمْ کیونکہ رسول کی اداؤں کے سانچے میں دین ڈھلتا ہے اب سارے مومنوں کیلئے قیامت تک کے سارے ایمان والوں کے لیے یہ حکم آ گیا اور اس کے بعد پھر اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ نے اب مومنین کو شامل کر کے کلام کو آگے چلایا اور کیوں چلایا؟ اس لیے کہ ازواجِ مطہرات کے طرزِ عمل سے حضور علیہ وسلم کو جو تکلیف پہنچی اس میں

مسلمان بھی تو شامل ہیں آپ بتائیں مومنین شامل ہیں یا نہیں؟ بھئی آپ بتائیں رسول کی تکلیف سے آپ کو تکلیف ہوگی یا نہیں؟ ازواجِ مطہرات نے بے شک تکلیف پہنچانے کا ارادہ نہیں کیا تھا مگر ان کے اس طرزِ عمل سے حضور ﷺ کو تکلیف پہنچی اور جو تکلیف رسول کو پہنچی وہ فقط رسول کو نہیں پہنچی سب مومنوں کو پہنچی ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ تمہارا مولا ہے **مَوْلٰىكُمْ** جمع کی ضمیر فرمائی اور فرمایا کہ ایمان والو! اگر ازواجِ مطہرات کے طرزِ عمل سے تمہارے محبوب کو تکلیف پہنچی جو تمہاری تکلیف ہے تو تکلیف جس کو پہنچے اس کی کوئی مدد بھی تو کی جاتی ہے۔ اللہ فرماتا ہے **وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ** ہم تمہاری مدد کے لیے موجود ہیں۔ آگے فرمایا **وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ** ۝ اور وہ تو بڑے علم والا، بڑی حکمت والا ہے کیونکہ جب تک علم اور حکمت نہ ہو اس وقت تک مدد ہو بھی نہیں سکتی۔ مدد کے لیے علم کی ضرورت ہے، مدد کے لیے حکمت کی ضرورت ہے اگر کوئی کسی کی مدد کے لیے کھڑا ہو جائے اور حکمت کے خلاف کوئی طریقہ اختیار کرے تو وہ بجائے آسانی کے اس کو تو دقت پیدا ہو جائے گی اگر جانے بغیر کوئی کام کرے تو اُلٹا کر بیٹھے گا۔ تو فرمایا اللہ تعالیٰ تو بڑا علم والا اور بڑی حکمت والا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم تمہارے مولا ہیں اور یہ مولا بمعنٰی مددگار ہے لفظ مولا اس سورۃ میں جہاں بھی آیا ہے ہر جگہ لفظِ مولا کا معنی مددگار ہے۔ آگے فرمایا **وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا** (التحریم آیت ۳) اب اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ نے اپنے محبوب سید عالم تاجدار مدنی جناب **احمدِ مجتبیٰ** حضرت **محمدِ مصطفیٰ** صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ کی عظمت کے پرچم لہرانے کے لیے یہ بات ارشاد فرمائی کہ جب نبی محترم ﷺ نے اپنی ازواجِ مطہرات میں سے کسی بیوی کی طرف کوئی راز کی بات فرمائی، بھید کی بات فرمائی وہ بات وہی تھی کہ جب ازواجِ مطہرات نے حضور سیدِ عالم ﷺ کو اس چیز سے محروم کرنا چاہا جو حضور ﷺ کو محبوب تھی تو حضور سیدِ عالم ﷺ نے اس کو ترک بھی فرما دیا مگر اس ترک کے متعلق حضور ﷺ نے ایک راز کا انداز اختیار فرمایا اور بطورِ راز فرمایا کہ اے حفصہ! یا اے عائشہ! میں اس چیز کو اپنے اوپر حرام قرار دیتا ہوں، یہ بات فرمانا یہ ایک راز کے طور پر تھی اور اس کے ساتھ اگلی بات بھی بطورِ راز ہی فرمائی۔ کیا؟ کہ میرے بعد ابوبکر خلیفہ ہوں گے ان کے بعد عمر خلیفہ ہوں گے یہ بھی اس کے ساتھ فرمایا تو پہلا حصہ وہ تھا کہ میں اس کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں اور فرمایا لَا تُخْبِرِىْ کسی کو خبر نہ دے۔ اے عائشہ! اے حفصہ! اس

بات کی کسی کو خبر نہ دینا کہ میں نے اس چیز کو اپنے اوپر حرام کر لیا اور یہ کہ میں نے تم کو یہ بتایا کہ میرے بعد ابوبکر اور ابوبکر کے بعد عمر خلیفہ ہوں گے فرمایا تم اس بات کی کسی کو خبر مت دینا فرمایا یہ میرا ایک راز ہے اور تم اس کو اپنے جی میں رکھو اور میں نے اس چیز کو حرام کر لیا تا کہ تم خوش ہو جاؤ اور تمہاری محبت کا تقاضا پورا ہو جائے بے شک مجھے تکلیف ہو میں برداشت کر لوں گا مگر تمہاری محبت کے تقاضے کو میں پورا کر رہا ہوں تم اس بات کی کسی کو خبر مت کرنا۔ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا (التحریم ۳)

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض بیویوں میں سے ایک بیوی کی طرف ایک بات بطورِ راز فرمائی اب حضرت **حفصہ** رضی اللہ تعالیٰ عنھا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی تھی کہ ہم نے ایک چیز کو اپنے اوپر حرام کر لیا تم کسی کو بتانا نہیں اور پھر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ میرے بعد ابوبکر اور ابوبکر کے بعد عمر خلیفہ ہوں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں باتیں فرمائیں اور فرمایا کسی کو بتانا نہیں حضرت **حفصہ** رضی اللہ تعالیٰ عنھا نے جب یہ سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر اس چیز کو حرام کر لیا کہ جس چیز کے حرام نہ کرنے کی وجہ سے ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب سے محروم تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے التفات اور عنایات کی کمی ہم محسوس کرتے تھے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز کو اپنے اوپر حرام کر لیا تو اب ہم اپنے اس مقصد میں کامیاب ہو گئے جس مقصد کو ہم نے سامنے رکھ کر یہ سلسلہ شروع کیا تھا اور اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو شہد کو یا ماریہ کو اپنے اوپر حرام فرما لیا لہٰذا اب ہم جو دل میں مقصد رکھتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب ہم کو زیادہ نصیب ہو۔ یا ہم سے زیادہ کسی دوسری بیوی کو قرب حاصل نہ ہو تو اس مقصد میں ہم کامیاب ہو گئے اب اس خوشی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت حضرت **حفصہ** رضی اللہ تعالیٰ عنھا کو یاد نہیں رہی اور خوشی میں اتنی پھولیں اور اس قدر سمائیں خوشی میں کہ فوراً حضرت **عائشہ** رضی اللہ تعالیٰ عنھا کو جا کر کہہ دیا اور جب کہہ دیا تو یاد آیا کہ بھئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو منع فرمایا تھا تو ان کو کہا کہ اللہ کے لیے یہ بات کسی کو مت کہنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا تھا، تو اب یہ بات اس وقت ان کو بھول گئی تو اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی کہ پیارے حبیب آپ کا راز تو فاش ہو گیا اب حضرت **حفصہ** رضی اللہ تعالیٰ عنھا نے حضرت **عائشہ** رضی اللہ تعالیٰ عنھا کو دونوں باتیں کہہ دیں مگر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت **حفصہ** رضی اللہ تعالیٰ عنھا کو بلایا اور فرمایا کہ اے **حفصہ** ہمارا راز تم نے فاش کر دیا اور تم نے یہ کہہ دیا کہ ہم نے یہ چیز اپنے اوپر حرام

کرلی بس اتنی بات حضور ﷺ نے فرمائی اور اگلی بات جو فرمائی تھی اس کا ذکر نہیں فرمایا۔ آگے آیت ہے فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ (التحریم آیت ۳) جب حضور کی اس بیوی نے حضور کا راز فاش کر دیا اور دوسری بیوی کو اس کی خبر دے دی اور اللہ نے ان کے راز فاش کرنے کا اظہار اپنے محبوب کے اوپر فرما دیا۔ وَاَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ ۚ تو حضور ﷺ نے بعض بات جو حضور کے راز کی انہوں نے فاش کی تھی وہ تو ان کے سامنے ذکر فرما دی وہ یہی کہ بھئی ہم نے اس چیز کو حرام کیا تھا اور تمہیں بتایا تھا کہ آگے بتانا نہیں لیکن حضور ﷺ نے اگلی بات کا زبانِ اقدس سے ذکر نہیں فرمایا وَاَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ ۚ اس بات سے حضور ﷺ نے اعراض فرمایا اور پہلی بات حضور ﷺ نے فرما دی۔ جب حضور ﷺ نے یہ فرمایا تو حضرت **حفصہ** رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا کے ذہن میں فوراً یہ بات آئی کہ غالباً عائشہ نے حضور ﷺ کو یہ کہا ہوگا کیونکہ میں نے عائشہ ہی کو تو بتایا تھا جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت **حفصہ** رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ تم نے ہمارا راز کھول دیا جبکہ ہم نے منع کیا تھا کہ لَا تُخْبِرِیْ بتانا نہیں کسی کو، تو حضور ﷺ نے اپنی فرمائی ہوئی ایک بات تو ان کے سامنے رکھی کہ فلاں چیز کو ہم نے اپنے اوپر حرام کر لیا لیکن اگلی بات کہ میرے بعد ابو بکر اور ان کے بعد عمر خلیفہ ہوں گے یہ تو حضور ﷺ نے ان کو فرمایا تھا انہوں نے یہ بات بھی بتا دی تھی مگر حضور ﷺ نے جب ان سے شکوہ فرمایا تو پہلی بات کا ذکر فرمایا دوسری بات کا ذکر نہیں فرمایا وَاَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ ۚ تو جب حضور ﷺ نے ان کے سامنے اس بات کا ذکر فرمایا تو حضرت **حفصہ** رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا کو بڑی پریشانی ہوئی اور ان کا ذہن فوراً ادھر گیا کہ میں نے تو یہ بات عائشہ کے سوا کسی کو بتائی ہی نہیں تو ضرور عائشہ نے ہی حضور ﷺ کو بتایا ہوگا حالانکہ میں نے ان کو کہہ بھی دیا تھا کہ لَا تُخْبِرِیْ حضور ﷺ نے مجھے منع کیا تھا تو لہٰذا آپ کسی کو نہ کہیں کہ میں نے یہ راز فاش کیا ہے مگر عائشہ نے پھر بھی کہہ دیا۔ ان کے ذہن میں یہ بات آئی تو حضرت **حفصہ** رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا نے حضور ﷺ سے عرض کیا مَنْ اَنْۢبَاَكَ آپ کو کس نے بتایا؟ ان کا خیال تھا عائشہ نے بتایا ہوگا۔ یہ بات تو نہ تھی حضور ﷺ نے فرمایا نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ ۝ مجھے کسی نے نہیں بتایا مجھے علیم خبیر نے بتایا ہے۔ اب آج تو کلام یہاں تک کرتا ہوں اگلی بات ان شاء اللّٰہ اگر زندگی ہے تو کل عرض کروں گا۔

الدرس السابع

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ①

صدق الله مولانا العلى العظيم وصدق رسوله النبى الامين ونحن على ذلك لمن الشاهدين والشاكرين والحمد لله رب العالمين○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى اِحْسَانِهٖ آج رمضان المبارک کی نو تاریخ ہے ہفتہ کا دن ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰه ثم اَلْحَمْدُ لِلّٰه ہم سب روزے سے ہیں اے اللہ تو نے اپنی رحمت سے نو روزے رکھوا دیئے یہ باقی سب روزے بھی پورے کروا دے الٰہی رمضان شریف کے سب معمولات جیسے ہیں اپنی رحمت سے ان کو درست فرما اور تیری یہ نعمت ایسی عظیم نعمت ہے جس کا ہم شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہیں اور عاجز ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَمَلْجَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

<u>ازواجِ مطہرات نے حضور ﷺ کو تکلیف پہنچائی یا نہیں؟</u> بزرگانِ محترم! سورۃ التحریم کی تفسیر کے ضمن میں کچھ کلمات عرض کر رہا تھا اور وہ کلمات مسلسل چل رہے ہیں اور میں سلسلہ کلام کو مسلسل کرنے کے لیے عرض کروں گا کہ یہ تصور کہ معاذ اللہ ازواجِ مطہرات نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف کوئی سازش کی اور حضور کو اذیت پہنچائی یہ نہایت ہی ناپاک تصور ہے مؤمن کا ذہن اس کو کبھی بھی قبول نہیں کر سکتا جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا کہ اے نبی کی بیویو! اگر تم نے نبی کو ناراض کیا تو یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تم سے بہتر بیوی اپنے نبی کو عطا فرما دے گا (التحریم آیت ۵) تو یہ کیا تھا؟ یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ازواجِ مطہرات کو ایک تنبیہ تھی کہ ان سے کوئی ایسا کام، کوئی ایسا فعل، کوئی ایسا قول سرزد نہ ہو جس سے اگرچہ ان کی نیت تو حضور ﷺ کو تکلیف پہنچانا نہیں لیکن ان کی نیت نہ ہونے کے باوجود بھی حضور ﷺ کو کوئی اذیت پہنچ جائے اور پھر حضور صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلَّمْ

تم سے مفارقت اختیار فرمالیں تو اللہ تعالیٰ تم سے بہتر بیویاں اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائے گا۔ مفارقت کی بات تو میں نے اپنے طور پر کہی قرآن میں نہیں ہے قرآن میں اتنا ہے کہ اگر تم نے نبی کو ناراض کیا تو اللہ تعالیٰ تمہاری بجائے ایسی بیویاں اپنے حبیب کو عطا فرمائے گا جو تم سے بہت بہتر ہوں گی تمام اوصاف میں۔ اچھا اب مجھے یہاں یہ بتائیں کہ یہ اللہ کا وعدہ ہے یا نہیں؟ کہ اگر ازواجِ مطہرات نے نبی ﷺ کو کوئی تکلیف پہنچائی یا انہیں ناراض کیا تو اللہ تعالیٰ ان سے بہتر بیویاں نبی کو عطا فرمائے گا۔ یہ ٹھیک ہے؟ اب آپ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ کا جو وعدہ ہو اور اللہ تعالیٰ قرآن میں جس وعدے کو نازل فرمائے کیا ممکن ہے کہ وہ غلط ہو جائے؟ کیا ممکن ہے کہ وہ وعدہ پورا نہ ہو؟ تو وعدہ تو یہ ہے کہ اگر نبی کی بیویوں نے رسول کو ایذا پہنچائی تو اللہ تعالیٰ نبی کو ان سے بہتر بیویاں عطا فرمادے گا۔ اب اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ حضور ﷺ کی بیویوں نے حضور ﷺ کو اذیت پہنچائی تو پھر اللہ کا وعدہ تو پورا نہ ہوا بھئی اللہ تعالیٰ کا وعدہ تو یہی تھا کہ تمہاری بجائے ہم دوسری بیویاں اپنے نبی کو عطا فرمائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے ان بیویوں کی بجائے اپنے حبیب کو کوئی اور بیویاں عطا فرمائیں یا نہیں؟ بھئی ظاہر ہے کہ نہیں عطا فرمائیں اور جب نہیں فرمائیں تو معلوم ہوا کہ ان بیویوں نے حضور ﷺ کو اذیت پہنچائی ہی نہیں اگر وہ اذیت پہنچاتیں تو وعدہ الٰہیہ کے مطابق یقیناً ان سے بہتر بیویاں اللہ اپنے حبیب کو عطا فرمادیتا لیکن جب ایسا نہیں ہوا تو معلوم ہو گیا کہ ازواجِ مطہرات نے حضور ﷺ کو کوئی تکلیف پہنچائی ہی نہیں۔ یہ بات تو یہیں قرآن کی روشنی میں ختم ہو جاتی ہے اب اس کے بعد یہ کہ حضور ﷺ کو تکلیف تو پہنچی۔ تو اس میں تو شک نہیں کہ حضور ﷺ کو تکلیف تو ضرور پہنچی بھئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شہد کو روک دیا۔ شہد سے اپنے آپ کو بالکل بچالیا اور شہد کھانا حضور نے ترک فرمادیا، حضرت ماریہ قبطیہ کو حضور ﷺ نے اپنے اوپر حرام کرلیا۔ مجھے یہ بتائیں کہ ان چیزوں کو حضور سید عالم ﷺ سے کوئی تعلق تھا یا نہیں تھا؟ بھئی ظاہر ہے تعلق تھا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يُحِبُّ الْعَسَلَ وَالْحَلْوَاءَ (الحدیث)[1] حضور سید عالم ﷺ کوئی میٹھی چیز بنائی ہوئی نہایت پسند فرماتے تھے اور شہد تو حضور ﷺ کو بے حد پسند تھا تو جب شہد بے حد پسند تھا تو پھر؟

---

[1] بخاری شریف۔ ج ۲۔ ص ۸۱۷

بھئی محبتِ رسول سے بڑھ کر کوئی نیکی ہے؟ اور محبتِ رسول کے بغیر تو کوئی نیکی نیکی ہے ہی نہیں اگر کوئی رسول کی محبت دل میں نہیں رکھتا، لاکھ نیکیاں کرتا پھرے وہ نیکی ہے ہی نہیں۔ کلمہ شریف پڑھے وہ بھی نیکی نہیں۔ منافقین کلمہ نہیں پڑھتے تھے؟ قرآن نے نہیں کہا؟ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ﴿۱﴾ (پارہ ۲۸. المنٰفقون ۱) تو حبِّ رسول کے بغیر، محبتِ رسول کے بغیر، الفتِ رسول کے بغیر کوئی کلمہ پڑھتا رہے کچھ کرتا رہے وہ بالکل بے کار ہے۔ تو میں عرض کرر ہا تھا کہ ازواجِ مطہرات نے جو کچھ کیا وہ حضور ﷺ کی محبت کے تقاضے سے کیا۔ ہر بیوی یہی چاہتی تھی کہ حضور ﷺ کا قرب اسے زیادہ رہے یا کم از کم دوسری بیویوں سے میرا قرب کم نہ ہو۔

بولیے! ہر زوجہ کی، ہر منکوحہ کی طبیعت کا ایک نفسیاتی تقاضا ہے یا نہیں ہے؟ یہ تو ازواجِ مطہرات ہیں، رسول کی بیویاں ہیں تو جو رسول کی بیویوں کو یہ نفسیاتی تقاضا اللہ تعالیٰ کی طرف سے لاحق ہوگا اس کی تو ساری بنیاد حبِّ رسول ہوگی اور حبِّ رسول جس چیز کی بنیاد ہو وہ تو بڑی نیکی ہے تو معلوم ہوا کہ ازواجِ مطہرات نے نبی کریم سید عالم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ کو کوئی اذیت نہیں پہنچائی، کوئی تکلیف نہیں پہنچائی، کوئی دکھ نہیں پہنچایا انہوں نے تو اپنا مداوا کیا اور اپنی غیرت کے تقاضوں کو پورا کیا، اپنی محبت کے تقاضوں کو پورا کیا۔ غیرت کی بنیاد محبت اور محبت بنیاد ایمان کی اور ایمان بنیاد تمام نیکیوں کی۔ اگر محبت نہ ہو تو ایمان نہیں اگر ایمان نہ ہو تو کوئی نیکی نیکی ہی نہیں۔ تو یہ ساری باتیں تو محبت رسول پر مبنی تھیں ایسی صورت میں حضور سیدِ عالم ﷺ کو جو تکلیف پہنچی تو ازواجِ مطہرات کے ارادے سے نہیں پہنچی ان کی نیت نہ تھی ان کا قصد نہ تھا ان کی غرض یہ نہ تھی کہ معاذ اللہ حضور ﷺ کو کوئی تکلیف پہنچائیں ان کا مقصد تو یہ تھا کہ ہم اپنی غیرت، الفت و محبت کے تقاضوں کو پورا کریں۔ میں نے آپ کو ایک مثال بھی دی کہ ایک چھوٹا سا پیارا بچہ آپ کے پاس ہو اور آپ کا دِل چاہے کہ میں اُس کو گھٹ کے پیار کروں تو آپ نے اُس کو گھٹ کر پیار کیا۔ بچہ روئے گا، تکلیف ہوگی اُس کو لیکن آپ نے تکلیف پہنچانے کی غرض سے ایسا نہیں کیا۔ آپ نے تو اپنی محبت کا تقاضا پورا کیا۔ ایک مثال حدیث سے بھی پیش

کی ہے کہ جب قبر میں جانے والا.......... اِلٰی آخر. اگر حضور سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ کو شہد کے ترک کرنے یا حضرت ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرنے سے کسی تکلیف کا احساس ہوا تو اس تکلیف کا ارادہ ازواجِ مطہرات نے نہیں کیا تھا۔ معاذ اللّٰہ اُن کا مقصد یہ نہیں تھا کہ ہم حضور کو تکلیف پہنچائیں۔ اُن کا مقصد تو اپنے غیرت و محبت کے تقاضے کی تکمیل تھی اور یہ کمالِ ایمان ہے اور یہ محبتِ رسول کا مقتضا ہے۔ محبتِ رسول بنیاد ہے ایمان کی اور ایمان بنیاد ہے ہر نیکی کی، اگر ایمان نہ ہو تو نیکی نہیں اور اگر محبتِ رسول نہ ہو تو پھر ایمان نہیں۔ تو بات بالکل صاف ہوگئی۔

دو عورتیں کون ہیں جن کا ذکر اس موقع پر آیا؟ اب اس کے بعد یہ بات آپ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ نے ازواجِ مطہرات کو جو تنبیہ فرمائی اور یہ فرمایا اِنْ تَتُوْبَآ اِلَی اللّٰہِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا ۚ (التحریم آیت ۴) تَتُوْبَآ تثنیہ کا صیغہ ہے قُلُوْبُکُمَا کی ضمیر بھی تثنیہ کی ہے، تثنیہ کے معنی دو فرد ہیں اور تَتُوْبَآ یہ مؤنث کا صیغہ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دو عورتیں۔ وہ دو عورتیں کون سی ہیں؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حج سے واپس آرہے تھے جس کے بعد آپ کو شہید کر دیا گیا تو میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو وضو کرا رہا تھا میں نے ان سے پوچھا کہ اے فاروقِ اعظم! اے خلیفۃ الرسول! اے امیر المؤمنین! آپ یہ فرمائیں کہ اِنْ تَتُوْبَآ اِلَی اللّٰہِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا ۚ میں جن دو عورتوں کا ذکر ہے وہ کون ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ عائشہ اور حفصہ ہیں۔ عائشہ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں اور حفصہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں اور یہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیویاں تھیں اور تمام عالمِ اسلام اور سب مسلمانوں کی مائیں ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مَحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ

ازواجِ مطہرات کو توبہ کرنے، اللہ کی طرف رجوع کرنے کا حکم: اب آپ اس بات پر غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا اِنْ تَتُوْبَآ اِلَی اللّٰہِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا ۚ اے عائشہ اور اے حفصہ اگر تم دونوں اللہ کی طرف رجوع کرلو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اِنْ تَتُوْبَآ شرط ہے تو اس

کی جزا محذوف ہے اب شرط کی دلیل فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا کے ساتھ بیان فرمائی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے عائشہ اور اے حفصہ! اگر تم دونوں اللہ کی طرف رجوع کرلو، توبہ کرلو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا تو یقیناً بے شک تمہارے دل ایک طرف کو جھک گئے تم اللہ کی طرف رجوع کرلو اور توبہ کرلو یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا اور یہ توبہ کرنا تمہارے لیے بہتر کیوں ہوگا؟ اس کی دلیل کیا ہے؟ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا اس کی دلیل یہ ہے، اس کی وجہ یہ ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ تم دونوں کے دل ایک طرف کو جھک گئے، ایک طرف کو مائل ہوئے۔ کچھ لوگوں نے اس کا ترجمہ یہ کیا کہ راہِ اعتدال سے ہٹ گئے میں اس ترجمہ پر راضی نہیں ہوں اَلْحَمْدُ لِلّٰه میں نے بھی بِسْمِ اللّٰه سے لے کر والناس تک قرآن کا ترجمہ لکھا ہے مگر میں نے اس مفہوم پر یہ ترجمہ نہیں لکھا اور میں اس ترجمے پر راضی بھی نہیں ہوں اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ اے عائشہ! اے حفصہ! اگر تم دونوں اللہ کی طرف رجوع کرلو، توبہ کرلو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور یہ توبہ کرنا تمہارے لیے بہتر کیوں ہے؟ کیوں توبہ کرلو؟ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا کیونکہ تمہارے دل وہ ایک طرف کو مائل ہوگئے۔

ایک طرف کو مائل ہونے کا کیا مطلب ہے؟ یہ بات آپ غور سے سمجھ لیں اور ان شاء اللہ آپ کا ذہن بالکل صاف ہوجائے گا اصل بات یہ ہے کہ ایک طرف کے لئے دوسری طرف بھی ہونی چاہیے؟ ایک طرف تو جب ہی ہوگی جب کوئی دوسری طرف بھی ہو اصل بات یہ کہ ایک طرف تو خود ازواجِ مطہرات کی غیرت اور محبت کا تقاضا ہے، ہے یا نہیں ہے؟ ان کی محبت، ان کی غیرت یہ ایک طرف ہے کہ اس کو پورا کرنے کے لیے وہ ایسا منصوبہ بنائیں کہ جس منصوبے کی وجہ سے بغیر اس کے کہ ان کا ارادہ ہو حضور ﷺ کو خود بخود تکلیف پہنچے تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہٗ نے فرمایا کہ اے رسول کی بیویو! تمہارا دل تو ایک ہی طرف کو متوجہ ہوگیا کہ تم اپنی محبت و غیرت کے تقاضے کی تکمیل چاہتی ہو بس۔ اسی طرف تمہارا دل متوجہ ہوگیا کہ کچھ بھی ہو تمہاری محبت کا تقاضا پورا ہوجائے، تمہاری غیرت کا تقاضا پورا ہوجائے فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا اور اب وہ محبت کیا؟ وہ محبت ایسی تو نہیں ہے کہ دنیاوی محبت ہو، کسی انسان کی، کسی عورت کی، کسی مرد کی۔ یہ تو محبتِ رسول ﷺ کا مسئلہ ہے اس میں تو شک نہیں ہے کہ یہ

محبتِ رسول فی نفسہٖ اتنا بڑا اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اتنی عظیم نعمت ہے کہ اس کے مقابلے میں تو ہم کسی نعمت کو لا ہی نہیں سکتے لیکن اس کے ساتھ دوسرا پہلو یہ لگا ہوا ہے کہ تم اپنی محبت کے تقاضے کو پورا کرتی ہو تو رسول کو تکلیف ہوتی ہے **فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا** تو تمہاری طبیعتیں، تمہارے دل تو ایک ہی طرف کو جھک گئے اور ایک ہی طرف کو مائل ہو گئے اور وہ طرف کیا ہے؟ کہ تمہاری محبت کا تقاضا پورا ہو جائے صرف اسی طرف تمہارے دل مائل ہو گئے اور دوسری طرف کو تم نے دیکھا ہی نہیں کہ میرے محبوب کو تکلیف ہو رہی ہے۔ آپ غور فرمائیں بالکل اتنی واضح بات ہے کہ اب اگر کوئی اس کا انکار کرتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ معاند ہے۔ دو طرفیں ہیں ایک طرف تو ازواجِ مطہرات کے محبت کے تقاضوں کی تکمیل ہے اور ایک طرف ان کے تقاضوں کی تکمیل کی وجہ سے حضور ﷺ کی تکلیف ہے۔ آپ ایمان سے کہیں کہ جب ازواجِ مطہرات نے آپس میں مشورہ کر کے ہر ایک کو یہ کہا کہ جب تمہارے پاس حضور ﷺ تشریف لائیں تو کہنا حضور آپ نے مغافیر کھایا ہے **اِنَّا نَجِدُ مِنْكَ رِيْحَ مَغَافِيْرَ** سرکار فرمائیں گے میں نے کوئی مغافیر نہیں کھایا پھر تم کہہ دینا سرکار آپ نے مغافیر تو نہیں کھایا لیکن آپ نے زینب کے گھر شہد تو پیا تھا شہد کی مکھی مغافیر کے درخت پر جا بیٹھی ہو گی حضور ﷺ پر بات واضح ہو جائے گی کہ یہ چاہتی ہیں کہ میں شہد نہ پیوں چنانچہ حضور ﷺ نے فرما دیا **لَقَدْ حَرَّمْنَاهُ** ہم نے اس کو حرام کر لیا تم خوش رہو ہمیں تکلیف ہو تو بے شک ہو۔ تو انہوں نے اپنی محبت کے تقاضے کو پورا کر لیا کہ نہیں کر لیا؟ یہ ہے **فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا** کا مفہوم۔ کہ اے نبی کی بیویو! تم نے اپنی محبتِ رسول کے تقاضے کو پورا کر لیا مگر دوسری طرف کو نہیں دیکھا وہ یہ کہ تمہیں راضی کرنے کے لیے کہ زینب کے ہاں رسول ﷺ شہد نہ پئیں حضور ﷺ نے اپنے اوپر شہد حرام فرما لیا اب تو حضور ﷺ کہیں شہد نہیں پئیں گے۔ بھئی جس چیز کو حضور ﷺ نے اپنے اوپر حرام فرما لیا اس چیز کی تو قسم ہو گئی اب جس چیز کی قسم ہو گئی اس پر کہیں بھی عمل نہیں ہو سکتا بھئی جس چیز کے کھانے کی پینے کی قسم کھا لو وہ تو کہیں بھی نہیں کھا سکتے آپ۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی کی بیویو! تم تو فقط اس لیے کہ حضور ﷺ حضرت زینب کے گھر زیادہ دیر بیٹھ گئے اور جب اٹھنے کا وقت آیا تو وہ شہد لے آئیں اور جب وہ شہد لے آئیں تو وہ بیٹھ گئے اور انہوں نے شہد تناول فرمایا۔

لو بھئی ! زینب نے تو کمال کر دیا کہ ہم تو اتنی دیر ٹھہرا نہیں سکتیں اور حضور اتنی دیر ہمارے پاس تو ٹھہرتے نہیں اور ہماری محبت تو تقاضا نہیں کرتی، ہماری غیرت تو برداشت نہیں کرتی کہ جتنی دیر حضور کہیں اور ٹھہریں اس سے کم ہمارے یہاں ٹھہریں، جتنی دیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی دوسری زوجہ کے گھر جلوہ گر ہوں اس سے کم ہمارے پاس جلوہ فرما ہوں تو ہم سے تو یہ برداشت نہیں ہوتا تو تم نے تو اپنی محبت کے تقاضے کی تکمیل کی تو نبی نے تمہاری رضا کے لیے فرما دیا لَقَدْ حَرَّمْنَا ہم نے اپنے اوپر شہد کو حرام کر لیا تو تم نے اپنی محبت کے تقاضے کو سامنے رکھا یہ نہ دیکھا کہ نبی کو تکلیف ہو گی اگر چہ تمہارا ارادہ تکلیف پہنچانا نہیں تھا کیونکہ اگر تمہارا ارادہ تکلیف پہنچانے کا ہو تو تم تو کافر ہو جاؤ۔ نبی کو تکلیف پہنچانا تو کفر ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا اے نبی کی بیویو! اے عائشہ! اے حفصہ! تمہارا دل تو ایک ہی طرف کو جھک گیا ہے تمہیں چاہیے کہ تم اس بات سے توبہ کر لو کہ تم محض اپنی محبت کے تقاضے کو سامنے رکھو اور میرے نبی کی تکلیف کے تصور کو بالکل اُٹھا دو (بھول جاؤ) ایسا نہ کرو۔ اب بتائیں آیت کریمہ کے معنی واضح ہوئے یا نہیں ہوئے؟ آپ اس بات کو سوچیں۔ اللہ نے صاف صاف فرما دیا کہ اے نبی کی بیویو! تمہارے دل تو ایک طرف کو جھک گئے ہیں اور وہ طرف کیا ہے کہ تمہاری محبت کا تقاضا پورا ہو میرے محبوب اپنی محبوب چیز کو ترک کر دیں تو بے شک کر دیں تو تم نے اپنے دل کو ایک ہی طرف کو جھکا لیا تم اپنی محبت کے تقاضے کو بے شک پورا کرو لیکن یہ بھی دیکھو کہ میرے محبوب کو کوئی تکلیف نہ پہنچے اگر چہ تمہارا ارادہ نہیں ہے تکلیف پہنچانے کا، تمہارا ارادہ تو محض اپنی محبت کے تقاضے کی تکمیل ہے لیکن اس انداز سے اپنے تقاضے کو پورا کرنا کہ نبی کو تکلیف ہو ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ (التحریم آیت ۴) اگر تم اللہ کی طرف توبہ کر لو تو تمہارے لیے یہ بہتر ہو گا فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ج تم دونوں کے دل ایک ہی طرف کو جھک گئے ہیں اب یہ کہ راہِ اعتدال سے ہٹ گئے ہیں میں یہ ترجمہ نہیں کروں گا، میں اس سے راضی نہیں ہوں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَمَلْجٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

اب اس کے بعد ہے وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ (التحریم آیت ۴) کہ اے عائشہ اور اے

حفصہ ! اگر تم دونوں اسی طرح ایک دوسرے کی معاونت کرتی رہیں جس طرح ابھی معاونت کی (شہد کے معاملے میں) وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ (التحریم ۴) میرے حبیب پر اسی طرح معاونت کرتی رہیں اور اپنی محبت کے تقاضوں کی تکمیل اور اپنی غیرت کے تقاضوں کی تکمیل میں میرے محبوب کی محبوب چیز کو ترک کرنے کا تم نے خیال نہ کیا اور ان کو تکلیف پہنچنے کا تصور ذہن میں نہ رکھا اور تم ایک دوسرے کی اسی طرح معاونت کرتی رہیں تو کیا ہوگا؟ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ (التحریم آیت ۴) تو اے نبی کی بیویو! سمجھ لو فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ کہ اللہ اپنے نبی کا مددگار ہے وَجِبْرِيْلُ اور جبرائیل بھی مددگار ہے وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ اور جتنے نیک مسلمان ہیں سب ہی نبی کے مددگار ہیں وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝ اور فرمایا اس کے بعد سارے فرشتے میرے نبی کے مددگار ہیں۔ اتنی سی بات پر اللّٰہ اللّٰہ! کس قدر حضور محبوب ہیں اللہ کے۔ اللہ کی محبوبیت حضور ﷺ کے لیے کس مقام پر حاصل ہو چکی ہے کہ اتنی سی بات پر کہ ازواجِ مطہرات نے تو حضور ﷺ کی محبت کی رو میں بہہ کر ایسا کیا مگر اللہ نے فرمایا کہ تم محبت کی رو میں بہہ گئیں یہ نہ دیکھا کہ میرے محبوب کو تکلیف پہنچی اور اگر تم نے اس بات کا خیال نہ کیا تو خوب سمجھ لو اگر تم ایک دوسرے کی معاونت اس قسم کے معاملات میں کرتی رہیں تو میرے حبیب کا مددگار اللہ ہے اور میرے حبیب کا مددگار جبرائیل ہیں اور میرے حبیب کے مددگار تمام صالحین مومنین ہیں اور اس کے بعد تمام فرشتے میرے نبی کے مددگار ہیں اور فرشتے کون ہیں؟ کتنے ہیں؟ کیسے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ (پارہ ۲۹ . المدثر ۳۱) ارے فرشتوں کا یہ حال ہے کہ ان کی تعداد تو اللہ کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں اور سارے فرشتے ہی میرے نبی کے مددگار ہیں۔

اب یہاں کئی باتیں سمجھنے کی ہیں۔ یہ تو حضور ﷺ کی عظمت کے پرچم لہرانے کے لیے اللہ نے فرمایا کہ میرے محبوب کی عظمت کا یہ مقام ہے کہ اے ازواجِ مطہرات! میرے محبوب تو تمہاری دلجوئی فرما رہے ہیں اور وہ تمہاری رضا جوئی میں مشغول ہیں مگر تم نے میرے محبوب کی دلجوئی کی طرف توجہ نہیں کی اور فقط اپنی محبت کے تقاضے کو سامنے رکھ لیا اور یہ نہیں دیکھا کہ محبوب ﷺ اگر شہد ترک فرما دیں گے تو انہیں

اپنی محبوب چیز سے محرومی ہو جائے گی اور یہ تکلیف کا باعث ہو گا اس بات کا تم نے بالکل خیال ہی نہیں کیا اور تمہارے دل ایک ہی طرف کو جھک گئے اور یہ جہت تمہارے سامنے رہی ہی نہیں اگر تم نے یہی طریقہ اختیار رکھا اب چونکہ ان دونوں میں جو مرکزی کردار ہے وہ حضرت عائشہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا حضرت حفصہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا کا ہے بھئی مرکزی کردار حضرت عائشہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا حضرت حفصہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا کا ہے یا نہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنۡ تَتُوۡبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدۡ صَغَتۡ قُلُوۡبُكُمَا ۚ اے عائشہ اور اے حفصہ مرکزی کردار تو تمہارا ہے کہ تم نے حضرت سودہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ اگر حضور ﷺ تمہارے پاس تشریف لائیں تو فوراً کہنا اِنَّا نَجِدُ مِنۡکَ رِیۡحَ مَغَافِیۡر اے صفیہ اگر حضور تمہارے پاس تشریف لائیں تو فوراً کہنا اِنَّا نَجِدُ مِنۡکَ رِیۡحَ مَغَافِیۡر تو سب نے یہ بات طے کرلی۔ یہ مرکزی کردار حضرت عائشہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا حضرت حفصہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا کا تھا اور مقصد ان کا یہ تھا کہ حضور ﷺ وہاں جو شہد تناول فرمانے کے لیے زیادہ دیر بیٹھ جاتے ہیں ہمیں یہ گوارا نہیں ہوتا ہماری محبت یہ کہتی ہے کہ جتنا ہمارے پاس بیٹھیں اتنا ہی وہاں بیٹھیں۔

میں بڑا افسوس کرتا ہوں کہ کچھ لوگوں نے ان آیات کے معنٰی کو بالکل نہیں سمجھا پرائے تو پرائے بعض اپنوں نے بھی نہیں سمجھا غضب تو یہ ہے۔ بہر حال میں نے آپ کو بتا دیا کہ ازواجِ مطہرات کی یہاں مدح کا پہلو اس حیثیت سے نکلتا ہے کہ وہ جو کچھ کر رہی ہیں حبِّ رسول میں کر رہی ہیں اب دوسرا پہلو ایسا تھا کہ حضور ﷺ کو تکلیف ہوئی اللہ نے فرمایا اِنۡ تَظٰهَرَا عَلَيۡهِ اگر تم اس قسم کے معاملے میں ایک دوسرے کی معاونت کرتی رہیں (یعنی جن سے نادانستہ طور پر بھی نبی کو تکلیف ہو) تو خوب سمجھ لو! اللہ اپنے نبی کا مددگار ہے جبرائیل، تمام مؤمنین صالحین مددگار ہیں وَالۡمَلٰۤٮِٕكَةُ بَعۡدَ ذٰلِكَ ظَهِيۡرٌ ۝ سارے فرشتے اس کے بعد مددگار ہیں سبحان اللّٰہ! اب یہاں ایک بات یہ بھی تھی کہ

جب اللہ مددگار ہے تو اللہ کے مددگار ہونے کے بعد کسی اور کے مددگار ہونے کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ یہ بات بھی سوچنے کی ہے بھئی! اللہ کے مددگار ہونے کے بعد کسی اور کے مددگار ہونے کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ نہیں رہتی۔ جب نہیں رہتی تو اللہ کا فرمانا کہ اللہ اپنے محبوب کا

مددگار ہے وَجِبْرِيلُ جبرائیل بھی مددگار ہیں۔ بھئی جب اللہ مددگار ہے تو جبرائیل کی تو ضرورت ہی نہیں ہے وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ اور پھر تمام صالحین مؤمنین نبی کے مددگار ہیں۔ بھئی جب اللہ مددگار ہے تو جبرائیل، صالحین مؤمنین کی کیا ضرورت ہے؟ اے اللہ جب تو مددگار ہے تو پھر جبرائیل کے مددگار ہونے کی ضرورت کیا رہی اور پھر مؤمنین صالحین کے مددگار ہونے کی ضرورت کیا رہی؟ وَالْمَلَٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ فرمایا میرے سارے ملائکہ میرے محبوب کے مددگار ہیں۔ اے اللہ جب تو مددگار ہے پھر تو کسی کے مددگار ہونے کی ضرورت ہے ہی نہیں پھر یہ بات کیا ہے؟ یہ معمہ کیا ہے؟ تو یہ بات آپ سمجھ لیں وہ کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ مددگار تو اللہ ہی ہے لیکن اللہ کی مدد ظاہر ہوتی ہے جبرائیل سے، اللہ کی مدد ظاہر ہوتی ہے وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ سے، اللہ کی مدد ظاہر ہوتی ہے ملائکہ سے۔ کیا مطلب؟ جبرائیل جو کریں گے وہ ان کا کرنا نہیں ہوگا وہ اللہ کی مدد ہوگی، مؤمنین صالحین جو کچھ بھی میرے محبوب کی مدد کریں گے وہ ان کی مدد نہیں ہوگی وہ اللہ کی مدد ہوگی وَالْمَلَٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ اور فرمایا میرے سارے فرشتے جو مدد کریں گے وہ ان کی نہیں ہوگی وہ اللہ کی مدد ہوگی۔

اب ان تمام لوگوں کا منہ کالا ہوگیا جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی کسی کی مدد نہیں کرسکتا۔ ارے ظالمو! جو بھی کرتا ہے وہ اللہ ہی کی مدد ہوتی ہے یہ ایک نکتہ ہے قرآنِ کریم کی تفسیر میں یہ ایک بہترین زرّیں نکتہ ہے آپ کے عقائد کے تحفظ کے لیے۔ اللہ سے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان پر قائم رکھے اللہ سب حضرات کو اپنی رحمتوں سے نوازے، ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا فیض، اللہ کا کرم، اللہ کی رحمتیں آپ پر جاری رہیں۔ یا اللہ تیری بارگاہ میں سرِ نیاز جھکا کر دعا کرتا ہوں، یا اللہ ہم سب کو اپنی رحمتوں سے نواز، تو کریم ہے تو رؤف ہے تو رحیم ہے۔ آمین

الدرس الثامن

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱

صدق الله مولانا العلى العظيم وصدق رسوله النبى الامين ونحن على ذلك لمن الشاهدين والشاكرين والحمدلله رب العالمين ۝

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى اِحْسَانِهٖ آج رمضان المبارک کی دس تاریخ ہے اتوار کا دن ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ہم سب روزے سے ہیں اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ اس نے دس روزے رکھوا دیئے اوران شاء اللہ رب کریم جس نے اپنی رحمت سے دس روزے رکھوا دیئے وہ پورے رمضان کے روزے بھی رکھوائے گا۔ یا اللہ رمضان شریف کے پورے روزے، تراویح، قرآن پاک سننے اور پڑھنے کی توفیق عطا کرے اور رمضان شریف کے جوسب معمولات ہیں اپنی رحمت سے ان کو پایۂ تکمیل تک پہنچا اور شرفِ قبول بھی عطا فرما۔ آمین۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَمَلْجَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ۝۵ (التحریم آیت ۵)

طرزِ تخاطب: محترم حضرات! سورۃ التحریم کی آیاتِ طیبات جن پر رمضان کی پہلی تاریخ سے گفتگو ہو رہی ہے ان کے مطالب اور ان کے مباحث کی طرف میں بعض جگہ اجمال اور بعض جگہ تفصیل سے گفتگو کرتا چلا آرہا ہوں اور میں نے ان مسائل کے کسی پہلو کو چھوڑا نہیں ہے۔ آج جو بات مجھے کہنی ہے وہ یہ ہے کہ لوگوں نے تو یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ التحریم نازل فرما کر اور يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ فرما کر معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ پر ناراضگی کا اظہار فرمایا اور اپنے رسول کو

ڈانٹا اس غلطی پر کہ کیوں اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام کیا یہ بہت بڑی غلطی ہے اللہ نے اس غلطی پر رسول کو ڈانٹا بعض نے تو یہ کہا اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ رسول اکرم سید عالم تاجدار مدنی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو سورۃ التحریم کی ان آیاتِ طیبات میں کس محبت وشفقت اور کس پیار کے ساتھ اپنے محبوب کو خطاب فرمایا درحقیقت لوگوں کے خطابات میں اس کی مثال آپ پیش نہیں کر سکتے جس محبت کے ساتھ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو محبت اور الفت بھرا خطاب فرمایا ہے اس خطاب کی مثال دنیائے خطاب میں آپ کو نہیں ملے گی۔ اب یہ اپنی اپنی سمجھ ہے۔ جو لوگ اس کا ترجمہ کرتے ہیں کہ اللہ نے اپنے رسول کو ڈانٹا تو وہ تو ترجمہ کرتے وقت یہ انداز اختیار کرتے ہیں کہ اے نبی! کیوں تو نے حرام کیا اس چیز کو جو ہم نے تیرے لیے حلال کی تھی وہ گفتگو کا یہی طرز اختیار کرتے ہیں اور ہم چونکہ اس کو دلائل شرعیہ کی روشنی میں اور انہیں آیاتِ طیبات کی روشنی میں یہ سمجھتے ہیں کہ یہ خطاب خطابِ محبت ہے اس لیے ہم اس کا ترجمہ یوں کریں گے یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اے پیارے نبی لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَۚ آپ نے اپنے اوپر اس چیز کو کیوں حرام کر لیا جسے اللہ نے آپ کے لیے حلال کیا تھا تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ آپ اپنی ازواجِ مطہرات کی رضا جوئی فرما رہے ہیں آپ نے ازواجِ مطہرات کی رضا جوئی کرتے ہوئے اپنے اوپر اس چیز کو کیوں حرام فرما لیا جس کو ہم نے آپ کے لیے حلال کیا تھا۔ اب آپ فرمائیں کہ ترجمے کا وہ انداز صحیح ہے یا یہ میرا انداز جو ہے وہ صحیح ہے؟ شاید آپ یہ کہیں بھئی تمہارے پاس دلیل تو کوئی نہیں، بات تو دونوں طرف مساوی ہے۔ لیکن مساوی نہیں ہے، میری بات مدلل ہے اس پر دلیل موجود ہے بلکہ میں یہ عرض کروں گا آپ ذرا سی توجہ فرمائیں اس بات پر کہ اگر کسی کو ڈانٹنا ہو، تو اِیمان سے کہنا کہ اس کے خطاب کے لئے کس قسم کے الفاظ استعمال کئے جائیں گے اگر کسی پر ناراضگی کا اظہار کرنا ہو اس کے لیے عزت، عظمت کے الفاظ استعمال کئے جائیں گے؟ یا مذمت کے الفاظ استعمال بولے جائیں گے؟ آپ اندازہ فرمایئے کہ اگر کسی کی غلطی کی بناء پر اپنی ناراضگی اور برہمی کا اظہار کریں گے تو برہمی اور ناراضگی کے اظہار کے لیے آپ اس کے واسطے تعظیم اور عظمت اور عزت کے الفاظ اختیار نہیں کریں گے بلکہ آپ تو اس کے لیے وہی الفاظ اختیار کریں گے، انہی الفاظ

سے اس کو خطاب کریں گے جس کا وہ اہل ہے، جس کا وہ مستحق ہے جب آپ اس پر ناراض ہورہے ہیں، جب آپ اس پر اپنی ناراضگی اور شدتِ عتاب کا اظہار کررہے ہیں تو پھر خطاب میں آپ وہی الفاظ اختیار کریں گے جس کے وہ لائق ہے، جس کا وہ اہل ہے، جس کا وہ مستحق ہے آپ دیکھئے میں مثال نہیں دیتا میں آپ کو سمجھانے کے طور پر روزمرہ کی بات کرتا ہوں بالفرض آپ کے شاگرد نے آپ کی نافرمانی کی تو آپ اس کی نافرمانی پر چاہتے ہیں کہ آپ اس سے ناراض ہوں اور اپنی ناراضگی کا اظہار اس پر فرمائیں تو آپ مجھے بتائیں کہ کن لفظوں میں آپ اس کو خطاب کریں گے کیا آپ ناراضگی کا اظہار کرنے کے لیے اور اس پر ناراض ہونے کے لیے کیا یہ کہیں گے کہ اے قابلِ احترام، اے معزز، اے میرے محترم شاگرد تو نے یہ کام کیوں کیا؟ آپ یہ بتائیں یہ الفاظ، یہ طرزِ خطاب اس ناراضگی کے اظہار کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے۔ بھئی آپ اس کو ڈانٹ رہے ہیں تو آپ کہیں گے کہ اے بیوقوف کیوں تو نے یہ کام کیا۔ تو آپ اس کے لیے ایسے الفاظ بولیں گے جو اس کی مذمت پر دلالت کرتے ہوں ایسے الفاظ نہیں بولیں گے جو اس کی عزت و عظمت پر دلالت کرتے ہوں۔ ٹھیک ہے یا غلط ہے؟ تو جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے رسول کو ڈانٹ پلائی تو ان کے پاس تو کوئی دلیل نہیں ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ اللہ نے اپنے رسول پر محبت کا اظہار فرمایا میرے پاس دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ کلام کی ابتدا فرماتا ہے یَاَیُّھَا النَّبِیُّ سے۔ آپ مجھے یہ بتائیں کہ ساری دنیا میں اور تمام دنیا کی لغات میں النَّبِیُّ سے زیادہ معزز اور محترم کوئی لفظ ہے؟

اے منصبِ نبوت پر رونق افروز ہونے والے محبوب، کتنی بڑی عزت کا لفظ ہے، کتنی بڑی عظمت کا لفظ ہے، کتنے بڑے احترام کا لفظ ہے اس سے بڑھ کر کیا، اس کے برابر بھی کوئی عظمت اور احترام لفظ آپ مجھے نہیں دکھا سکتے کائنات میں مخلوق کے لیے۔ یہ ٹھیک ہے؟ اگر آپ کے نزدیک یہ وہی بات ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ اللہ نے رسول کو ڈانٹ پلائی تو اس کے لیے تو پھر وہی انداز ہونا چاہیے تھا جو ایک نافرمان شاگرد کے لیے آپ ناراضگی کا اظہار کرتے وقت انداز گفتگو اختیار کرتے ہیں وہی ہونا چاہیے تھا اُو پاگل، او احمق، او بیوقوف، یہ کیا کیا تو نے؟ کہتے ہیں کہ نہیں۔

لیکن اللہ فرماتا ہے اے پیارے نبی! اے منصب نبوت کو زیب دینے والے محبوب! لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ اندازہ فرمائیں کہ یہ انداز، یہ طرزِ کلام یہ میرے دعوے کی دلیل ہے یا اُس کے دعوے کی؟ تو پہلی بات تو آپ اپنے ذہن میں یہ نکتہ رکھ لیں اس کے بعد میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ بظاہر صورتِ عتاب تو یقیناً ہے يَاَيُّهَا النَّبِيُّ میں۔

عتاب عتاب میں فرق: بھئی عتاب عتاب میں فرق ہوتا ہے سمجھانے کے لیے عرض کرتا ہوں۔ اللہ اور اس کے رسول مثال سے پاک ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی زوجہ، ایسی شریکِ حیات، رفیقۂ حیات عطا فرمائی جس کے ساتھ آپ کو اس کی خوبیوں کی بناء پر، اس کے محاسن کی بناء پر اور اس کے محامد کی بناء پر آپ کو اس سے کمال درجہ کی محبت ہے جب کوئی بیوی محاسن سے متصف ہو، محامد اس میں پائے جائیں، خوبیاں اس میں پائی جائیں، تعریف کی باتیں اس میں پائی جائیں، وہ نیک ہو صالحہ ہو، پاک دامن ہو، طیبہ طاہرہ ہو اور حسن و جمال کی پیکر ہو تو اس کے ساتھ جو محبت ہوگی وہ ایک طبعی اور فطری تقاضا ہوگا کہ نہیں یقیناً فطری تقاضا ہوگا اور واقعی وہ محبت کا ایک ایسا مرکز ہوگا (مثال نہیں دیتا فقط بات سمجھاتا ہوں) فرض کیجئے آپ اپنے کاروبار پر چلے گئے، ملازمت پر گئے، دفتر چلے گئے، دکان پر گئے، کسی کام پر گئے اور بیوی کو بیمار چھوڑ کر گئے اٹھنے کے قابل بھی نہیں ہے، بخار چڑھا ہوا ہے، تکلیف میں ہے جب اس نے دیکھا کہ میرے خاوند کے آنے کا وقت آ گیا اور جب وہ آئے گا تو بھوکا ہوگا، پیاسا ہوگا اس کے لیے کھانا سالن، اس کے حسبِ منشاء طعام کا انتظام۔ اب اپنے خاوند کی خدمت کے لیے اس نے کیا کیا کہ اسی حالت میں جبکہ وہ سخت بیمار ہے، بخار میں تپ رہی ہے اور جناب وہ اٹھی گرمی کا زمانہ اور اس نے کیا کیا چولہے میں آگ جلائی اور وہ لکڑیاں جھونک رہی ہے اور منہ اس کا تمتما رہا ہے بخار میں بھن رہی ہے اور وہ اپنے خاوند کے لیے کھانا پکانے میں مصروف ہے اس لیے کہ میرا خاوند آئے گا تو کیا کھائے گا تو اس نے کہا کہ یہ میرا فرض ہے کہ میں اپنے خاوند کے آنے سے پہلے اس کے آنے تک کھانا تیار کرلوں اور جب اس کا خاوند آیا تو اس نے اس حال میں بیوی کو دیکھا تو اب اس وقت اس کی حالت کیا ہوئی، محبت کے تقاضے نے جو اس کو ایک تاثر دیا وہ کیا تاثر تھا؟ وہ تاثر یہ تھا کہ وہ ناراض ہونے

لگا کہ تجھے اپنی حالت پر رحم نہیں آتا تو یہ نہیں دیکھتی کہ تو بخار میں پڑی ہوئی ہے اور تو نے کیوں یہ آگ جلائی اور کیوں تو نے گرمی میں اپنے آپ کو خراب کیا۔ وہ ناراض ہوتا ہے لیکن ایمان سے کہنا کہ اس کا ناراض ہونا اس لیے ہے کہ اس کو ڈانٹ پلائے۔ اس لیے ہے کہ اپنی خفگی کا اور اپنے دل کی ناپسندیدگی کا اظہار کرے یا یہ محبت کا اظہار ہے؟ تو یہ بھی عتاب کا پہلو ہے مگر یہ عتاب کیا ہے؟ یہ عتاب عین محبت کا خطاب ہے، الفاظ عتاب کے ہیں، گفتگو عتاب کی ہے جو شخص ان دونوں کی کیفیت سے واقف نہیں ہے اور جس کو معلوم نہیں ہے کہ یہ بیوی کتنی اچھی ہے اور یہ خاوند کتنی اس کے ساتھ محبت کرتا ہے تو جب وہ آ کر اس کی آواز کو اس کے طرزِ کلام کو، اس کے طرزِ بیان کو محسوس کرے گا تو ممکن ہے کہ وہ یہ سمجھ لے کہ یہ واقعی ناراض ہو رہا ہے لیکن جس کو حقیقتِ حال کا پتہ ہے وہ تو یہی کہے گا کہ اپنی کمالِ محبت کا اظہار کر رہا ہے تو بھئی بات یہ ہے کہ جنہیں حقیقتِ حال کا پتہ نہیں ہے وہ تو یہی کہیں گے۔

اللہ تو بیٹے سے پاک ہے اللہ تو بیوی سے پاک ہے اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ کو اپنے محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ محبت ہے کہ ساری دنیا کی محبتوں کو ایک طرف رکھ دو اور اللہ کو جو اپنے رسول سے محبت ہے وہ ایک طرف رکھ دو کوئی محبت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی اللّٰہ اکبر! اس کی مثالیں بھی قرآن میں موجود ہیں مگر بات یہی ہے کہ

ع سخن شناس نہ ایں دل برا خطا ایں جا است

اس کی مثالیں قرآن میں موجود ہیں بات یہ تھی کہ

غزوہ تبوک کا موقع تھا مؤمنین تو ہمیشہ اس بات کے متلاشی رہتے تھے کہ کب کوئی جہاد کا موقع آئے اور ہم جہاد کی فضیلت حاصل کریں اور شہادت پانے کا کوئی موقع ہم کو نصیب ہو اور منافقین کے اوپر تو جہاد کے نام سے ایک لرزہ طاری ہو جاتا تھا چنانچہ اتفاق ایسا ہوا کہ سب منافقین جمع ہوئے انہوں نے کہا کہ بھئی یہ تو بڑا لمبا سفر ہے، گرمی کا زمانہ ہے، کہاں مدینہ، کہاں تبوک، شام کے علاقے میں، شام کے راستے میں، شام کے قریب تبوک تھا بہت دور کا سفر تھا اور حالت یہ تھی کہ چالیس ہزار دشمن مقابلے میں جمع تھے یا اس سے بھی زائد۔ بہت پریشانی تھی بعض علماء نے کہا کہ لاکھ سے زیادہ فوجیں عیسائیوں

نے جمع کی تھیں اب ان کے مقابلے میں مسلمانوں کا جانا بڑی عجیب بات تھی ۔ اللہ اکبر ایسی بات تھی جن کے دلوں میں ایمان تھا تو سچ کہتا ہوں کہ ان کے لیے تو اس سے بڑھ کر خوشی کا موقع نہیں تھا اور منافقین کا حال ایسا تھا کہ وہ لرزتے تھے ، کانپتے تھے اور ڈرتے تھے کہ پتہ نہیں ہمارا کیا بنے گا تو منافقین جمع ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ان کو کیا پتہ ہے ہم جیسا بھی جا کر عذر بیان کریں گے وہ کہیں گے ٹھیک ہے ان کو پتہ ہی کچھ نہیں ، وہ جانتے بھی کچھ نہیں ہم جو کچھ بھی انہیں جا کر عذر بیان کریں گے وہ کہیں گے ٹھیک ہے ہمارا عذر وہ قبول کرلیں گے تو کچھ لوگوں نے کہا کہ ابھی اگر ہم عذر جا کر پیش کریں تو مسلمانوں کے مقابلے میں تو ہم ذلیل ہو کر رہ جائیں گے مؤمنین مخلصین کے سامنے ۔ تو طے یہ کیا کہ ابھی کچھ بھی مت بولو اتنا بڑا لشکر ہے کون دیکھتا ہے کون شامل ہوا کون نہیں ہوا جب یہ لشکر واپس آئے گا اور پھر ہماری بات سامنے آئے گی تو ہم جا کر عذر بیان کر دیں گے اور جب عذر بیان کر دیں گے انہیں پتہ تو کچھ ہے نہیں جیسے ہم کہیں گے عذر مان لیں گے بات ختم ہو گئی چنانچہ سرورِ عالم ﷺ مدینہ منورہ سے تبوک تشریف لے گئے اور یہ منافقین تو بڑے خبیث تھے ، ڈر کے مارے گئے نہیں جب سرکار واپس تشریف لائے اور تین مؤمن ایسے تھے کہ وہ بھی نہ پہنچ سکے مگر معاذ اللہ وہ نفاق کی بنیاد پر نہیں بلکہ کچھ تھوڑی سی ان سے غفلت ہو گئی پکے مؤمن ، سچے مؤمن ان کے اوپر عتاب نازل ہوا اور پچاس راتیں جو ان پر گزریں بخاری شریف میں اور دوسری کتب احادیث میں ان کا یہ واقعہ موجود ہے مگر اس وقت مجھے ان کے واقعہ سے بحث نہیں ہے اس وقت تو منافقین کی گفتگو پیشِ نظر ہے ۔ جب سرکار تشریف لائے تو یہ حضور ﷺ کی خدمت میں واپس آئے ۔ کسی نے کہا کہ میری بیوی بیمار تھی ، کسی نے کہا میری لڑکی بیمار تھی ، کسی نے کہا حضور میرا بیٹا بیمار تھا ، کسی نے کہا میں خود مر رہا تھا جو جو جھوٹی جھوٹی باتیں تھیں انہوں نے بیان کر دیں حضور ﷺ نے فرمایا جاؤ جاؤ دفع ہو جاؤ اور جو مؤمنین مخلصین رہ گئے تھے مگر وہ نفاق کی بنیاد پر نہیں رہے تھے بلکہ وہ ان کی سستی تھی وہ حاضر ہوئے انہوں نے عرض کیا حضور نہ تو ہم بیمار تھے ، نہ ہم میں کوئی عذر تھا بلکہ ہم تو سستی کی بناء پر رہ گئے تھے فرمایا تمہارا معاملہ ابھی طے نہیں ہوا تم الگ ہو اور وہ الگ ہیں تمہارا مقدمہ اللہ کی طرف سے فیصل ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا ان تین صحابہ کا مقدمہ اللہ کی طرف سے فیصل ہوا قرآن میں

آیتیں نازل ہوئیں اور منافقین کو حضور ﷺ نے جلدی فرمایا کہ جاؤ جاؤ بھاگ جاؤ۔ بات یہ تھی حضور ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں، حضور کریم ہیں، حضور رؤف ہیں، حضور رحیم ہیں۔ حضور ﷺ کے سامنے جب جھوٹے جھوٹے عذر بیان کئے اور وہی ناپاک تصور ذہن میں لے کر جو پہلے پہلے انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے رکھا تھا تو سرکار دو عالم ﷺ کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ اگر یہ لوگ یہیں بیٹھے رہے۔ ایسا نہ ہو کہ رب کی غیرت جوش میں آ جائے اور یہیں بیٹھے بیٹھے ان کی تذلیل ہو جائے اور ایسی آیتیں نازل ہو جائیں اور یہیں بیٹھے بیٹھے ان کا منہ کالا ہو جائے تو حضور ﷺ نے یہ نہیں چاہا کہ یہ یہیں بیٹھے بیٹھے ذلیل وخوار ہوں اور اللہ تعالیٰ ان کی مذمت میں، ان کی برائی میں ایسی آیات نازل فرما دے ان کے منہ کالے ہوں گے تو اس لیے حضور ﷺ نے فرمایا جلدی جاؤ اور دفع ہو جاؤ ایسا نہ ہو کہ تمہارے منہ یہیں کالے ہو جائیں تمہارے میں اس قدر جھوٹ اور مکر وفریب ہے ابھی اس کا کہیں پردہ چاک نہ ہو جائے۔ سرکار نے ان کو دفع فرما دیا وہ چلے گئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ نے یہ آیت نازل فرمائی عَفَا اللّٰهُ عَنکَ لِمَ أَذِنتَ لَهُمْ (پارہ ۱۰ . التوبۃ آیت ۴۳) میرے محبوب اللہ آپ کو معاف فرمائے۔ دیکھو یہاں بھی بات تو ہو گی مگر عَفَا اللّٰهُ عَنکَ یہ پہلے فرمایا اسی لئے تا کہ لوگوں کو یہ پتہ چل جائے کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ اپنے محبوب پر اظہارِ ناراضگی نہیں فرما رہا بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ اظہارِ محبت کے طور پر یہ کلام فرما رہا ہے لِمَ أَذِنتَ لَهُمْ میرے محبوب آپ نے اتنی جلدی ان کو اجازت دے دی، کیوں آپ نے اجازت دی؟ آپ کو ذرا سا تحمل فرمانا چاہئے تھا یہاں تک کہ جو سچے تھے ان کا سچا ہونا سامنے آ جاتا اور جو جھوٹے تھے ان کا جھوٹا ہونا سامنے آ جاتا۔ اللہ آپ کو معاف فرمائے میرے محبوب آپ نے کیوں اتنی جلدی ان کو اجازت دے دی عَفَا اللّٰهُ عَنکَ لِمَ أَذِنتَ لَهُمْ (پارہ ۱۰ . التوبۃ آیت ۴۳) میرے محبوب اللہ آپ کو معاف فرمائے آپ نے کیوں اتنی جلدی اجازت دے دی اجازت دینے میں یہاں تک تأمل فرماتے (حَتّٰی يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِينَ۝) کہ سچوں کا سچا ہونا سامنے آ جاتا اور جھوٹوں کا جھوٹا ہونا سامنے آ جاتا۔ اب یہاں آپ اگر غور فرمائیں تو میں آپ کو سمجھاؤں کہ یہ صورت حال کیا تھی لوگوں نے تو یہی سمجھا کہ حضور ﷺ کو پتہ کچھ نہیں تھا اللہ نے

ناراضگی کا اظہار کر دیا حضور ﷺ نے کیوں ایسی غلطی کی۔ لوگ تو یہی کہتے ہیں اور میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے پیارے محبوب آپ نے ان کو اذن دینے میں جلدی فرمائی ذرا سا آپ تامل فرماتے۔ کیوں؟ اس لیے کہ میں یہ گوارا نہیں کرتا کہ میرے محبوب کے خلاف منصوبے بنانے والے اور میرے محبوب کے حق میں بے ادبی اور گستاخی کے تصورات ذہن میں قائم کرنے والے میرے محبوب کی مجلس سے صحیح وسالم اُٹھ کر چلے جائیں اور ان کے منہ کالے نہ ہوں پہلے نکل جائیں پیارے محبوب اتنا تو توقف فرماتے کہ ان کی موجودگی میں ان کے منہ کالے ہو جاتے۔ اور سرکار نے کیا کیا، حضور یہ جانتے تھے کہ میرے رب کی غیرت جوش میں آ گئی تو معاملہ انتہائی خراب ہو جائے گا حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہیں اپنے سر کی سلامتی چاہیے تو جلدی ابھی ابھی نکل جاؤ ایسا نہ ہو کہ میرے محبّ کی طرف سے انتقام شروع ہو جائے تو پھر تم اس انتقام کی تاب نہیں لا سکو گے۔ تو یہ میرے آقا کی کمالِ رحمت تھی کہ حضور ﷺ نے اس سے پہلے کہ اللہ کی طرف سے انتقام ہو اور ان کے حق میں ان کے جھوٹے ہونے کی آیتیں نازل ہوں اس سے پہلے ہی حضور ﷺ نے ان کو دفع فرما دیا۔

میں مثال نہیں دیتا میں بات کرتا ہوں کہ اگر کسی کے محبوب کو آپ تنہائی میں تکلیف پہنچانا چاہیں اور وہ جانتا ہے کہ میرا محبّ پیچھے آ رہا ہے تو وہ ان کو کہے کہ تم اگر اپنا سر سلامت چاہتے ہو تو ابھی جلدی سے نکل جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ میرا محبّ آ جائے اور تمہارا کام یہیں پر تمام ہو جائے تو اس کو وہ محبوب بچا رہا ہے یہ بھی اس کی جمالِ محبوبیت کی دلیل ہے تو حضور سیدِ عالم ﷺ نے منافقین کو فرمایا کہ جلدی سے نکل جاؤ ایسا نہ ہو کہ تمہاری موجودگی میں تمہاری مذمت کی آیتیں نازل ہو جائیں اور میرے محبّ، ربِ کریم غفور رحیم کی غیرت جوش میں آ جائے اور تمہاری روسیاہی نازل ہو جائے جلدی نکل جاؤ اللہ فرماتا ہے لِمَ أَذِنتَ لَهُمْ میرے محبوب اتنا جلدی آپ نے کیوں اذن دے دیا۔

وہی بات حضرت عبد اللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ بار بار حضور ﷺ کی خدمت میں آتے تھے اور کیوں آتے تھے؟ سرکار کے حسن و جمال کو اپنے سینے میں لے کر آتے تھے، کیوں؟ اس لیے کہ حضور مُزَکِّی ہیں اللہ نے فرمایا لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ

اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ (پارہ ۴ آلِ عمران آیت ۱۶۴) یُزَکِّی کا فاعل کون ہے؟ رسول ہیں یا نہیں؟ اور جو یُزَکِّی کا فاعل ہوگا تو وہ مُزَکّٰی ہوگا کہ نہیں ہوگا؟ تو میرے آقا مُزَکّٰی ہوئے کہ نہیں؟ جب حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ سرکار کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور سرکار کے حسنِ تزکیہ سے وہ حسن و جمال پاتے تھے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے حسنِ تزکیہ کو لے کر پھر واپس چلے جاتے تھے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسنِ تزکیہ کو مزید حاصل کرنے کے لیے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوجاتے تھے یہاں تک کہ سرکار کے حسنِ تزکیہ نے ان کو واقعی ایسا پاک کردیا کہ اب وہ اس لیے حاضر ہوئے کہ سرکار کی بارگاہ میں آپ کے دستِ اقدس پر مشرف بہ اسلام ہوجائیں اور یہ ایسے وقت پر آئے کہ جب قریش کے کچھ بڑے بڑے سردار آئے ہوئے تھے اگر وہ مسلمان ہوجاتے تو ان کے ماتحت ہزاروں آدمی مسلمان ہوجاتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو تبلیغ فرمارہے تھے اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ میں بیٹھے رہے اب تبلیغ تو کافروں کے بڑے بڑے صنادید (سرداروں) کو ہورہی تھی تو عبداللہ ابن ام مکتوم نے اس حقیقت کو سمجھا نہیں تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں اثنائے کلام بار بار بول اٹھے تو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِدھر توجہ نہیں فرمائی، کدھر؟ کہ یہ فوری طور پر یہ جو دخل دے رہے ہیں اور یہ میرے حسن و جمال کے انوار و برکات کو اور میرے حسنِ تزکیہ کو لے کر میری بارگاہ میں حاضر ہیں مشرف بہ اسلام ہونے کے لیے، تو سرکار نے ادھر توجہ نہیں فرمائی اور سرکار اُدھر متوجہ رہے کہ اگر یہ لوگ نکل گئے تو پھر تبلیغ کا موقع ملے یا نہ ملے میں اپنا فرض پورا کردوں اور اِن کو صحیح معنی میں تبلیغ کردوں۔ تبلیغ کس بات کی کررہے تھے؟ دین کی تبلیغ کررہے تھے۔ اب آپ سے پوچھتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد کیا تھا؟ یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ (پارہ ۶ المائدۃ ایت ۶۷) ارے! مقصدِ بعثت تو تبلیغ تھا اور جو مقصد تھا اسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پورا فرمارہے تھے۔ اب درمیان میں عبداللہ ابن ام مکتوم بول اٹھے تو یہ غلطی تو عبداللہ ابن ام مکتوم کی تھی کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اثنائے کلام میں کلام کیا، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلطی نہ تھی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حکم کی تعمیل میں لگے ہوئے تھے کیونکہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو حکم یہی تھا کہ یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ط وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَہٗ ط (پارہ ۶ المائدۃ آیت ۶۷) آپ تو تبلیغ فرمائیں اگر آپ

نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اپنی رسالت کے فرائض کو کہاں انجام دیا، تو حضور ﷺ تو فرائض رسالت کو انجام دے رہے ہیں یا نہیں؟ اور عبداللہ ابن ام مکتوم درمیان میں بول رہے ہیں، حضور ﷺ کے کلام کو قطع کررہے ہیں وہ بھی اپنے جوش میں ہیں کہ مجھے کب موقع ملے کہ میں مشرف بہ اسلام ہوؤں۔ سبحان اللّٰہ، اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدۂ ملاحظہ فرمارہا ہے اپنے حبیب کی شان کو بھی، عبداللہ ابن ام مکتوم کو بھی، اُن صنادیدِ قریش کو بھی، مکہ کے کافروں کو جن میں سرکار تبلیغ فرمارہے ہیں۔ اللہ دیکھ رہا ہے کہ اِن کافروں کے اندر تو ایمان کو قبول کرنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے میرے محبوب تو اپنا فرض انجام دے رہے ہیں رسالت کا جو منصب ہے اس کو پورا فرمارہے ہیں ان (کافروں) کے اندر تو کوئی ایمان قبول کرنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے اور اُدھر اُن (عبداللہ ابن ام مکتوم) کے اندر تو ایمان اور اسلام اور تزکیہ کا جام چھلک رہا ہے جیسے لبریز ہو کر ابھی چھلکا۔ تو ادھر تو عبداللہ ابن ام مکتوم کا جامِ تزکیہ چھلک رہا ہے اُدھر ان بے ایمانوں کے اندر ایمان قبول کرنے کی ذرہ برابر صلاحیت نہیں ہے اِدھر اللہ کے محبوب ﷺ اپنے منصب رسالت کی تکمیل میں پوری طرح مشغول ہیں۔ یہ منظر آپ اپنی نگاہوں کے سامنے رکھئے۔ اللہ تبارک تعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ کیونکہ وہ تو **عالم الغیب و الشهادة** ہے حاضر وناظر ہے سب حقیقتوں کو، ظاہر وباطن سب کو دیکھ رہا ہے۔ **اللّٰہ اکبر!** اِدھر عبداللہ ابن امِ مکتوم بے چین ہیں کہ کب مجھے موقع ملے میں مشرف بہ اسلام ہوؤں اِدھر حضور ﷺ نہایت ہی متوجہ ہیں کہ کس طرح میں اپنے منصبِ رسالت کو پورا کروں۔ **اللّٰہ اکبر**، یہاں تک کہ سرکار ان کو تبلیغ فرماتے رہے اور عبداللہ ابن امِ مکتوم انتظار کرتے کرتے چلے گئے جب وہ چلے گئے تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی۔ **عَبَسَ وَتَوَلّٰٓی ۝ أَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی ۝ وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّهٗ یَزَّکّٰی ۝** (پارہ ۳۰ عبس آیت ۱، ۲، ۳) یہاں پر حضور ﷺ کا نام نہیں لیا اور یہاں تک کے خطاب کا صیغہ بھی نہیں فرمایا **عَبَسَ** ماضی کا صیغہ ہے۔ ماضی مطلق غائب کا صیغہ ہے **عَبَسَ**، حضور ﷺ کا اسمِ گرامی نہیں لیا۔ کیا بات تھی؟ بتانا یہ تھا کہ یہ موقع ایسا تھا کہ عبداللہ ابن امِ مکتوم تو آپ ہی کے حسن و جمال کے جلوؤں کو لے کر آپ کی بارگاہ میں حاضر تھے اور آپ اُس کام میں لگے ہوئے تھے جو میں نے آپ کے ذمہ لگایا کیونکہ **یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ**

إِلَيْکَ مِنْ رَّبِکَ آپ میرے کام میں لگے ہوئے تھے مگر اے میرے محبوب، آپ میرے کام میں اس قدر مصروف ہوگئے کہ اپنے حسن کے جلوؤں کو بھی آپ نے نظر انداز فرما دیا۔ اللّٰہ اکبر! عبداللہ ابن ام مکتوم تو آپ کے حسنِ تزکیہ کے جلوؤں کو لے کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تھے تو آپ کچھ بھی نہ دیکھتے اپنے جلوہ ہائے حسنِ تزکیہ کو میرے محبوب اپنی نگاہوں سے نواز دیتے آپ نے تو اپنے حسن کے جلوؤں کو نظر انداز فرما دیا اللّٰہ اکبر! یہ کتنی بڑی عظیم محبت کا اعلان ہے کہ میں کہتا ہوں اس بات کا تصور بھی کسی دوسرے کے حق میں نہیں ہوسکتا۔ لوگوں نے اس کو بھی کہا کہ اللہ نے رسول کو ڈانٹ دیا نعوذ باللّٰہِ مِنْ ذَالِک. سبحان اللّٰہ وبحمدہٖ سبحان اللّٰہ العظیم وبحمدہٖ یہ تو بتاؤ کہ رسول ﷺ کی غلطی کیا تھی جس پر ڈانٹ پلائی، کون سی غلطی تھی؟ بھئی! یہی تھا کہ وہ صنادیدِ قریش کو تبلیغ فرما رہے تھے اور یہ تبلیغ فرمانا تو منصبِ رسالت کی تکمیل ہے اس کام کو کر رہے تھے جو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے ذمہ لگایا یوں کہئے کہ حضور ﷺ اپنا کوئی کام نہیں کر رہے تھے اللہ کا کام کر رہے تھے۔ تو گویا اللہ نے فرمایا میرے پیارے میرے کام کو چھوڑ دیا ہوتا، اپنے حسن کے جلوؤں کو نواز دیا ہوتا۔ یہ ہے کمالِ محبت کا خطاب اور اسی لیے عتاب کے معنی جو مفسرین اور علماءِ لغت نے کئے ہیں اُٹھا کر دیکھئے لسانُ الْعرب، تاج العروس ان تمام کتابوں کے اندر عتاب کے معنی مُخَاطَبَۃُ الْإِجْلَالْ لکھے ہیں اور مُخَاطَبَۃُ الْإِجْلَالْ کے معنی کا خلاصہ پیش کرتا ہوں مُخَاطَبَۃُ الْإِجْلَالْ کے معنی کا خلاصہ یہ ہے کہ محبوب کی ادنیٰ بے توجہی پر محبوب کے ادنیٰ درجے کے عدم التفات پر محبت سے بھری ہلکی سی خفگی کا اظہار فرمانا اور یاد رکھو عتاب کے معنی قطعاً یہی ہیں لوگوں نے عتاب اور غضب میں فرق ہی نہیں سمجھا اب لوگوں کی جہالت کا کیا کہوں آپ سے، انہوں نے نہ قرآن کو سمجھا، نہ حدیث کو سمجھا اس بحث میں تو میں اس وقت نہیں جانا چاہتا میں تو صرف اتنی بات عرض کرتا ہوں کہ عتاب کے معنی صرف یہی ہیں اور اسی لیے علماء لغت نے لسانُ الْعرب، تاج العروس میں بھی اور لغتِ عرب کی ایک بہت بڑی کتاب جواھرۃ العرب کے اندر بھی یہی معنی لکھے ہیں۔ انہوں نے اہلِ عرب اور اہلِ زبان کے محاورات کو بھی نقل کیا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَمَلْجَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

وہ فرماتے ہیں

اُعَاتِبُ ذَا الْمَوَدَّةِ مِنْ صَدِیْقٍ اِذَا مَا رَابَنِیْ مِنْهُ اجْتِنَابُ

اِذَا ذَهَبَ الْعِتَابُ فَلَیْسَ وُدٌّ وَ یَبْقَی الْوُدُّ مَا بَقِیَ الْعِتَابُ

یہ دونوں شعر لسان العرب میں بھی ہیں اور ایک کتاب میں نہیں لغت کی سب کتابوں میں جواہرۃ العرب، تاج العروس، لغت العرب میں ہیں فرماتے ہیں اُعَاتِبُ ذَا الْمَوَدَّةِ مِنْ صَدِیْقٍ کہ میرا دوست جو کمالِ محبت میرے دل میں اس کی ہے تو میں کبھی کبھی اس سے عتاب کے ساتھ پیش آ جاتا ہوں، کب؟ اِذَا مَا رَابَنِیْ مِنْهُ اجْتِنَابُ جب مجھے کچھ خطرہ ہوتا ہے اور محسوس ہوتا ہے کہ یہ ذرہ مجھ سے بے توجہی کر رہا ہے تو اس کی بے توجہی پر میں کبھی کبھی اس کے ساتھ عتاب کے ساتھ پیش آ جاتا ہوں مگر عتاب سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ عتاب محبت کے خلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ بات نہیں ہے کہ عتاب محبت کے خلاف ہے یہ عتاب تو عین محبت کی حقیقت ہے انہوں نے کہا

اُعَاتِبُ ذَا الْمَوَدَّةِ مِنْ صَدِیْقٍ اِذَا مَا رَابَنِیْ مِنْهُ اجْتِنَابُ

میں اپنے دوست کے ساتھ جس کے ساتھ مجھے کمالِ محبت ہے کبھی عتاب سے پیش آ جاتا ہوں مگر کب؟ جب مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ میرا محبوب میرا دوست مجھ سے کچھ تھوڑی سی بے توجہی اختیار کئے ہوئے ہے آگے فرماتے ہیں اِذَا ذَهَبَ الْعِتَابُ فَلَیْسَ وُدٌّ اگر کہیں عتاب چلا جائے عتاب کا وجود نہ ہو، عتاب ہو ہی نہ، عتاب بالکل نہ ہو تو سمجھ لو اِذَا ذَهَبَ الْعِتَابُ فَلَیْسَ وُدٌّ جہاں عتاب نہیں ہے وہاں تو محبت ہی نہیں ہے وَ یَبْقَی الْوُدُّ مَا بَقِیَ الْعِتَاب ارے محبت تو جب ہی تک باقی رہتی ہے جب تک عتاب کا خطاب جاری رہے اور جب عتاب ختم ہو گیا تو محبت کہاں باقی رہی محبت تو اس وقت تک ہے جب تک خطابِ عتاب ہو اور جب عتاب نہیں رہا تو محبت کہاں رہی تو جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جس قدر عتاب کی آیات قرآن پاک میں نازل ہوئی ہیں خدا کی قسم وہ کمالِ محبت کی دلیل ہیں۔ ادھر حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ کے تقاضائے محبت سے ذرا بے توجہی فرمائی ادھر عتاب نازل ہو گیا اور یہی بات یہاں تھی کہ پیارے حبیب! آپ تو ازواجِ مطہرات کی رضا جوئی میں

مصروف ہیں اور آپ نے اس طرف توجہ ہی نہیں فرمائی کہ ان کی رضا جوئی میں آپ کو تکلیف ہوگی آپ کی تکلیف ہمیں گوارا نہیں ہے ادھر آپ نے توجہ نہیں فرمائی لہٰذا فرمایا یَاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تو یہ عتاب اس نوعیت کے ساتھ بنتا ہے جیسا میں نے عرض کیا کہ آپ نے اپنی ازواجِ مطہرات کی رضا جوئی کی طرف توجہ رکھی اور ادھر آپ نے توجہ ہی نہیں فرمائی کہ آپ ان کی رضا جوئی کی طرف متوجہ ہوں گے اور نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ اپنی محبوب چیز کو ترک کردیں گے اور آپ کی محبوب چیز کا ترک آپ کے لیے تکلیف کا باعث ہوگا تو پیارے حبیب! اگر آپ کی کوئی ناراضگی ہے تو ازواجِ مطہرات کے ساتھ ہے ہم سے تو کوئی ناراضگی نہیں ہم تو گوارا نہیں فرماتے کہ آپ کسی کی خاطر اپنی محبوب چیز کو چھوڑ دیں آپ بتائیں کہ اس سے بڑھ کر حضور ﷺ کی عظمت کا اور کون سا مقام ہوگا۔ افسوس ہے ان لوگوں پر کہ جنھوں نے ان حقیقتوں کو بالکل نظر انداز کر دیا۔

بس آگے ان شاء اللّٰہ اگلی آیات کے متعلق۔ اب جو کچھ بھی یہ معاملہ شروع ہوا ازواجِ مطہرات سے شروع ہوا تو اب عتاب اصل میں ازواجِ مطہرات پر ہے حضور ﷺ سے تو کمالِ محبت کا اظہار ہے اور وہ جو آگے آیت پڑھی تھی عَسٰی رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اے ازواجِ مطہرات! اے رسول کی بیویو! خوب سن لو اگر میرے رسول نے تمہیں طلاق دے دی اَنْ یُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ (التحریم ۵) تو اُن کا رب تم سے لاکھ درجے بہتر بیویاں اُن کو عطا فرمائے گا۔ یہ کیا ہے؟ یہ ازواجِ مطہرات کے حق میں عتاب ہے، کیوں؟ اس لئے کہ انہوں نے اگرچہ قصداً ایسا کام نہیں کیا کہ حضور ﷺ کو معاذاللّٰہ اذیت پہنچائیں کیونکہ یہ تو کفر ہے ازواجِ مطہرات تو حضور ﷺ کی پاک بیویاں ہیں ایمان والوں کی مائیں ہیں وہ تو اس سے پاک ہیں مگر وہ تو اپنی محبت کے تقاضے کو اپنی غیرت کے تقاضے کو پورا کر رہیں تھیں۔ مجمع بحار الانوار لغت حدیث کی بہت بڑی کتاب ہے اس میں صاف لکھا ہے اَلْغَیْرَةُ کَرَاهَةُ الْمُشَارَکَةِ فِی الْمَحْبُوْب غیرت کے معنی یہ ہیں کہ محبوب میں کسی کی شرکت پسند نہیں ہوتی۔ تو حضور ﷺ محبوب ہیں سب ازواجِ مطہرات کے اور ہر زوجہ مطہرہ یہی چاہتی تھی کہ میرے محبوب میرے ہی لیے ہوں اور یہی بات ہے کہ

شرکت غم بھی نہیں چاہتی غیرت میری
غیر کی ہو کے رہے یا شبِ فرقت میری

اور حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ بھی فرمارہے ہیں

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندہم
گوش را نیز حدیثِ تو شنیدن ندہم

تو یہ کیا بات ہوئی غیرت کا مرکز تو محبت ہے ہر پاک بیوی کو حضور ﷺ کی کمالِ محبت تھی اور ہر بیوی کمالِ محبت کی بناء پر یہ چاہتی تھی کہ حضور ﷺ میرے ہی ہو کر رہیں اب حضور ﷺ کی کمالِ محبت بتاؤ! ایمان کی جان ہے یا نہیں ہے؟ تو حضور ﷺ کی ہر پاک بیوی حضور ﷺ کی انتہائی محبت کی بناء پر کمالِ ایمان کی صفت سے متصف تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محبوب کی بیویو! تم نے اپنی محبت اور غیرت کے تقاضے کو تو پورا کیا یہ نہ دیکھا کہ تمہاری محبت اور غیرت کا جب تقاضا پورا ہوگا تو میرے محبوب کو تکلیف ہوگی کہ وہ اپنی پسندیدہ چیز کو چھوڑ دیں گے تو اس نکتہ کی بناء پر فرمایا عَسٰی رَبُّہٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اے محبوب کی بیویو! تم نے اپنی محبت کو پورا کرنے کے لیے اپنی غیرت کے تقاضے کو پورا کرنے کے لیے یہ نہ دیکھا کہ ہماری محبت کا تقاضا تو پورا ہو جائے گا مگر محبوب اپنی محبوب چیز کو چھوڑ دیں گے اور جب وہ اپنی اس محبوب چیز کو چھوڑیں گے تو ان کو تکلیف ہوگی تو اس تکلیف کا تم نے احساس ہی نہیں کیا یہ بات ہماری توجہ میں تو ہے ہمارے علم میں ہے تم نے اے نبی کی بیویو! ادھر توجہ کیوں نہیں کی لہٰذا اب سمجھ لو کہ اگر تم نے یہی طریقہ اختیار رکھا کہ اپنی محبت کے تقاضے تم پورے کرتی رہیں اور محبوب کی تکلیف کا تم نے ذرا بھی خیال نہ کیا تو سمجھ لینا عَسٰی رَبُّہٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اگر نبی نے، میرے رسول نے تمہیں طلاق دے دی تو اللہ تعالیٰ تم سے بہتر بیویاں ان کو عطا فرمائے گا پتہ چلا کہ اصل عتاب ازواجِ مطہرات پر تھا، نبی پر نہیں تھا۔ بہر حال اس مسئلہ کا میں نے آج ایک پہلو بہت واضح طور پر لیا ہے باقی پہلو پہلے لاتا رہا ہوں اور اس کا خلاصہ مختصر طور پر پیش کروں گا اللہ تعالیٰ آپ سب کی خیر فرمائے یا اللہ اپنے فضل و کرم سے اپنے ان سب محبوب بندوں کی خیر فرما اور سب کو اپنی رحمتوں سے اور برکتوں سے یا اللہ حظِ وافر نصیب فرما، دین میں بھی اور دنیا میں بھی بہت برکتیں عطا فرما۔ آمین

الدرس التاسع

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ①

صدق اللہ مولانا العلی العظیم وصدق رسولہ النبی الامین ونحن علی ذلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للہ رب العالمین ○

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ آج رمضان المبارک کی گیارہ تاریخ ہے پیر کا دن ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ثُم اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ہم سب روزے سے ہیں اے اللہ تو نے اپنی رحمت سے گیارہ روزے رکھوا دیئے باقی روزے بھی پورے رکھوا دے اور تراویح اور تمام معمولات بھی پورے کرا دے اور شرفِ قبول بھی عطا فرما۔ آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَمَلْجَنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا وَاِنْ تَظٰھَرَا عَلَیْہِ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰہُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ بَعْدَ ذٰلِکَ ظَھِیْرٌ ④ (التحریم آیت ۴) ان آیات طیبات میں ایسا نہیں ہوا کہ معاذ اللہ ازواجِ مطہرات کی اس میں کوئی مذمت ہو العیاذ باللہ جبکہ اللہ تعالیٰ نے ازواجِ مطہرات کے متعلق صاف صاف ارشاد فرمادیا یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (پارہ ۲۲، الاحزاب آیت ۳۲) اے نبی کی بیویو! جہان بھر میں تم کسی عورت کی مثل نہیں ہو سارے جہان کی عورتوں میں تم سب میں بے مثل ہو۔

جبکہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواج مطہرات کو سارے جہان کی عورتوں میں بے مثل قرار دیا۔ اب اس کے بعد اگر کوئی مذمت کا پہلو ازواجِ مطہرات کی ذواتِ قدسیہ میں تلاش کرتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ اللہ کے کلام کی اس آیت کی تکذیب کرتا ہے جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی (الاحزاب آیت ۳۲) اب آپ ہی بتائیں یہ اللہ کا کلام ہے یہ کوئی حدیث نہیں ہے۔ جس میں

آپ کوئی جرح قدح کرسکیں یہ اللہ کا کلام ہے قرآن کی آیت ہے کہ اے نبی کی بیویو! تم تمام جہان کی عورتوں میں کسی کی مثل نہیں ہو اور سارے جہان کی عورتوں میں تم بے مثل ہو۔ اس آیتِ کریمہ کے ہوتے ہوئے اب کوئی شخص اگر ازواجِ مطہرات کی ذواتِ قدسیہ میں سورۃ التحریم کی آیات کو سامنے رکھ کر مذمت کا کوئی پہلو نکالتا ہے تو پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ معاذ اللہ پہلے تو یہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ اے نبی کی بیویو! سارے جہان کی عورتوں میں تم بے مثل ہو لیکن معاذ اللہ اللہ کو تو پتہ ہی نہیں تھا اللہ تعالیٰ کو تو معلوم ہی نہیں تھا نبی کی بیویوں نے تو یہ ظلم ڈھائے اور نبی کے اوپر اس قدر مظالم کیے تو اب بتائیے کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ کے علم پر بھی حرف آئے گا اللہ اس سے پاک ہے کہ اس کے علم پر حرف آئے اللہ اس سے پاک ہے کہ اس کے کلام میں معاذ اللہ معاذ اللہ کذب کا کوئی پہلو نکلے تعالی اللہ عن ذالک علوا کبیرا. میں نے یہ بات فقط اس لیے کہہ دی کہ قرآن پاک کی آیات کے تراجم میں کچھ لوگوں نے بے اعتدالی اختیار کی اور ان تراجم کے پڑھنے سے عام طور پر یہ بات ذہن میں آسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی بیویوں کو، امہات المؤمنین کو اللہ تعالیٰ نے معاذ اللہ برا بھلا کہا اور ان کے اندر ذنب کا، برائی کا پہلو نکالا تو عام تراجم کو پڑھنے سے یہ ایک تاثر پیدا ہوسکتا ہے اور میں نے دیکھا کہ ان آیات کا ترجمہ کرنے میں ہمارے مترجمین کامیاب نہیں ہوئے اور یہ اس کا بڑا افسوس ناک پہلو ہے۔ بہر حال میں نے آپ کو قرآن کی آیت پڑھ کر بتادیا کہ حضور ﷺ کی پاک بیویاں خواہ حضرت عائشہ صدیقہ ہوں، حضرت حفصہ ہوں، حضرت زینب ہوں، حضرت سودہ ہوں، حضرت صفیہ ہوں، حضرت میمونہ ہوں، کوئی بھی حضور ﷺ کی پاک بیوی ہو خدا کی قسم حضور ﷺ کی کسی بیوی کی ذاتِ پاک میں مذمت کا کوئی پہلو نہیں ہے اور تمام جہان کی عورتوں میں وہ بے مثل ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان والوں کی ماں قرار دیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ (پارہ ۲۲. الاحزاب ٦) نبی کی جو بیویاں ہیں وہ ایمان والوں کی مائیں ہیں تو اب بتائیے وہ کون سا نالائق بیٹا ہے جو اپنی ماں کی ذات میں مذمت کا پہلو نکالے تو بہر حال اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (الاحزاب ٦) یہ قرآن کی آیت ہے خدا نے فرمایا کہ نبی محترم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ ایمان والوں کے ساتھ ان کی جان سے

بھی زیادہ اقرب ہیں احب ہیں اور أولٰی بالتصرف ہیں وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ ط نبی کی بیویاں ایمان والوں کی مائیں ہیں تو بتائیے کہ پھر وہ ایمان والے کیسے ہیں جن کے لئے قرآن نے کہا کُنتُم خَيرَ أُمَّةٍ أُخرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنهَوْنَ عَنِ الْمُنكَر (پارہ ۴ آلِ عمران ۱۱۰) تو جس امت کے حق میں اللہ تعالیٰ نے اتنی بڑی عظیم فضیلت بیان فرمائی اور دوسری آیت قرآن کریم کی ہے وَكَذَالِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (پارہ ۲. البقرۃ ۱۴۳) اب بتائیے! حضورﷺ کی اُمت کو اللہ تعالیٰ نے اُمتِ وسط فرمایا کہ نہیں؟ تو اُمتِ وسط کے کیا معنی ہیں امتِ عدول ایسی عدالت اور ایسا عدل اور ایسا باطن کا تزکیہ رکھنے والی امت کہ جس کی شہادت پر قیامت کے دن اقوامِ عالم کی نجات کا فیصلہ ہوگا میرے کہنے کا فقط مطلب یہ تھا کہ ان آیات کے عام تراجم کو دیکھ کر کوئی شخص بدعقیدگی کا شکار نہ ہو اور ازواجِ مطہرات کے حق میں اگر کسی کا عقیدہ خراب ہو گیا تو وہ دونوں جہان میں برباد ہے۔ بہر نوع میں نے آپ کو یہ بتا دیا کہ یہاں جو اللہ تعالیٰ نے شدت اختیار فرمائی اس قسم کی شدت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے عائشہ! اور اے حفصہ! وَإِن تَظَٰهَرَا عَلَيْهِ اگر تم دونوں نبی کو تکلیف پہنچانے میں ایک دوسرے کی مدد کرو گی اور ایک دوسرے کی معاونت کرو گی تو سمجھ لو فَإِنَّ ٱللَّهَ هُوَ مَوْلَىٰهُ وَجِبْرِيلُ وَصَٰلِحُ ٱلْمُؤْمِنِينَ ۖ اللہ نبی کا مددگار ہے، جبرائیل اور صالح مومنین بھی ان کے مددگار ہیں وَٱلْمَلَٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ (التحریم ۴) اور اس کے بعد سب ملائکہ بھی نبی کے مددگار ہیں۔ یہ قرآن ہے اللہ کا کلام ہے میری کوئی بات نہیں ہے نہ کوئی روایت ہے جس پر کوئی جرح وقدح ہو سکے اب اللہ تعالیٰ نے یہ شدت جو اختیار فرمائی ازواجِ مطہرات کے بارے میں اس کی وجہ تو میں پہلے بیان کر چکا ہوں اور پھر میں آپ کے سامنے اس کو لوٹاتا ہوں تاکہ آپ کے ذہنوں میں یہ بات راسخ ہو جائے بھئی بات اتنی ہے کہ ازواجِ مطہرات نے جو منصوبہ بنایا جس کا ذکر میں کر چکا ہوں آپ کے سامنے۔ اس کا مقصد خدا کی قسم حضورﷺ کو تکلیف پہنچانا نہ تھا حضورﷺ کو تکلیف تو پہنچی بھئی! تکلیف اس لیے پہنچی کہ حضورﷺ حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی چاہتے تھے اس لئے کہ حضورﷺ کی زوجہ مطہرہ تھیں اور شہد تو حضورﷺ کو بہت ہی پیارا تھا۔ کان رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

وَالِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ یُحِبُّ الْعَسَلَ وَالْحَلْوَاءَ[1] میٹھی پکی ہوئی چیز اور شہد یہ دو چیزیں سرکار کو بہت مرغوب اور بڑی محبوب تھیں۔اب آپ ہی بتایئے! ازواجِ مطہرات نے جو منصوبہ بنایا اس منصوبے کے تحت رسول کریم ﷺ نے حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے اوپر ممنوع قرار دے دیا اور شہد کو اپنے اوپر ممنوع فرمایا حضور ﷺ نے فرمایا میں شہد نہیں کھاؤں گا کیوں نہیں کھاؤں گا؟ اس لئے کہ تم اس بات کو پسند نہیں کرتیں کہ میں کسی بیوی کے ہاں شہد کھانے کے لیے کچھ زیادہ دیر بیٹھ جاؤں تو تمہارا جذبۂ غیرت پھر اُبھرنے لگتا ہے تمہاری محبت کا جوش اُبلتا ہے تو اس لیے میں شہد کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔اور سب باتوں کو آپ چھوڑ دیجئے اگر ایک شخص چائے کا عادی ہے اگر اس سے چائے بالکل چھڑا دی جائے تو اس کو تکلیف ہوگی کہ نہیں؟ بھئی! ایک شخص نمک کھانے میں کھاتا ہے، گوشت میں، ترکاری میں کھاتا ہے اب اس شخص کو کہا جائے کہ وہ نمک نہیں کھائے گا تو بولو! اس کو تکلیف ہوگی کہ نہیں؟ تو میں یہ عرض کررہا تھا کہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں جو منصوبہ ازواجِ مطہرات نے بنایا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اور ان کے ساتھ جو ازواج شامل تھیں جنہیں انہوں نے اپنے ساتھ شامل کیا تھا۔اب بتایئے! اُن کے اس منصوبہ کی بنا پر جب حضور ﷺ نے اپنی محبوب چیز کو اپنے اوپر حرام کیا تو حضور ﷺ کو تکلیف ہوئی یا نہیں ہوئی؟ ہوئی۔لیکن ازواجِ مطہرات نے معاذ اللہ حضور ﷺ کو تکلیف دینے کی غرض سے یہ منصوبہ نہیں بنایا تھا ان کی یہ غرض نہ تھی ان کا یہ مقصد نہ تھا کہ معاذ اللہ ہم یہ منصوبہ بنائیں اور اللہ کے رسول ﷺ کو تکلیف پہنچائیں ارے! اللہ کے رسول کو تکلیف پہنچانے کا جو قصد کرے وہ تو کافر ہے مؤمن ہو ہی نہیں سکتا۔ تو ان کا قطعاً یہ ارادہ نہیں تھا کہ حضور ﷺ کو تکلیف پہنچائیں وہ تو اپنے جذبۂ محبت اور اپنے جذبۂ غیرت کی وجہ سے یہ چاہتی تھیں کہ حضور ﷺ جو شہد کھانے کے لیے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس زیادہ دیر بیٹھ جاتے ہیں تو وہ نہ بیٹھیں اور یہ فقط اپنی محبت اور غیرت کی بناء پر وہ یہ چاہتی تھیں ان کی نظر تو فقط اپنی محبت کے تقاضے پر تھی اور یہ توجہ انہوں نے نہیں کی کہ ہمارا یہ مقصد پورا ہو تو حضور ﷺ کو تکلیف ہوگی اس طرف

[1] بخاری شریف ج۔۲،ص۔۸۱۷

انہوں نے توجہ نہیں کی اس طرف توجہ نہ کرنے پر اللہ نے اتنی شدت کے ساتھ ان کے حق میں کلام فرمایا کہ تم نے اس بات کی پرواہ نہیں کی۔ ان کی توجہ نہیں ہوئی اور جب ان کی توجہ نہیں ہوئی تو اللہ نے فرمایا کہ اے نبی کی بیویو! میرے رسول میرے حبیب ہیں میرے محبوب ہیں اگر تم کو یہ گوارا نہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنی محبوب چیز تناول فرمائیں کیونکہ اگر وہ تناول فرماتے ہیں تو تمھیں غیرت آتی ہے اب تم اپنی غیرت کی وجہ سے میرے محبوب کے شہد کھانے کو تم گوارا نہیں کرتیں اور تم اس بات کا احساس نہیں کرتیں، ادھر تمہاری توجہ نہیں ہے، ادھر التفات نہیں ہے کہ جب وہ اپنی محبوب چیز کو چھوڑیں گے تو انہیں تکلیف ہوگی تو اے ازواجِ مطہرات! تمہیں یہ تو سوچنا چاہیے کہ اگر تمہاری محبت کا تقاضا یہ ہے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنی محبوب چیز کو چھوڑ دیں تو ہماری محبت کا بھی تو کوئی تقاضا ہے اور ہماری محبت کا تقاضا کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ وہ ہمارے محبوب ہیں اور محبوب کا محبوب چیز کو ترک کرنا محبّ گوارا ہی نہیں کرتا تو تم نے اس امر کی طرف توجہ ہی بالکل نہیں کی۔ اتنی بات پر اللہ تعالیٰ نے ازواجِ مطہرات کے حق میں شدت اختیار فرمائی اور یہ شدت جو ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن کے حق میں ہے یہ ان کی مذمت نہیں ہے بلکہ حضور ﷺ کی عظمت اور محبوبیت کا اظہار ہے اس نکتہ کو اگر لوگ سمجھ لیں (تو بات درست ہو جائے) تو اس بناء پر اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ سے بھی فرمایا یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَۚ (التحریم آیت ۱) اے نبی ﷺ! اے مسندِ نبوت پر جلوہ گر ہونے والے محبوب! جو چیز میں نے آپ کے لئے حلال فرمائی آپ کسی کی خاطر کیوں اپنے اوپر اس کو حرام فرماتے ہیں اور چونکہ آپ اس چیز کو اپنے اوپر حرام فرما چکے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ آپ اس کو پھر استعمال فرمائیں تو اس کی صورت یہ ہے کہ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْۚ کیونکہ میرے محبوب کی ہر بات اور ان کا ہر قول اور ہر فعل دین ہے تو جب آپ ایک چیز کو اپنے اوپر حرام فرمانے کے بعد اس کو استعمال فرمائیں گے تو پیارے حبیب آپ کی امت کے لیے ہم یہ قانون بناتے ہیں کہ اگر آپ کی امت میں کوئی فرد کسی مصلحتِ شرعیہ کی بناء پر کسی مباح چیز کو اپنے اوپر حرام کر لے اور پھر وہ اس کو استعمال کرے تو پھر اسے وہ کرنا چاہیے جو میرے محبوب نے کیا تو پتہ چلا کہ محبوب کا کرنا اور کہنا یہ دونوں دین کی راہیں ہیں جو حضور

ﷺ کی اداؤں کے ساتھ تیار ہوئیں اب اس کے بعد سرکار کی شان میں ایسی بات کہنا جو نہ عقل کا تقاضا ہو نہ نقل کا تقاضا ہو کہاں کی ایمانداری ہے۔ بہرنوع ازواجِ مطہرات میں کوئی مذمت کا پہلو نہیں نعوذ باللہ۔ وہ طیبات ہیں، طاہرات ہیں، صالحات ہیں، وہ حضور کی محبوبات ہیں وہ بے مثل و بے مثال ہیں پھر ان کے بارے میں کسی کی بدعقیدگی اس کے لئے دونوں جہان کی تباہی کا سبب ہے یہ بات آپ اپنے ذہن میں رکھ لیں اور پھر ساری سورت کا مفہوم جو ہے وہ بالکل حل ہو جاتا ہے اور پھر آگے چل کر یہ بات کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی محبت کو کتنا اونچا کیا ان کی محبوبیت کی شان کو کتنا اٹھایا اور فرمایا اے عائشہ اور حفصہ تمہارے طرزِ عمل سے میرے محبوب کو تکلیف ہوئی یعنی انہوں نے اپنی محبوب چیز کو چھوڑا (اور انہیں) تکلیف ہوئی اگر تم اپنے موقف پر ٹھہری رہیں اور اسی طرح تم اپنے ان منصوبوں کو ایک دوسرے کے ساتھ چلاتی رہیں تو پھر یہ سمجھ لو کہ میرے محبوب کو تو تکلیف ہوگی اور میں تو گوارا نہیں فرماتا کہ میرا محبوب تکلیف اٹھائے تو یہ سمجھ لو اللہ ان کا مددگار ہے جبرائیل ان کے مددگار ہیں، مؤمنین صالحین ان کے مددگار ہیں اور یہیں بات ختم نہیں ہوئی اور فرمایا وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ﴿٤﴾ فرشتے بھی ان کے بعد مددگار ہیں بھئی! کتنے مسائل یہاں حل ہو گئے سبحان اللہ! یہ سب باتیں جو حضور ﷺ کی محبوبیت کے احترام کے پیش نظر اللہ نے فرمائیں کہ اگر تم نے اپنا یہ طرزِ عمل جاری رکھا تو ہم اپنے محبوب کے مددگار ہیں، صالحین مؤمنین ان کے مددگار ہیں اور پھر فرشتے بھی اس کے بعد ان کے مددگار ہیں۔

مسئلہ استعانت: یہ مسئلہ بھی آپ نے سمجھ لیا کہ جب اللہ نے فرما دیا فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ ایک ہی لفظ دیکھ لیں میں کہتا ہوں بات ختم ہو جاتی ہے۔ (اے بارگاہِ نبوت تیری عظمتوں پر قربان جاؤں) ایک ہی لفظ دیکھئے کہ اللہ فرما رہا ہے فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ بے شک اللہ ان کا مددگار ہے تو یہ بات آپ خود سمجھیں کہ اللہ کے مددگار ہونے کے بعد کسی اور کے مددگار ہونے کی ضرورت رہتی ہے؟ بھئی! اگر میں کسی کا مددگار بنوں تو پھر کسی دوسرے کو مددگار بنانے کا مقصد تو یہ ہوگا کہ میں پوری پوری مدد نہیں کر سکتا تو بھئی آؤ تم بھی آ ؤ اور پھر وہ بھی آ گئے تو پھر بھی مدد پوری نہیں ہوئی تو پھر تم تیسرے کو بھی بلا لو یہ بھی مدد کر لیں پھر تیسرے سے بھی کام نہ بنا تو چوتھے تم بھی آؤ تا کہ پوری پوری مدد ہو جائے تو آپ مجھے بتائیں کہ اللہ کے

مددگار ہونے کے بعد کس کی مدد کی حاجت رہی اور جب نہیں رہی اور یقیناً نہیں رہی تو پھر فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوۡلٰىہُ کے بعد وَجِبۡرِیۡلُ فرمانا اس کا کیا مطلب ہے؟ وَصَالِحُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ فرمانا اس کے کیا معنی ہیں؟ وَالۡمَلٰٓئِکَۃُ بَعۡدَ ذٰلِکَ ظَہِیۡرٌ ﴿۴﴾ فرمانا اس کے کیا معنی ہیں؟ اس کے معنی ایک ہیں، ایک ہیں اور صرف ایک ہیں اور وہ کیا ہیں؟ وہ یہ ہیں کہ اللہ تو تمہیں نظر نہیں آتا اور اللہ تعالیٰ جب تمہیں نظر نہیں آتا تو اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ کے وہ کام جو اللہ کی ذاتِ پاک سے متعلق ہیں وہ بھی تو تم کو نظر نہیں آتے۔ ٹھیک ہے؟ بے شک چاند کو اللہ تعالیٰ چلاتا ہے، سورج کو اللہ چلاتا ہے لیکن اب یہ تو ہم دیکھ رہے ہیں کہ چاند چل رہا ہے، سورج چل رہا ہے لیکن اب یہ کس کو نظر آرہا ہے کہ اللہ چلا رہا ہے اگر یہ بھی نظر آجاتا پھر تو کوئی منکر ہی نہ رہتا اللہ کا۔ بھئی! یہ کسی کو نظر آرہا ہے کہ اللہ چلا رہا ہے؟ بھئی! چلا تو وہی رہا ہے امنا و صدقنا لیکن اب یہ تو کوئی نہیں دیکھ رہا کہ اللہ چلا رہا ہے اگر یہ لوگ دیکھیں کہ اللہ چلا رہا ہے تو پھر کوئی بھی منکر نہ ہو کوئی کافر نہ ہو پھر تو اللہ کا کوئی بھی منکر نہ ہو۔ میرے عرض کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ مددگار ہے اور اللہ تعالیٰ کے مددگار ہونے کے معنی کیا ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جبرائیل کا مددگار ہونا وہ جبرائیل کا مددگار ہونا نہیں ہے وہ میرا ہی مددگار ہونا ہے ہاں میری مددگاری جبرائیل کے ذریعے ظاہر ہو گی صالحین مؤمنین کے ذریعے میری مددگاری ظاہر ہوگی وہ جبرائیل مددگار نہیں ہیں درحقیقت میں ہی مددگار ہوں وہ صالحین مؤمنین وہ مددگار نہیں ہیں ارے! وہ میں خود ہی تو مددگار ہوں وَالۡمَلٰٓئِکَۃُ بَعۡدَ ذٰلِکَ ظَہِیۡرٌ ﴿۴﴾ ارے! وہ ملائکہ مددگار نہیں ہیں میں خود ہی تو مددگار ہوں پتہ چلا کہ اللہ کے بندوں کی مدد اللہ ہی کی مدد ہوتی ہے اللہ کے بندوں کی جو مدد ہے وہ اللہ ہی کی مدد ہوتی ہے اب یہ لوگ ہم سے کہتے ہیں کہ بھئی! تم اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ (الفاتحۃ آیت ۴) بھی پڑھتے ہو اور پھر فلاں مدد کرو فلاں مدد کرو غوث پاک تم مدد کرو یہ کیا مصیبت ہے اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ بھی پڑھتے ہو۔ ارے خدا کے بندو! تمہیں پتہ نہیں ہے اور تم اس حقیقت کو نہیں سمجھتے کہ مستعانِ حقیقی اور مددگارِ حقیقی خدا کی قسم اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے اور اگر کوئی کسی دوسرے کو مددگارِ حقیقی سمجھتا ہے تو وہ کافر ہے، مشرک ہے، اسلام سے اس کا دور کا بھی تعلق نہیں۔ سمجھ گئے؟ لیکن جب ہم نے اللہ کی مدد کا مظہر سمجھ کر کسی سے اس لئے مدد لی کہ یہ اللہ ہی کی

مدد کا مظہر ہے تو میرے دوستو! پھر یہ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن کے خلاف نہیں ہے بلکہ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن کا مقتضیٰ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن جن چیزوں کو تمہاری مدد کے لیے پیدا کیا ہے اور جن جن چیزوں کو تمہارے فائدے کے لیے پیدا کیا ہے اور جن جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے مفاد کے لیے پیدا کیا ہے تم ان چیزوں سے فائدہ حاصل کرو، ان سے مدد حاصل کرو، ان سے نفع حاصل کرو کیونکہ وہ نفع ان کا نہیں ہے وہ تو اللہ کا پیدا کیا ہوا ہے اگر یہ بات لوگوں کی سمجھ میں آ جائے تو کئی مسئلے حل ہو جائیں بس اللہ سے دعا کرتا ہوں باقی مسائل ان شاء اللّٰہ میں پھر بتاؤں گا یا اللہ! تو رؤف و رحیم ہے میں عاجز بندہ ہوں تو میری دعائیں ان نیک پاک بندوں کے حق میں قبول فرمالے سب کی خیر ہو۔ آمین

الدرس العاشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ①

صدق الله مولانا العلى العظيم وصدق رسوله النبى الامين ونحن على ذلك لمن الشاهدين والشاكرين والحمدلله رب العالمين ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى اِحْسَانِهٖ آج رمضان المبارک کی بارہ تاریخ ہے اور غالبًا منگل کا دن ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ثم اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ہم سب روزے سے ہیں اے اللہ تو نے بارہ روزے رکھوادیئے باقی روزے بھی پورے رکھوادے اور تراویح اور تمام معمولات پورے کرادے اور شرفِ قبول بھی عطا فرما، اے اللہ! اپنی رحمت فرما ہم سب عاجز ہیں تیری رحمت کے محتاج ہیں تو ہم سب پر اپنا کرم فرما۔ آمین

محترم حضرات! سورۃ التحریم کی آیات طیبات جن پر کلام ہو رہا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ثم اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ان آیات میں جو اعتقادی اور علمی مباحث تھے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ثم اَلْحَمْدُ لِلّٰہ میں نے ان مسائل کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا اور میں سمجھتا ہوں کہ ان مسائل کا بیان میرے احباب کے لیے ان شاء اللہ تعالیٰ مفید ثابت ہوگا۔

عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا ⑤ (التحریم آیت ۵)

<u>ہر کمال کے بہت سے مراتب ہیں:</u> بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ نے جو یہ ارشاد فرمایا کہ عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اگر میرا رسول اگر میرے حبیب جناب احمدِ مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم تم کو طلاق دے دیں تو قریب ہے ان کا رب ان کے لیے ایسی بیویاں تمہارے بدلے میں عطا فرما دے جن کی شان یہ ہو مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ جو

فرمانبردار ہوں، ایمان والی ہوں یہاں لفظ مسلمات کو مؤمنات پر مقدم فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ گفتگو ہے اور یہ مسئلہ رسول اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم کی خوشنودی حاصل کرنے کا ہے تو مطلب یہ ہے کہ اگر تم نے میرے محبوب کی خوشنودی کو حاصل کیا میرے محبوب کی خوشنودی تم نے حاصل کی یہی تو اسلام ہے کیونکہ اسلام کے معنی امتیازِ ظاہری کے ہیں، اطاعت کے ہیں، فرماں برداری کے ہیں اگر تم نے میرے محبوب سیدِ عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم کی اطاعت کی تو تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر ایسا نہ ہوا اور میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم کی رضاجوئی کو تم نے ملحوظ نہ رکھا اور اس بنا پر انہوں نے تمھیں طلاق دے دی تو اللہ تعالیٰ ان کو تمہارے بدلے میں ایسی بیویاں عطا فرمائے گا کہ تم تو فرمانبردار ثابت نہ ہوگی اگر وہ طلاق دے دیں مگر وہ فرمانبردار ثابت ہوں گی ایمان جس درجے تمہارا کامل ہے اس سے کہیں اعلیٰ درجے کے کمالِ ایمان کا معیار میں ان کو عطا فرماؤں گا وہ بیویاں جو اطاعت گزاری میں تم سے اعلیٰ معیار کی ہوں گی یقین اور ایمان میں تم سے اعلیٰ معیار کی ہوں گی قٰنِتٰتٍ اور وہ ایسی عبادت گزار اور اطاعت شعار ہوں گی کیونکہ قنوت کے معنی اطاعت کے ہیں قنوت کے معنی ہیں فرمانبرداری کے۔ وہ ایسی اطاعت گزار اور فرمانبردار ہوں گی کہ تم سے کہیں زیادہ اطاعت گزاری اور فرمانبرداری میں ان کا مقام بلند ہوگا تٰٓئِبٰتٍ اور اگر تم نے اپنی اس کوتاہی سے توبہ نہ کی تو ان کی شان یہ ہوگی کہ وہ ہر وقت توبہ کی طرف راغب اور مائل رہیں گی عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ وہ عبادت گزار ہوں گی اور وہ روزے دار ہوں گی روزے دار تو ایک ایسا وصف ہے کہ ہر مسلمان کے اوصاف میں یہ شامل ہے اور ازواجِ مطہرات کے تو، سبحان اللہ. لیکن اللہ تعالیٰ نے ان تمام اوصاف کا ذکر فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ ہر کمال میں درجات ہیں ہر کمال کے بہت سے مراتب ہیں اور ایک کمال ایسا ہے کہ جو ایک درجے میں ہے پھر وہی کمال دوسرے کے اندر اس سے اعلیٰ درجے میں ہے اور پھر وہی کمال تیسرے شخص میں اس سے بھی زیادہ اعلیٰ درجے میں ہے اب دیکھیں علم تو سب کو ہی ہے استاد کو بھی ہے شاگرد کو بھی ہے لیکن آپ اندازہ فرمائیں کہ شاگرد کا علم کس درجے میں ہے اور استاد کا علم کس درجے میں ہے علم تو مقلد کو بھی ہے مجتہد کو بھی ہے

لیکن مقلد کا علم نیچے درجے میں ہے اور مجتہد کا جو علم ہے وہ اعلیٰ درجے میں ہے۔

اسی طرح ہر کمال کا حال ہے مسلمان سب ہیں لیکن ہر ایک اسلام کے اس معیار پر ہے جو اس نے حاصل کیا مؤمن سب ہیں مگر ہر ایک ایمان کے اس درجے پر ہے جس پر وہ پہنچا یہ نہیں ہوا کرتا کہ سب کا ایک ہی درجہ ہو آپ بتائیں کہ صحابہ کے ایمان کے درجے کو ہم پا سکتے ہیں؟ بھئی! غوث پاک بھی مؤمن ہیں اور صدیق اکبر بھی مؤمن ہیں۔ مؤمن ہونے میں تو شک نہیں ہم بھی مؤمن ہیں اور اولیأ اللہ بھی مؤمن ہیں۔ اولیأ اللہ بھی مؤمن ہیں اور صحابہ بھی مؤمن ہیں صحابہ بھی مؤمن ہیں اور انبیاء بھی مؤمن ہیں لیکن آپ یہ بتائیں کہ ان کے ایمان کے درجے یکساں ہو سکتے ہیں؟ نہیں ہو سکتے۔ مقصد یہ ہے کہ اے ازواجِ مطہرات! تم بھی مسلمان ہو، اسلام رکھتی ہو، ایمان رکھتی ہو اور تم بھی اطاعت گزار ہو اور اطاعت شعار ہو اور تم بھی روزے دار ہو، تم بھی عبادت گزار ہو، سب باتیں تمہارے اندر بھی پائی جاتی ہیں لیکن جو معیار ان کا ہوگا وہ تم سے بہت اونچا ہوگا۔ کن کا؟ ان ازواج کا کہ اگر میرے نبی تم کو طلاق دے دیں تو پھر جو بیویاں اللہ اپنے نبی کو دے گا وہ تم سے ہر درجے میں، ہر اعتبار سے، ہر کمال میں تم سے زیادہ اونچے درجے میں ہوں گی سٰٓئِحٰتٍ کا ترجمہ ہے صٰٓئِمٰت، ثَيِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا ۞ ایسی بھی ہوں گی جو شوہر دیدہ ہوں گی اور ایسی بھی ہوں گی جو شوہر نا دیدہ ہوں گی یہ دونوں باتیں کیوں فرمائیں؟ اس لیے فرمائیں کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات میں ثَيِّبٰتٍ بھی ہیں اَبْكَارًا بھی ہیں، بھئی! حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو اَبْكَارًا میں شمار ہوتی ہیں اور باقی ازواجِ مطہرات وہ ثَيِّبٰتٍ میں شمار ہوتی ہیں وہ شوہر دیدہ تھیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ شوہر نا دیدہ تھیں تو مطلب یہ ہے کہ جس نوعیت کی ازواجِ مطہرات اس وقت موجود تھیں کہ ثَيِّبٰتٍ بھی تھیں اَبْكَارًا بھی تھیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح شریف میں آئیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حرمِ نبوت میں اور حریمِ رسالت میں داخل ہوئیں تو ان میں یہ دونوں وصف پائے جاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اسی طرح ان دونوں اوصاف والی ایسی بیویاں اپنے محبوب کو عطا فرما دوں گا کہ جو تم سے ہر اعتبار سے زیادہ بہتر اور اعلیٰ ہوں گی۔ یہ کب ہوگا؟ یہ جب ہوگا کہ اگر تم نے میرے محبوب محمدِ مصطفیٰ صَلَّی

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَالِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ کی رضا جوئی کو ملحوظ نہ رکھا اور پھر میرے محبوب نے اس بناء پر کہ تم ان کی رضا جوئی کو محبوب نہیں رکھتیں اگر میرے محبوب نے تمہیں طلاق دے دی تو پھر میں تم سے بہتر بیویاں اپنے محبوب کو عطا فرما دوں گا اور یہ کیا تھا؟ یہ ازواجِ مطہرات کو تنبیہ تھی اور اس تنبیہ کا منشاء میں پہلے بتا چکا ہوں کہ ازواجِ مطہرات معاذ اللہ کسی معصیت کی مرتکب نہیں تھیں اور نہ ازواجِ مطہرات نے جان بوجھ کر، قصداً حضور ﷺ کو کوئی اذیت پہنچائی تھی کیونکہ نبی کو جان بوجھ کر اذیت پہنچانا کفر ہے اور ازواجِ مطہرات تو مؤمنات ہیں مسلمات ہیں، قانتات ہیں اور عابدات ہیں یہ سب صفات اللہ نے ان کو عطا فرمائیں۔ یہاں میں ایک بات آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ بعض لوگ ازواجِ مطہرات کی عظمتوں کے دشمن ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ بھئی یہاں تو مؤمنات کی بات ہے معلوم ہوا کہ جو ازواج اللہ حضور ﷺ کو دے گا کب، جب حضور ﷺ ان کو طلاق دے دیں تو وہ مؤمنات ہوں گی وہ مسلمات ہوں گی وہ قانتات ہوں گی وہ عابدات ہوں گی وہ سائحات ہوں گی وہ تائبات ہوں گی اور ان میں کوئی ایمان والی بھی نہیں ہے۔ نعوذ باللہ

عورتوں میں بے مثال عورتیں: اول تو یہ بات کس قدر افسوس ناک ہے اور قرآن کے بھی بالکل خلاف ہے آپ بتائیں کہ جو بیویاں ایمان سے بھی محروم ہوں وہ کبھی اس مقام پر پہنچ سکتی ہیں کہ **لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ** (پارہ ۲۲. الاحزاب ۳۲) پھر وہ کسی عظمت اور کسی احترام اور کسی فضیلت کی اہل ہوسکتی ہیں؟ بھئی! جہاں ایمان بھی نہ ہو، جہاں اسلام بھی نہ ہو وہاں کسی عظمت کا تصور آئے گا اللہ نے فرمایا **وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ** ط (پارہ ۲۲. الاحزاب ٦) جو میرے محبوب کی بیویاں ہیں قیامت تک پیدا ہونے والے مسلمانوں کی وہ مائیں ہیں۔ رہا مؤمنات کا مسئلہ اب آپ سے کیا کہوں۔ بھئی! ان کی سب سے زیادہ دشمنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ص وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ O (پارہ ۱۸. النور ۲۳) اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ وہ لوگ جو الزام لگاتے ہیں محصنٰت پر، محصنٰت سے مراد کیا ہے جو پاک دامن ہیں کیونکہ احصان جو محصنٰت کا مصدر ہے وہ چار طریقہ سے حاصل ہوتا ہے ایک تو

نکاح، ایک حریت، عفت اور اسلام۔ یہ چاروں احصان کے رکن ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنٰتِ وہ لوگ جو پاک دامنوں کو بہتان باندھتے ہیں إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ لوگ جو برائی کا الزام لگاتے ہیں محصنٰت پر اور وہ محصنٰت الْغٰفِلٰت جو برائی کے تصور سے بھی غافل ہیں اور ان کی شان کیا ہے الْمُؤْمِنٰت وہ مؤمنات ہیں یہ آیت کس کے حق میں ہے آپ کو معلوم ہے؟ یہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حق میں ہے اور باقی امتِ مرحومہ میں جو ایمان والی عورتیں ہیں وہ تو تبعاً اس میں شامل ہوں گی اصالۃً تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مراد ہیں اب آپ سے پوچھتا ہوں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے کن کن شانوں سے نوازا ہے اور ان کے لیے مؤمنات کا لفظ قرآن میں ہے یا نہیں ہے؟ وہ مؤمنات کی اصل ہیں یا نہیں ہیں؟ اور وہ مؤمنہ ہیں یا نہیں ہیں؟ تو جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے الْمُؤْمِنٰتِ کی اصل قرار دیا تو باقی ازواجِ مطہرات کے بارے میں تو تم اتنی بات کہہ بھی نہیں سکتے جتنی تم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں کہتے ہو تو ان تمام کا مؤمنات ہونا یہ ثابت ہو گیا کہ نہیں ہو گیا؟ بہر حال میرے عرض کرنے کا مقصد یہ تھا کہ یہ آیتیں ایسی نہیں ہیں کہ جن آیتوں کو سامنے رکھ کر کوئی شخص معاذ اللہ ازواجِ مطہرات کے حق میں زبان درازی شروع کر دے اور اگر وہ ایسا کرے گا تو خسر الدنیا والأخرۃ بلکہ وہ تو لُعِنُوا کا مستحق ہے دنیا میں بھی ملعون ہے آخرت میں بھی ملعون ہے۔ اس بات کی ان شاء اللہ آگے چل کر میں وضاحت کروں گا سرِ دست تو میں فقط اتنی بات بتانا چاہتا ہوں کہ امہاتُ المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنھن کو جو یہ تنبیہ فرمائی گئی ہے یہ حضور ﷺ کی محبوبیت اور حضور ﷺ کی عظمت کے پرچم لہرانے کے لئے ہے اور ان ازواجِ مطہرات کی شان میں جو آیتیں قرآن میں نازل فرمائی گئیں ہیں وہ ان امہات المؤمنین کی عظمتوں کا پرچم لہرانے کے لئے ہیں جو لوگ ازواجِ مطہرات کی عظمتوں کے منکر ہیں ان کے لئے وہ آیتیں کہ جن میں ازواجِ مطہرات کی عظمتوں کا بیان ہے جیسے لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اور الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰت یہ کیا ہیں؟ یہ تمام آیات ازواجِ مطہرات کی

عظمتوں اوران کی حرمت اوران کی تعظیم اوران کی برتری کا پرچم لہرا رہی ہیں ساری امت کی عورتوں میں سب سے افضل حضور علیہ کی ازواجِ مطہرات ہیں اور یہ قرآن کی آیتیں اس پر گواہ ہیں تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہاں ازواجِ مطہرات کو تنبیہ فرمائی ہے تو اس تنبیہ کی وجہ یہ نہیں ہے کہ معاذاللہ ان سے کوئی گناہ سرزد ہوا بات صرف اتنی ہوئی کہ اپنے جذبہ محبت کی تکمیل میں ان کی توجہ اِدھر نہیں ہوئی کہ اپنی محبوب چیز ترک فرمانے کے بعد حضور علیہ کو جو تکلیف ہوگی اس طرف ان کی توجہ نہیں گئی اتنی سی بات پر اللہ نے اتنی تنبیہ فرمائی ازواجِ مطہرات کو۔ بظاہر یہ اتنی سی بات ہے لیکن اللہ کے نزدیک یہ اتنی بڑی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازواجِ مطہرات کو اتنی شدید تنبیہ فرمائی تو اس میں ان آیات کے پیشِ نظر کوئی اگر ازواجِ مطہرات کی عظمتوں کا انکار کرے تو وہ بے دین ہے بس اس کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ازواجِ مطہرات کی عظمتیں تو سارے قرآن میں بھری ہوئی ہیں آیات گواہ ہیں اور آیات الٰہیہ، آیات قرآنیہ، وحیِ الٰہی ناطق ہے اس بات پر کہ حضور علیہ کی پاک بیویاں حضرت عائشہ ہوں حضرت حفصہ ہوں حضرت زینب ہوں حضرت ام حبیبہ ہوں حضرت ام سلمہ ہوں حضرت میمونہ ہوں حضرت جویریہ ہوں جتنی بھی ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن ہیں سب کی عظمتوں کے پرچم اللہ تعالیٰ قرآن میں لہرا رہا ہے۔

یہاں جو تنبیہ فرمائی وہ حضور علیہ کی عظمتوں کا پرچم لہرانے کے لئے کہ بے شک تم محبوبات ہو، بیشک تم مؤمنات ہو، تم غافلات ہو، تم محصنات ہو یہ سب ٹھیک ہے لیکن اگر تم نے میرے محبوب کی تکلیف کا لحاظ نہ کیا تو سمجھ لو کہ پھر اللہ تعالیٰ تم سے بہتر بیویاں اپنے محبوب کو عطا فرما دے گا تو وہ سب کچھ اپنے حبیب کی عظمتوں کی بنیاد پر اللہ نے فرمایا اب بات لمبی ہوئی جاتی ہے میں مختصر کرنا چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ نے اپنے محبوب سید عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ سے ارشاد فرمایا کہ میرے محبوب آپ ایک بات اپنی بیویوں سے کہہ دیں اور وہ بات یہ تھی وہ بھی اسی قسم کی بات تھی کہ ازواجِ مطہرات نے جب یہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے غنائم سے مسلمانوں کو مالا مال کر دیا اور فتوحات کے دروازے کشادہ ہو گئے تو اب ہماری زندگی جس طرح بسر ہوتی ہے۔ آپ کو معلوم ہے ازواجِ مطہرات کی زندگی کس

طرح بسر ہوتی تھی؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ دو دو مہینے تک ہمارے گھر سے دھواں نہیں اٹھتا تھا کوئی چیز پکانے کی ہوتی نہیں تھی اور کتنے دن ہو جاتے تھے کہ ہم کھجور اور صرف پانی پر گزارا کرتے تھے اور بعض اوقات ایک کھجور سے زیادہ نصیب نہیں ہوتی تھی تو جب ازواجِ مطہرات نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے غنائم عطا فرمائے فتوحات بڑی کثیر ہو گئیں تو ازواجِ مطہرات نے عرض کیا کہ حضور ہمارے نفقہ میں بھی کچھ اضافہ فرما دیں تو حضور سیدِ عالم تاجدارِ مدنی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ کی عظمت کو ملاحظہ فرمائیے۔ ہر شخص چاہتا ہے کہ میرے گھر والے اچھی زندگی بسر کریں اور حضور ﷺ سے بڑھ کر تو کوئی یہ چاہ ہی نہیں سکتا بلکہ حضور ﷺ کے برابر بھی کوئی ایسی بات نہیں چاہ سکتا لیکن حضور سیدِ عالم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے وہ تقویٰ اور وہ زہد عطا فرمایا تھا کہ اس کی مثال ساری کائنات میں نہیں ملتی سرکار نے اپنے زہد و تقویٰ کے پیشِ نظر ازواجِ مطہرات کو اتنا نفقہ عطا فرمایا کہ جتنا حضور ﷺ کے علم و حکمت اور مصلحت کے مطابق تھا یہ آپ خوب سمجھیں میں نے بڑے محتاط لفظ بولے۔ اب اُس کے بعد جب ازواجِ مطہرات کا مطالبہ ختم نہیں ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے محبوب آپ اِن بیویوں کو بلا کر ایک بات فرما دیجئے آپ اُن سب بیویوں کو کہہ دیں اپنی سب پاک بیویوں کو مخاطب فرما کر فرما دیں

اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا﴿۲۸﴾ (پارہ ۲۱۔ الاحزاب ۲۸) اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے محبوب آپ اپنی بیویوں کو فرما دیجئے۔ اب ادھر حال کیا تھا ان کی گزر بسر کا تو یہ عالم تھا جو میں نے عرض کیا کہ دو دو مہینوں تک چولہے سے دھواں ہی نہیں اُٹھتا تھا کھجور اور پانی کے سوا کسی چیز پر گزارا نہیں ہوتا تھا اور پھر آپ کو معلوم ہے کہ عورت کی فطرت کیا ہے نفسیاتی طور پر؟ عورت نفسیاتی طور پر دو چیزوں کو پسند کرتی ہے ایک یہ کہ خاوند کی محبت اور پیار کے ساتھ اور خوشحالی کے ساتھ زندگی بسر ہو اور دوسری کیا بات کہ لاکھ خوشحالی ہو کچھ بھی ہو لیکن اگر اولاد نہ ہو تب بھی عورت کے طبعی اور نفسیاتی تقاضے پورے نہیں ہوتے جب تک کہ عورت صاحب اولاد اور خاص طور پر بیٹا اسے نصیب نہ ہو جائے۔ اب یہاں پر تو یہ عالم تھا کہ گزر بسر کا تو میں نے عرض کیا اور بیٹوں کے متعلق تو بیشک سرکارِ دو عالم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سات اولادیں عطا فرمائیں تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں عطا فرمائیں اور

بعض نے چار صاحبزادوں کا قول کیا بعض نے کہا کہ حضور ﷺ کے دو صاحبزادے ہوئے حضرت عبد اللہ، حضرت قاسم اور حضرت ابراہیم تو اخیر میں حضرت ماریہ قبطیہ کے بطنِ پاک سے پیدا ہوئے تھے اٹھارہ مہینے کے بعد ان کا وصال ہو گیا اور حضور ﷺ کے دو صاحبزادوں حضرت قاسم اور حضرت عبد اللہ کے لقب طیب اور طاہر بھی تھے یہ دونوں ہجرت سے پہلے ہی مکہ مکرمہ میں سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطنِ پاک سے پیدا ہوئے تھے اور حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں حضرت امِ کلثوم، حضرت رقیہ اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہن یہ حضور ﷺ کی صاحبزادیاں ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ سرکار کی تین صاحبزادیاں تو حضور کے زمانے میں ہی وصال فرما گئیں حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال حضور ﷺ کے سامنے ہو گیا حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال حضور ﷺ کے سامنے ہو گیا حضرت امِ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال حضور ﷺ کے سامنے ہو گیا۔ صرف حضور ﷺ کی اولاد میں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا باقی رہیں اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تو مکہ مکرمہ میں ہجرت سے تین سال پہلے ہی وصال ہو چکا تھا تو اب کوئی بیوی ایسی موجود نہ تھی حضور ﷺ کی ازواجِ مطہرات میں جو صاحبِ اولاد ہو کیونکہ اولاد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوئی تھی اور وہ ہجرت سے تین سال پہلے ہی وصال فرما چکی تھیں اور ان کی اولادوں میں سے سب کا وصال ہو گیا صرف حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا باقی رہیں۔ بھئی! حضرت رقیہ، حضرت امِ کلثوم دونوں یکے بعد دیگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں کہ نہیں آئیں؟ اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عمرو بن ابو العاص رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئی تھیں ان کا بھی وصال ہو گیا عمرو بن ابو العاص جو حضور ﷺ کے داماد تھے حضور ﷺ نے ان کی بڑی تعریف فرمائی بہر حال میں نے عرض کیا حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت امِ کلثوم تینوں کا وصال ہو گیا اور صرف ایک حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا باقی رہیں جن کا وصال حضو ﷺ کے وصال کے چھ ماہ بعد ہوا اور صاحبزادوں میں سے آخری صاحبزادے حضرت ابراہیم تھے جو حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے

بطنِ مبارک سے پیدا ہوئے تھے اٹھارہ ماہ کے بعد وصال فرما گئے (عمر شریف اٹھارہ ماہ ہوئی) تو جس وقت یہ آیت نازل ہوئی ہے اُس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو بیویاں موجود تھیں ان میں اس وقت کوئی بیوی بھی صاحبِ اولاد نہیں تھیں۔ اچھا اب ہر عورت کے دل میں بیٹے کی تمنا ہوتی ہے ہر عورت کے دل میں خاوند کی محبت و پیار اور اچھی بسر اوقات کی خواہش نفسیاتی طور پر ہوتی ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ میرے محبوب یہ جو آپ کی بیویاں ہیں اِن میں سے کوئی بھی صاحبِ اولاد نہیں اور ہر ایک کے دل میں نفسیاتی طور پر اولاد کی تمنا ہوتی ہے اور اِن میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جس کی بسر اوقات بڑی خوشحالی کے ساتھ ہو کیونکہ حال تو یہ ہے جو میں نے ابھی عرض کیا چنانچہ اب اس حالت پر کہ جس حالت پر یہ ہیں کہ نہ اِن کی بسر اوقات اتنی اچھی ہے کہ جس کو خوشحالی سے تعبیر کیا جا سکے اور نہ یہ صاحبِ اولاد ہیں اب اگر یہ آپ سے خرچہ مانگتی ہیں خرچہ طلب کرتی ہیں اور خرچہ طلب کرنے میں وہ حق بجانب بھی تھیں یہ نہیں تھا کہ حق بجانب نہ ہوں لیکن سرکارِ دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کیونکہ کمالِ زہد کا وصف رکھتے تھے زہد کے معنی ہیں دنیا، سامانِ دنیا، عیشِ دنیا سے بے رغبتی، تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے عیش و عشرت سے انتہائی بے رغبتی رکھتے تھے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام وہ تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ نے رکھا اور ان کا وہ مقام تھا جو ازواج مطہرات کا ہونا چاہیے وہ خوشحالی کی زندگی کی خواہاں تھیں، اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ فرماتا ہے کہ میرے محبوب یہ تو ازواجِ مطہرات ہیں آپ اِن کو ایک بات فرما دیجئے کہ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا اے نبی کی بیویو! اگر تم یہ چاہتی ہو اگر تم یہ ارادہ کرتی ہو کہ تمہاری دنیا کی زندگی خوشحالی اور عیش کے ساتھ گزرے اور تم دنیا کی زینت بھی چاہتی ہو حیاتِ دنیا بھی چاہتی ہو کہ ہماری دنیا کی حیات خوشحالی سے بسر ہو اور ہمیں حیاتِ دنیا کی زینت بھی نصیب ہو اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا اگر تم ارادہ کرتی ہو حیاتِ دنیا اور زینت حیاتِ دنیا کا تو کیا کرو فَتَعَالَيْنَ آؤ! أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ میں تمہیں کچھ فائدہ پہنچا دوں اور نہایت ہی خوبصورتی کے ساتھ اور حسنِ سلوک کے ساتھ میں تمہیں چھوڑ دوں۔ یہ اللہ نے فرمایا کہ میرے پیارے محبوب اپنی سب بیویوں کو آپ یہ بات فرما دیں۔ اب حیاتِ دنیا کی زینت کیا چیز ہے؟ یہ بھی

آپ دیکھ لیں، میں نہیں کہتا قرآن کو آپ پڑھیں قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (پارہ ۱۵۔ الکھف آیت ۴۶) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مال اور بیٹے یہ حیاتِ دنیا کی زینت ہیں اب اس آیت کو بھی پڑھیں اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نتیجہ کیا نکلے گا نتیجہ یہ نکلے گا میرے محبوب آپ اپنی ازواجِ مطہرات سے فرما دیجئے کہ اگر تم مال چاہتی ہو بیٹے چاہتی ہو تو جس عورت کے دل میں میری بیویوں میں سے جس بیوی کے دل میں مال کی خواہش ہو بیٹے کی خواہش ہو پھر وہ اس قابل نہیں ہے کہ وہ حرمِ نبوت میں رہ سکے فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۞ بڑی خوبصورتی کے ساتھ میں تم کو چھوڑ دوں، تم سے قطع تعلق کرلوں اور نہایت ہی حسن و خوبی کے ساتھ میں تمہیں چھوڑ دوں یہ نہیں کہ گالیاں دے کر، مار کر، پیٹ کر یہ ہماری شان نہیں اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۞ اب ان دونوں باتوں کو آپ اپنے ذہن میں رکھیں اور اس کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کریں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اے میرے محبوب آپ کی جو بیویاں آپ سے خرچہ طلب کرتی ہیں اور آپ کا مقام اور ہے آپ کا مقام تو کمالِ زہد ہے آپ تو دنیا، مالِ دنیا اور معیشت دنیا سے بے رغبتی کا وصف رکھتے ہیں کیونکہ زہد آپ کا کمال ہے اب اگر یہ بیویاں آپ سے مال چاہیں اور ان کے دل میں اولاد کی خواہش ہو تو آپ ان کو صاف صاف جواب دے دیں کہ فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۞ تمہارے دل میں مال و اولاد کی اگر خواہش ہو تو پھر تم حریمِ نبوت اور حرمِ رسالت کے قابل نہیں ہو پھر تم کو میں طلاق دے دوں گا اور تم کو الگ کر دوں گا۔ اس آیت کو مفسرین کی زبان میں آیة تخییر کہتے ہیں کہ تم دنیا اور حیاتِ دنیا کو اختیار کرلو یا تم رسول کو اختیار کرلو یہ تمہاری مرضی ہے تو جب حضور سیدِ عالم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ نے ازواجِ مطہرات کو یہ فرمایا تو پھر ساتھ ہی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک بات فرما دی فرمایا کہ اے عائشہ تم جلدی فیصلہ نہ کرنا تم اپنے والدین سے مشورہ کرلینا کہ میں کون سی چیز کو اختیار کروں دنیا کی حیات اور زینت حیاتِ دنیا کو اختیار کروں یا اللہ اور رسول کو اختیار کروں۔ تو حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا اَفِيْ ذَالِكَ اُشَاوِرُ اَبَوَيَّ حضور اس بات میں میں اپنے ماں باپ سے مشورہ

کروں؟ میرے آقا! نہ میں دنیا چاہتی ہوں، نہ میں حیاتِ دنیا چاہتی ہوں، نہ بیٹا چاہتی ہوں، نہ اولاد چاہتی ہوں میں اللہ اور اس کے رسول کو چاہتی ہوں جب حضرت عائشہ نے یہ لفظ کہے تو حضرت حفصہ بھی یہی بولیں حضرت میمونہ بھی یہی بولیں حضرت زینب بھی یہی بولیں سب پاک بیویاں یہی بولیں کہ ہمیں نہ مال چاہیئے، نہ بیٹے چاہئیں، نہ دنیا، نہ ہی حیاتِ دنیا چاہیئے ہمیں تو اللہ اور اللہ کے رسول چاہئیں۔ سبحان اللہ. مولانا مجھے ایک بات یاد آئی ڈیرہ غازی خان کے ضلع میں ایک اندھا حافظ ہے اور وہ بہت سخت عقیدہ کا ہے اور نہایت متشدد ہے اور اس قدر تشدد کرتا ہے کہ وہ کسی بزرگ کسی بھی عظیم ہستی کی عظمت کا اسے بالکل بھی پاس لحاظ ہی نہیں اور وہ ایسی سخت تقریر کرتا ہے کہ جو سنی نہیں جاتی میں نے کہا کیا کہتا ہے تو مولانا نے فرمایا وہ یہ کہتا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول ہمیں یہ دے دیں گے رسول ہمیں وہ دے دیں گے بھئی لوگ نہیں کہتے ہیں کہ رسول سے ہمیں یہ مل جائے گا وہ مل جائے گا۔ کہتا ہے کیا مل جائے گا عائشہ سے بڑھ کر تو حضور ﷺ کی کوئی محبوبہ بیوی نہیں تھی وہ ساری عمر پیٹ پیٹ کر مرگئی ایک بچہ ان کو رسول نہیں دے سکے اور ان کی ایک اتنی سی خواہش پوری نہیں کر سکے وہ کہتا ہے کہ اگر رسول کچھ دیتے تو عائشہ کو دیتے وہ تو ساری عمر پیٹ پیٹتی رہیں کہ مجھے کوئی بچہ ہو جائے تو میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے علمِ غیب تو اللہ کی ذاتی صفت ہے؟ اللہ ازل سے جانتا ہے اور اللہ کو معلوم ہے کہ ایک شخص ڈیرہ غازی خان میں اندھا پیدا ہوگا جو آنکھ کا بھی اندھا ہوگا دل کا بھی اندھا ہوگا اور وہ ازواجِ مطہرات پر الزام لگائے گا اور حضور ﷺ کی محبوبہ طیبہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کے حق میں یہ بکواس کرے گا کہ عائشہ عمر بھر پیٹ پیٹتی مرگئی ایک بیٹا رسول نہیں دے سکے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عائشہ پہلے طے کرلو اس بات کو کہ بیٹے کی خواہش ہے یا نہیں ہے تاکہ آگے جا کر کوئی یہ بکواس نہ کرے اور اگر کرے گا تو اپنا منہ آپ ہی کالا کرے گا تم یہ آج فیصلہ کرلو کہ بیٹے کی خواہش ہے تو پھر رسول کے گھر میں نہیں رہ سکتیں اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا (پارہ ۲۱. الاحزاب ۲۸) اور اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (پارہ ۱۵. الکھف ۴۶) بولو مال کی خواہش ہے بیٹوں کی خواہش ہے اگر خواہش ہے تو ابھی بتاؤ اور اگر نہیں ہے تو اقرار کرو۔ انہوں نے کہا کہ نہ ہمیں

مال کی خواہش ہے نہ بیٹوں کی، ہمیں تو اللہ اور اللہ کا رسول چاہیے ہمیں تو اور کچھ بھی نہیں چاہیے۔ تو اب وہ جو کہتا تھا کہ عائشہ پَیٹ پیٹ پیٹ کے مر گئیں نعوذ باللہ اللہ کے رسول ایک بیٹا نہیں دے سکے تو اللہ نے فرمایا کہ اے عائشہ صدیقہ تم پہلے یہ بات طے کر لو اور بتا دو کہ تمہیں بیٹے کی خواہش ہے کہ نہیں ہے چنانچہ قرآن نے پہلے ہی فیصلہ کر دیا کہ جو یہ کہے گا حضور ﷺ کی کسی بیوی کو حضور ﷺ ایک بیٹا بھی نہیں دے سکے ان کی ایک بیٹے کی خواہش اور اولاد کی خواہش بھی حضور ﷺ پوری نہیں کر سکے تو اے محبوب ﷺ پہلے ہی بیویوں سے کہلوا لو کہ اولاد کی خواہش تمہیں ہے بھی کہ نہیں ہے اگر ہے اور پھر پوری نہ ہوئی تو پھر تو چلو اس کی بات قابلِ قبول ہے لیکن جب یہاں اولاد کی خواہش ہی نہیں ہے اور اب وہ یہ کہتا ہے تو بتاؤ خود اپنا منہ کالا کرتا ہے یا نہیں کرتا؟ بہر حال میرے عرض کرنے کا مقصد یہ تھا میں نے یہ سب باتیں اس لیے بیان کیں کہ آپ کے ذہن میں یہ بات اچھی طرح راسخ ہو جائے کہ ازواجِ مطہرات ایمان میں کامل، ازواجِ مطہرات عقل میں کامل، ازواجِ مطہرات اسلام میں کامل اور ازواجِ مطہرات ہر نیکی اور تقویٰ میں کامل ہیں۔ اور یہاں تک کہ جب یہ آزمائش کا دور آیا تو انہوں نے صاف کہہ دیا کہ ہم کو نہ مال چاہیے اور نہ اولاد چاہیے ہمیں اللہ چاہیے اللہ کا رسول چاہیے ہمیں تو اللہ، رسول اور آخرت کے سوا کسی چیز کی خواہش ہی نہیں۔ اب بتائیے کہ جن کا یہ معیار ہو بولئے ان کے حق میں کسی بدگمانی کا پیدا کرنا یہ مؤمن کی شان ہے؟ یہ ازواجِ مطہرات کا مقام ہے۔ بہر حال جب یہ بات آپ کے ذہن میں آ گئی تو اب یہ مسئلہ خوب واضح ہو گیا کہ رب العزت جل مجدہٗ نے جو یہاں ازواجِ مطہرات کو تنبیہ فرمائی ہے وہ تنبیہ فقط حضور ﷺ کی عظمت کو اور حضور ﷺ کی شوکت کو اور حضور ﷺ کی شان کو نمایاں کرنے کے لیے بلکہ یوں کہیئے کہ حضور ﷺ کی محبوبیت کے پرچم لہرانے کیلئے ہے۔ اے ازواجِ مطہرات ٹھیک ہے تمہاری ہر خواہش قابلِ احترام ہے لیکن اگر تم نے میرے رسول کی رضا جوئی کا اہتمام نہ کیا تو سمجھ لو کہ تمہارا پھر کوئی مقام نہیں ہے یہ سب شان ہے شان والے آقا محبوب کی یہ بات اپنے ذہن میں رکھیں اور اس کے بعد جو مسائل آگے آ رہے ہیں وہ ان شاء اللّٰہ کل پھر میں شروع کروں گا۔

اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اللہ تعالیٰ بارانِ رحمت بھی عطا فرمائے اور اپنے روزے دار بندوں کے

حال پر رحم فرمائے اس کا تو رحم ہی رحم ہے اگر وہ بارش فرمائے تب بھی رحم ہے اگر نہ فرمائے پھر بھی رحم ہے ہم تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سر جھکائے ہوئے ہیں یا اللہ تیری رضا پر راضی ہیں باقی ہم بندے ہیں بندوں کا کام مانگنا ہے تو ہم تو مانگے جائیں گے دینا تیری حکمت پر موقوف ہے، تیری رضا پر موقوف ہے۔ اگر تو عطا فرمائے گا تو یہ تیری عنایت ہے اور اگر تو نہیں عطا فرمائے گا تو ہمیں کوئی شکایت نہیں ہے ہم تو تیرے عاجز بندے ہیں ذلیل بندے ہیں الٰہی اپنا کرم فرما رحم فرما آمین ثم آمین۔

الدرس الحادی عشر

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ

الرَّجِیۡمِ O بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ O

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبۡتَغِیۡ مَرۡضَاتَ اَزۡوَاجِكَ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۝۱

صدق اللہ مولانا العلی العظیم وصدق رسولہ النبی الامین ونحن علی ذلک لمن

الشاھدین والشاکرین والحمدللہ رب العالمین O

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمۡ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکۡ وَسَلِّمۡ عَلَیۡہِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحۡسَانِہٖ۔ آج رمضان المبارک کی تیرہ تاریخ ہے اور بدھ کا دن ہے اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہ ثم اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہ ہم سب روزے سے ہیں اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان اور اس کا شکر ہے کہ اس نے تیرہ روزے رکھوا دیئے۔ اے اللہ! تو اپنی رحمت سے باقی روزے بھی پورے رکھوا دے اور تراویح اور قرآنِ پاک کا سننا اور پڑھنا اور تمام معمولات کو اپنی رحمت سے پایۂ تکمیل تک پہنچا دے اور اے اللہ اپنی رحمت سے شرفِ قبول بھی عطا فرما۔ آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمۡ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوۡلَانَا وَمَلۡجَنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَبَارِکۡ وَسَلِّمۡ

بزرگانِ محترم! سورۃ التحریم کے اس پہلے رکوع کی آیات کا تعلق چونکہ ایک بڑے نازک مسئلے کے ساتھ تھا اور وہ اعتقادی مسئلہ تھا مجبوراً مجھے اس پر بڑی تفصیل سے گفتگو کرنا پڑی اور وہ مسئلہ حضور نبی اکرم سید عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواجِ مطہرات کا مسئلہ ہے کیونکہ اس سورۃ مبارکہ کی ان آیات طیبات میں حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق یہ الفاظ موجود ہیں کہ اِنۡ تَظٰهَرَا عَلَیۡهِ (التحریم آیت ۴) اگر تم نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کی اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف ایک دوسرے کی معاونت کی تو سمجھ لو ان کا تم کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گی اپنا ہی نقصان کرو گی۔ کیوں! اس لئے کہ اللہ ان کا مددگار ہے اور جبرائیل، صالح المؤمنین ان کے مددگار ہیں اور پھر اللہ کے سارے فرشتے ان کے مددگار ہیں۔ ایسی صورت میں اے عائشہ اور اے

حفصہ! تم خود سمجھو کہ اگر رسول اللہ ﷺ کے خلاف ایک دوسرے کی معاونت کرتیں رہیں تو تمھیں کیا فائدہ پہنچے گا اپنا ہی کچھ بگاڑو گی۔ میرے محبوب کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکو گی کیونکہ میں خود ان کا مددگار ہوں، جبرائیل ان کے مددگار ہیں، صالح المؤمنین ان کے مددگار ہیں اور اس کے بعد اللہ کے سارے فرشتے ان کے مددگار ہیں۔ اب ان آیات کے ظاہری مضمون سے کیونکہ بہت سے شکوک و شبہات ازواجِ مطہرات کے بارے میں پیدا ہوتے تھے اور یہ اعتقاد کا مسئلہ تھا۔

نسبتِ رسول: دیکھئے! ہم ازواجِ مطہرات کی عظمت کے جو قائل ہیں وہ صرف نسبتِ رسول کی وجہ سے اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں فرمایا **اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَاَزْوَاجُہٗۤ اُمَّہٰتُہُمْ**ط (الاحزاب آیت ٦) اور اس آیتِ کریمہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک قرأت یہ ہے کہ وَھُوَ أَبٌ لَّھُمْ وَ أَزْوَاجُہٗ أُمَّھَاتُھُمْ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے بھی یہ قرأت منقول ہے اس کا صاف مفہوم یہ ہے کہ ایمان والو! نبی ﷺ تمہاری جانوں سے زیادہ تمہارے قریب ہیں تمہارے اندر تمہارے وجود میں تمہاری جانوں اور تمہارے مالوں میں تصرف کا وہ حق رکھتے ہیں جو تمہیں خود بھی نہیں ہے کیونکہ انہیں ولایتِ مطلقہ حاصل ہے وہ تمہاری جانوں اور تمہارے مالوں کے مالک ہیں۔ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کا قول مجھے یاد آتا ہے اور وہ شفاءِ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی شرح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا حضرت امام مالک فرماتے ہیں مَنْ لَمْ یَرَ نَفْسَہٗ مِلْکًا لِلرَّسُوْلِ لَمْ یَذُقْ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے اپنی جان کو رسول کی ملک نہ سمجھا اس نے ایمان کی حلاوت نہیں پائی ایمان کی حلاوت وہی لوگ پاتے ہیں جن کا یہ اعتقاد ہے کہ حضور ﷺ ہماری جان کے مالک ہیں اور ہم حضور ﷺ کی ملک ہیں اور حضور ﷺ ہمارے مالک ہیں۔ یہ امام مالک رضی اللہ عنہ کا مقولہ ہے جو شفاءِ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی شرح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے اور اس کا جو مبنیٰ اور منشاء ہے وہ یہی آیت ہے کہ اَلنَّبِیُّ أَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ أَنْفُسِھِمْ کہ نبی ﷺ کو ایمان والوں میں تصرف کا وہ حق حاصل ہے جو خود ان کو بھی حاصل نہیں ہے۔ دیکھئے! کسی کی کوئی چیز میرے پاس ہو تو مجھے اس میں تصرف کا حق

حاصل ہے؟ نہیں ہے۔ تصرف کا حق اسی کو حاصل ہے جس کی وہ چیز ہے تو میرا وجود، میرا جسم، میری جان، میں خود۔ مجھے اپنے وجود میں، اپنے جسم میں اپنی جان میں تصرف کا وہ حق نہیں ہے جو اللہ کے رسول کو ہے کیونکہ میں اپنا مالک نہیں ہوں۔ میرے رسول میرے مالک ہیں تو رسول کو مجھ سے بڑھ کر مجھ میں تصرف کا حق حاصل ہے کیونکہ میرے مالک رسول ہیں آپ کہیں گے مالک تو اللہ ہے تم نے رسول کو مالک بنا دیا۔ مجھے بڑی حیرت ہے کہ اللہ فقط ہمارا ہی مالک ہے یا کائنات کی ہر چیز کا مالک ہے؟ اللہ صرف ہمارا مالک ہے یا زمین و آسمان ہر چیز کا مالک ہے؟ قرآن سے پوچھ لیں قرآن کہتا ہے لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (لقمان ۲۶، النور ۶۴، یونس ۵۵) لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (البقرہ ۱۰۷۔ المائدہ ۴۰۔ الاعراف ۱۵۸) زمین و آسمان اللہ ہی کی ملک ہے۔ زمین و آسمان کا مُلک اللہ ہی کی ملک ہے ہر چیز جو زمین میں ہے اللہ اس کا مالک ہے ہر چیز جو آسمان میں ہے اللہ اس کا مالک ہے۔ آپ سے پوچھتا ہوں کہ جب زمین کی ہر چیز کا مالک اللہ ہے تو جن زمینوں کے آپ مالک بنے بیٹھے ہیں ان کا مالک بھی اللہ ہے یا نہیں؟ جب اللہ ہر چیز کا مالک ہے تو جس مکان کے آپ خود مالک بنے بیٹھے ہیں اس مکان کا مالک بھی اللہ ہے یا نہیں ہے؟ جب زمین آسمان کی ہر چیز کا مالک اللہ ہی ہے تو آپ مجھے بتائیں کہ آپ کے گھر کا سامان، آپ کی تجارت کا سامان، آپ کی زراعت کا سامان، آپ کی دکان، آپ کا مکان، آپ کا کارخانہ بولیئے اللہ سب کا مالک ہے یا نہیں؟ (یقیناً) ہے۔ پھر حیرت کا مقام ہے کہ اگر یہاں اللہ ہر چیز کا مالک ہے اور تم اپنے آپ کو مالک کہہ رہے ہو تو مشرک نہیں ہوئے اور ہر چیز کا مالک ہم اللہ کو مان کر پھر کہیں کہ رسول ہمارے مالک ہیں تو ہم مشرک ہو گئے۔ بھئی! تماشے کی بات ہے کہ اگر اللہ کی ملک میں ہم اپنے آپ کو مالک کہیں تو مشرک نہیں ہوتے اور اللہ کو مالک مان کر رسول ﷺ کو ہم مالک کہیں تو مشرک ہو جاتے ہیں۔

ملکِ حقیقی اور ملکِ مجازی: ظالمو! اللہ کا خوف کرو اور سوچو کیا کہہ رہے ہو، کہاں جا رہے ہو کس طرف تمہارا رخ ہے؟ شاید آپ کہیں کہ بھئی بظاہر تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی ملک میں ہم شریک نہیں نہ رسول شریک ہیں، بھئی اللہ کی ملکِ حقیقی میں اُس کا کوئی شریک نہیں لیکن جب اللہ خود کسی کو

مجازاً کسی کا مالک بنادے تو اللہ کی ملک میں شرکت کہاں ہوگئی؟ بھئی اللہ کی ملک میں شرکت تو جب ہوگی کہ جیسی ملک اللہ کی ہے ویسی ہی ملک دوسرے کی ہو۔ تو کیا ہمارا یہ عقیدہ ہے؟ کہ جیسی ملک اللہ کی ہے ویسی ملک ہماری ہے؟ یا جیسی ملک اللہ کی ہے ویسی ملک رسول کی ہے؟ ارے بھئی! اللہ تو ازل سے خود بخود مالک ہے اور رسول تو اللہ کے مالک بنانے سے مالک ہیں کہ اسی طرح ہماری زمین، ہمارا مکان، ہماری جائیداد، ہمارے مال اللہ تو ان کا ازل سے حقیقتاً مالک ہے اور ہم تو اللہ کے مالک بنانے سے مالک ہیں اگر اللہ ہمیں مالک نہ بناتا تو ہم مالک نہ ہوتے تو جس طرح کہ ہم مالکِ مجازی ہیں اور اللہ کے بنانے سے ہم مالک ہوئے۔ لہذا ہم اس اعتقاد کی بنا پر کہ بھئی اللہ مالک ہے اور ہم بھی مالک ہیں، ہم مشرک نہیں ہوتے تو یہ بتاؤ کہ رسول کو مالک مان کر کس طرح ہم مشرک ہو جائیں گے؟ پھر قرآن تو ذرا پڑھو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ عَلَیْهِ

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا کہ اللہ کی شان یہ ہے کہ مَالِکُ الْمُلْکِ ہے (پارہ ۳. آلِ عمران ۲۶) اللہ نے اپنے آپ کو مَالِکُ الْمُلْکِ فرمایا کہ نہیں؟ تو آپ یہ بتائیں مَالِکُ الْمُلْکِ ہونے کے بعد پھر فرمایا تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ (پارہ ۳. آلِ عمران ۲۶) تو جسے چاہے ملک دے اور جس سے چاہے چھین لے۔ سبحان اللّٰہ تو معلوم ہوا کہ اللہ تو حقیقتاً مالک ہے اللہ کو کسی نے مالک نہیں بنایا اور اللہ کے رسول اللہ کے مالک بنانے سے مالک ہیں اور ہم اللہ کے رسول ﷺ کے مالک بنانے سے مالک ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ اپنے دین، اپنی شریعت کی رُو سے جس چیز کا ہمیں مالک بنائیں گے ہم اس کے مالک ہیں، مگر ہمارا مالک ہونا مجازی ہے اللہ حقیقتاً مالک ہے تو بھئی بڑے تعجب کی بات ہے کہ اگر ہم اللہ کے ملک میں اپنے ملک کا اعتقاد رکھیں تو مشرک نہیں ہوتے اور اللہ کے رسول کو ہم مالک کہیں تو ہم مشرک ہو جائیں۔ یہ کیا تماشا ہے؟ اور کیسی عقل کی بات ہے؟ اس سے پتہ چلا کہ تم اپنی جو عظمت اور محبت اپنے دل میں رکھتے ہو اللہ کے رسول ﷺ کی اتنی عظمت و محبت بھی نہیں رکھتے کہ تم خود مالک ہو جاؤ تو یہ جائز ہے اور رسول مالک ہوں تو شرک ہے، تو میں یہ عرض کر رہا تھا، میں یہ بتا رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ و عم نوالہ نے صاف صاف فرمایا کہ النَّبِیُّ

أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ کہ ایمان والو! تمہیں اپنی جانوں میں تصرف کا وہ حق نہیں جو میرے نبی کو ہے کیونکہ تم اپنی جان کے مالک نہیں ہو۔ میں نے تمہاری جانوں کا مالک اپنے رسول کو بنایا ہے اور یہی وجہ ہے کہ وَهُوَ أَبٌ لَهُمْ (عبداللہ بن مسعود کی قرأت میں) کہ وہ ایمان والوں کے باپ ہیں۔ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ اور جب وہ ایمان والوں کے باپ ہیں تو ان کی بیویاں ایمان والوں کی مائیں ہیں۔ آپ بتائیے کہ حضور ﷺ کی ابوت یعنی باپ ہونا اور حضور ﷺ کی پاک بیویوں کے ماں ہونے کا جو حکم قرآن نے دیا ہے وہ حق ہے یا نہیں ہے؟ حق ہے۔ سبحان اللہ۔ پتہ یہ چلا کہ ہم رسول اکرم سید عالم ﷺ کی ازواج مطہرات کی جس عظمت اور جس فضیلت کے معتقد ہیں وہ نسبت رسول کی وجہ سے ہے وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ ط ازواج مضاف ہے اور یہ ضمیر مجرور، یہ کیا ہے ضمیر منصوب ہے معنی کے اعتبار سے اور ویسے اضافت کی وجہ سے وہ مجرور ہے تو فرمایا کہ ان کی بیویاں تمہاری مائیں ہیں اگر کوئی عورت حضور ﷺ کی بیوی نہ ہو تو پھر وہ امہات المؤمنین ہو سکتی ہے؟ امہات المؤمنین میں شامل ہو سکتی ہے؟ نہیں ہو سکتی۔ معلوم ہوا کہ یہ عظمت تو رسول کی نسبت سے ملی ہے۔ اسی لیے نسبتِ رسول کی وجہ سے ہم ازواجِ مطہرات کی عظمت پر ایمان رکھتے ہیں اور ہم عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کی پاک بیویاں عظیم ہیں، صاحبِ فضیلت ہیں، اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ کی بارگاہ میں انہیں قربِ خاص حاصل ہے۔ رہا ان آیات کا مسئلہ تو میں بار بار بیان کر چکا۔ اسی لیے میں نے بڑی تفصیل سے مکرر، سہ کرر بلکہ اس سے بھی زیادہ اسی لیے میں نے بیان کیا کہ ہمارے ذہن میں یہ بات آجائے کہ بے شک ازواجِ مطہرات رضوان اللّٰہ تعالیٰ علیھن اجمعین سے حضور ﷺ کو تکلیف پہنچی، مگر ان کا ارادہ تو تکلیف پہنچانے کا نہ تھا اور اگر اس کو بھی حضور ﷺ کی بیویوں کے دشمن اگر نہیں مانتے تو اور بڑی مشکل ہو جائے گی۔

سوال: یہ لوگ کہتے ہیں کہ بھئی رسول کو ایذاء پہنچانے والا جہنمی ہے۔ اب تم خود سمجھ لو کہ إِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ (التحریم ۴) جنہوں نے رسول کو ایذاء پہنچانے میں ایک دوسرے کی مدد کی ان کا کیا حال ہوگا؟

جواب: ظالمو! یہ بتاؤ کہ انہوں نے حضور ﷺ کو دکھ پہنچانے کے لیے آپس میں ایک دوسرے

کا تعاون کیا تھا؟ نعوذ باللہ ارے! انہوں نے تو اپنی محبت کے تقاضے کی تکمیل کے لیے ایسا کیا تھا۔ اب اس تقاضائے محبت کی تکمیل اور جذبۂ غیرت کے پورا ہونے کی صورت میں اگر اللہ کے پیارے رسول ﷺ کو تکلیف پہنچی تو پھر وہ تکلیف پہنچانے والی ازواجِ مطہرات نہیں ہیں اور اس کو اگر تم ازواجِ مطہرات کی طرف منسوب کرو گے تو پھر میں ایک بات کہوں گا۔ سن لو غور سے سن لو۔ حضور تاجدارِ مدنی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ نے سیدہ فاطمۃ الزہرا کے متعلق فرمایا اَلْفَاطِمَۃُ قِطْعَۃُ کَبِدِیْ فاطمہ تو میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ مَنْ اَغْضَبَھَا فَقَدْ اَغْضَبَنِیْ جس نے فاطمہ کو غضبناک کیا اس نے فاطمہ کو نہیں کیا مجھے غضبناک کیا اور جس نے مجھے غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک نہیں کیا اس نے اللہ کو غضبناک کیا اور جس نے اللہ کو غضبناک کیا وہ تو جہنمی ہے، یہ بات حضور ﷺ نے کس موقع پر فرمائی معلوم ہے آپ کو؟ حضور سیدِ عالم ﷺ نے یہ بات اس موقع پر فرمائی جبکہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے ابوجہل کی بیٹی کے ساتھ اپنے نکاح کا پیغام دیا تو حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس قدر تکلیف پہنچی کہ ان سے برداشت نہ ہو سکا بہت غضبناک ہوئیں اور پھر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ حضور علی تو ابوجہل کی بیٹی کے ساتھ نکاح کرنا چاہتے ہیں تو حضور سید عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ نے فرمایا وَاللّٰہِ لَنْ تَجْتَمِعَا بِنْتُ عَدُوِّ اللّٰہِ وَ بِنْتُ حَبِیْبِ اللّٰہِ فِیْ بَیْتٍ وَاحِدٍ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اللہ کے دشمن اور اللہ کے دوست کی بیٹیاں ایک گھر میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ فرمایا علی اگر ابوجہل کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتے ہیں تو انہیں چاہیے فاطمہ کو طلاق دے دیں۔ اللہ اکبر اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ حضرت علی کے اس طرزِ عمل سے سیدہ فاطمۃ الزہرا غضبناک ہوئیں یا نہیں ہوئیں؟ انہیں تکلیف پہنچی کہ نہیں پہنچی؟ پھر حضرت علی کے بارے میں تم کیا کہو گے؟ امہات المؤمنین کو تو تم جو کچھ کہتے ہو کہتے ہو، اپنا ایمان خراب کرتے ہو، ایمان کیا خراب کرتے ہو، ایمان تو جب خراب ہو جب ایمان ہو، ایمان تو ہے ہی نہیں۔ اب یہ بتاؤ کہ حضرت مولائے کائنات کے بارے میں کیا کہو گے؟ یہی کہنا پڑے گا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کا پیغام اس غرض سے نہیں دیا تھا کہ فاطمہ کو تکلیف پہنچائیں، ان

کی یہ نیت نہیں تھی، حضرت فاطمہ کو تکلیف پہنچانا حضرت علی کے قصد میں نہ تھا۔ ان کا ارادہ یہ نہ تھا کہ یہ پیغام دے کر فاطمہ کو تکلیف پہنچاؤں 'نہیں'۔ پیغام دیا تو ان کو نفسیاتی طور پر تکلیف پہنچی مگر حضرت علی کا ارادہ یہ نہیں تھا کہ میں فاطمہ کو غضبناک کرنے کے لیے یا ان کو تکلیف پہنچانے کے لیے یہ پیغام دے رہا ہوں یا میرے پیغام دینے کا مقصد یہ ہے کہ فاطمہ کو غضبناک کروں اور میرے پیغام دینے کا مقصد یہ تھا کہ میں فاطمہ کو تکلیف پہنچاؤں یہ قصد حضرت علی کا نہیں تھا۔ یہی چیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بچا سکتی ہے۔ کیا؟ یہی کہنا کہ حضرت علی کے پیغام سے ضرور حضرت فاطمہ کو تکلیف پہنچی مگر حضرت علی پر الزام اس لیے نہیں آتا کہ انہوں نے یہ پیغام سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تکلیف پہنچانے کے لیے یہ پیغام نہیں دیا تھا، پیغام تو اپنی خوشی پوری کرنے کے لیے دیا تھا اب نفسیاتی طور پر یہ ہوتا ہے کہ پھر پہلی بیوی کو تکلیف ہوتی ہے لیکن ان کا ارادہ حضرت سیدہ کو تکلیف پہنچانا نہ تھا جس طرح حضرت علی کا ارادہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا کو تکلیف پہنچانا نہ تھا خدا کی قسم عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ارادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچانا نہ تھا۔ پھر ذرا آپ ان آیاتِ طیبات پر بھی ایک نظر ڈالیں

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴿٣٣﴾ (الاحزاب آیت ۳۳) یہ جو آیت تطہیر اُتری ہے بے شک میں حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولادِ مقدسہ کو، حضور کی عترت پاک کو سیدہ فاطمۃ الزہرا کو، حسنین کریمین کو، حضرت علی مرتضیٰ کو میں آلِ اطہار میں شامل سمجھتا ہوں۔ یہ میرا عقیدہ ہے سیدہ فاطمۃ الزہرا آلِ اطہار میں شامل ہیں، حضرت علی مرتضیٰ آلِ اطہار میں شامل ہیں، حضرات حسنین کریمین آلِ اطہار میں شامل ہیں مگر یہ خود بخود شامل نہیں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شامل کرنے سے شامل ہیں۔ اس آیت کریمہ میں تو صرف ازواجِ مطہرات شامل تھیں اللہ تعالیٰ نے ازواجِ مطہرات کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی۔ جب یہ آیت ازواجِ مطہرات کے حق میں نازل ہوئی تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ ازواجِ مطہرات کے حق میں تو آیت نازل ہوگئی

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴿٣٣﴾ اے رسول کے گھر والیو! اے رسول کی بیویو! اے ایمان والوں کی ماؤں! اے اہلِ بیت رسول!

اہل البیت سے مراد اصل میں سرکارِ دو عالم ﷺ کی ازواجِ مطہرات ہیں: [لفظ اہلِ بیت] قرآن میں بیوی کے معنی میں آیا ہے حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب فرشتوں نے خوشخبری سنائی حضرت اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیدا ہونے کی تو حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زوجہ مطہرہ حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا کہ اے سارہ! تم خوش ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پاک مبارک مقدس بیٹے کی خوشخبری دی ہے تو کیونکہ حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر بہت زیادہ ہوگئی تھی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی بہت معمر ہو چکے تھے تو انہوں نے بڑا تعجب کیا کہ اس عمر میں جبکہ میرے خاوند بہت بوڑھے ہو چکے ہیں اور میں تو ویسے ہی عقیم ہوں تو یہ مجھے بشارت دی جارہی ہے تو حضرت سارہ نے کچھ تعجب کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے فرمانے سے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سارہ کو فرمایا أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ (پارہ ۱۲ ہود آیت ۷۳) اے سارہ! اللہ کے حکم سے، اللہ کے امر سے تعجب کرتی ہو رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْت اے ابراہیم کے گھر والی! اے اہلِ بیت ابراہیم! اللہ کی تم پر رحمت ہے اللہ کی تم پر برکت ہے تو اس اہلِ بیت سے کون مراد ہے حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مراد ہیں یا نہیں ہیں؟ تو قرآن کی اصطلاح میں قرآنی استعمالات میں لفظ اہلِ بیت زوجہ کے معنی میں مستعمل ہوا ہے رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْت یہ قرآن کی آیت ہے۔ اب اللہ فرماتا ہے اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ اللہ فرماتا ہے، اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ رسول کے گھر والوں سے ہر قسم کی نجاست کو اللہ لے جائے، نجاست سے مراد کیا ہے؟ جو بشری طور پر بشری تقاضوں سے کوئی خطا سرزد ہو جائے تو اس کو اللہ تعالیٰ دور فرمادے اور اُن کو کیا کرے اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ اے رسول کے گھر والیو! اے رسول کی بیویو! اللہ نے تو یہ ارادہ فرمالیا ہے کہ ہر معمولی سے معمولی اگر تم سے کوئی لغزش ہوگئی ہے تو اللہ اس کو لے جائے اللہ اس کو دور کردے اللہ تم کو پاک کردے وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ اے رسول کے گھر والیو! اللہ تمہیں بالکل پاک کردے اور یہی وجہ ہے کہ اسی آیت کی بنا پر حضور ﷺ کی

ازواج کومطہرات کہا جاتا ہے۔حضور ﷺ کی ازواج مطہرات ہیں۔

سرکارِ دوعالم ﷺ کی دُعا سے علی مرتضیٰ، فاطمۃ الزہرا اور حسنین کریمین علیہم السلام بھی اہلِ بیت میں شامل ہیں۔

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا کہ میری بیویوں کے بارے میں تو آیت تطہیر نازل ہوگئی اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا تو حضور سید عالم ﷺ نے چاہا کہ اگرچہ طبعاً حضور ﷺ کے سب گھر والے اہلِ بیت میں شامل ہیں مگر لفظِ اہلِ بیت کا استعمال ہی گھر والی کے معنی میں ہوتا ہے تو اس لیے سرکار نے کرم فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک چادر میں اپنے آپ کو لے لیا اور حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا کو حضور ﷺ نے بلالیا اور حضرت علی مرتضیٰ کو بھی بلالیا اور حضرات حسنین کریمین کو بھی بلالیا۔اب ازواجِ مطہرات میں سے کسی کو نہیں بلایا اور بلایا حضرت علی مرتضیٰ کو، حضرت فاطمۃ الزہرا کو، حسنین کریمین کو اور حضور ﷺ خود تو تشریف فرما تھے کیونکہ حضور ہی کے دامن سے تو سب وابستہ ہیں۔اللہ اکبر! حضرت ام سلمہ حضور ﷺ کی پاک بیوی ہیں۔انہوں نے چاہا کہ میں بھی آجاؤں۔حضور ﷺ نے فرمایا أُنْتِ عَلٰی مَکَانِکِ أُنتِ عَلٰی خَیْرٍ. اے ام سلمہ ! تم اپنی جگہ پر رہو تم تو پہلے خیر پر ہو۔حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا کو، حضرت علی مرتضیٰ کو اور حضرات حسنین کریمین کو حضور ﷺ نے اپنی چادر شریف میں لے کر اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَآءِ أَھْلُ بَیْتِیْ فَطَھِّرْھُمْ تَطْھِیْرًا O اے اللہ! یہ بھی تو میرے اہلِ بیت ہیں اِن کو بھی پاک کردے۔میری بیویاں وہ تو اہلِ بیت ہیں ہی ان کو تو تُو پہلے ہی پاک فرما چکا ہے۔اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا پتہ چلا کہ یہ ازواجِ مطہرات وہ ہیں کہ جن کی ہر ادنیٰ سے ادنیٰ لغزش کو اللہ تعالیٰ پہلے ہی معاف کر چکا ہے اور جب اللہ نے ان کو معاف کر دیا تو تمہیں کیا حق ہے کہ تم اُن کا ذکر اس نوعیت کے ساتھ چھیڑو۔

مجھے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث یاد آئی: آپ (عبداللہ بن عمر) حج کے لیے آئے وہ زمانہ ایسا تھا کہ صحابہ بس دنیا سے تشریف لے ہی جا چکے تھے۔کوئی اتفاق سے صحابی

کسی کونظر آ تا تھا تو پھر اگر لوگوں کو پتہ چل جا تا تھا کہ صحابی آ ئے ہیں تو پھر تو دنیا کا ہجوم ہوتا تھا کیونکہ سرکار نے فرمایا طُوبیٰ لِمَنْ رَاٰنِیْ وَطُوبیٰ لِمَنْ رَاٰ مَنْ رَاٰنِی فرمایا' خوشخبریاں ہوں بشارتیں ہوں ان کے لیے جنہوں نے مجھے دیکھا اور اُن کو جنہوں نے میرے دیکھنے والوں کو دیکھا' سبحان اللہ! حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حج کو آئے ہوئے تھے دنیا ٹوٹ پڑی کہ حضور ﷺ کے صحابی آئے ہیں۔ بڑا ہجوم تھا تو ایک شخص اس ہجوم کے کنارے پر آ کر کھڑا ہو گیا اور اس نے کسی سے پوچھا مَنْ ھٰذَا الشَّیْخ یہ بوڑھے کون ہیں؟ اس نے جواب دیا تو پہچانتا نہیں یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لختِ جگر ہیں۔ یہ حضور ﷺ کے صحابی ہیں۔ اس نے کہا ٹھیک ہے تو اس نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے چند سولات کیے۔ (ابھی اتنا وقت نہیں ہے کہ میں اِن سولات کے بارے میں تفصیلاً کچھ بیان کروں فقط ایک بات کہوں گا جو میرے مدعا سے متعلق ہے) اس نے پوچھا یہ بتایئے کہ:

۱۔ حضرت عثمانِ غنی غزوہ احد کے موقع پر میدان جنگ سے باہر چلے گئے تھے یا نہیں چلے گئے تھے؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں

۲۔ پھر اس نے کہا کہ آپ یہ بتایئے کہ غزوۂ بدر میں عثمان غنی غیر حاضر تھے یا نہیں تھے؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں

۳۔ پھر کہنے لگا بیعتِ رضوان کے موقع پر عثمان غنی وہاں موجود تھے؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ نہیں

اس نے ایک نعرہ تکبیر بلند کر دیا فاتحانہ انداز میں۔ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا کوئی دشمن تھا۔ اس نے اللّٰہ اکبر کا نعرہ لگایا کہ عثمان کیا ہیں نہ تو غزوۂ بدر میں شریک ہوئے اور نہ صلح حدیبیہ کے موقع پر موجود تھے، بیعتِ رضوان سے محروم رہے اور اُحد کے میدان سے بھی بھاگ گئے تو حضرت عثمان کیا ہیں کچھ بھی نہیں، یہ مطلب تھا اس کا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور ﷺ کے صحابی تھے اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے لختِ جگر تھے، سادہ لوح لوگ تھے، پاک لوگ تھے، وہ دنیا کے جل فریب

کو جانتے نہیں تھے، ان کو تو محسوس ہی نہیں ہوا کہ اس خبیث کا ارادہ کیا ہے، یہ سوالات کیوں کر رہا ہے جب آخری بات آئی اور اس نے تینوں سوالوں کے جواب میں جب نعرہ تکبیر بلند کیا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ذہن متوجہ ہوا کہ یہ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دشمن معلوم ہوتا ہے آپ نے فرمایا ٹھہر۔ تینوں کا جواب لے کے جا۔ آپ نے فرمایا کہ بدر کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی بیمار تھیں۔ عثمان غنی نے عرض کیا حضور مجھے بدر میں لے چلیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ہماری صاحبزادی کی خدمت کرو، یہ ہمارا حکم ہے۔ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی جو عثمان غنی کے نکاح میں تھیں وہ بیمار تھیں۔ سرکار نے فرمایا تم ان کی خدمت کرو حضرت عثمان غنی نے عرض کیا حضور بدر کی فضیلت تو مجھے نہیں ملے گی۔ فرمایا وہ تو ہم ذمہ دار ہیں فرمایا فضیلت کیا بلکہ ہم تمہیں بدر کی غنیمت بھی دیں گے۔ فضیلت اور غنیمت کیا تم کو بدری بنائیں گے۔ یہ مت سمجھو کہ بدر میں جانے سے بدری بنتے ہیں بدری وہ ہوتے ہیں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم زبانِ رسالت سے بدری بنا دیں۔ یہاں تو زبانِ رسالت پر فیصلے ہوتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حضور نے تو خود اُن کو روکا اور خود اُن کو بدری بنایا اور خود فرمایا تم بدری ہو اور رہا حدیبیہ کا، بیعتِ رضوان کا معاملہ وہ تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا تھا، بھئی اہلِ مکہ سے بات چیت کرنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حدیبیہ کے موقع پر حضرت عثمان کو بھیجا تھا یا نہیں بھیجا تھا؟ کہ تم میرے نمائندہ بن کر جاؤ اور اُن سے بات کرو اور جب عثمانِ غنی وہاں پہنچے مکہ میں کیونکہ یہ تو حدیبیہ میں روکے گئے تھے اور حدیبیہ ایسا مقام ہے کہ کچھ حصہ اس کا حِل ہے کچھ حصہ حرم ہے وہاں کافروں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو روک لیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو فرمایا کافروں کے ساتھ جا کر گفتگو کرو اور جب وہ مکہ میں پہنچے تو مکہ کے جو بڑے بڑے صنادید کفار تھے وہ حضرت عثمان کے پرانے زمانے کے دوست تھے کیونکہ یہ تو تاجر قسم کے لوگ تھے تو ان کفار نے کہا کہ عثمان تم مکہ میں آ گئے ہو، اب بات یہ ہے کہ ہم مذہبی تعصب کو تو پیچھے ڈالتے ہیں تم ہمارے پرانے دوست ہو تم عمرے کا احرام باندھ کر آئے ہو، پہلے پہلے ہم تمہیں کہتے ہیں کہ تم عمرہ کر لو۔ بھئی سب عمرہ کا احرام باندھے ہوئے تھے یا نہیں تھے؟ تو عثمان غنی بھی تو عمرہ کا احرام باندھے ہوئے

تھے۔ان سردارانِ قریش نے کہا کہ اے عثمان! اس وقت اور باتوں کو تو چھوڑو، تم ہمارے پرانے ساتھی ہو بہتر یہ ہے کہ اس وقت تم مدینہ سے عمرے کا احرام باندھ کر آئے ہو تو تم عمرہ کرلو، کعبہ کا طواف کرلو، صفاو مروہ کی سعی کرلو، ہم تمہیں اجازت دیتے ہیں۔ہم نے ان کو روکا ہے مگر تم کو اجازت دیتے ہیں تم عمرہ کر لو۔عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے کیا جواب دیا حضرت عثمانِ غنی نے کہا وَاللّٰہِ لَا اَفْعَلُ خدا کی قسم یہ ممکن نہیں ہے کہ رسول وہاں رکے رہیں اور عثمان یہاں عمرہ کرے۔ یہ حضرت عثمان نے جواب دِیا۔تو عثمانِ غنی کو تو خود حضور علیہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں بھیجا تھا۔اب جب بیعتِ رضوان کا موقع آیا تو کیا ہوا؟ سبحان اللہ سبحان اللہ! حضور علیہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمانِ غنی کو وہ شرف عطا فرمایا، حدیث میں آتا ہے کہ حضور اونچے ہوئے اور فرمایا لوگو! سنو هٰذِہٖ یَدِ عُثْمَان یہ عثمان کا ہاتھ ہے وَاَنَا اُبَایِعُ عُثْمَان اور میں عثمان کی خود بیعت کر رہا ہوں۔ارے تم نے اپنی اپنی بیعتیں خود کی ہیں اور عثمان کی بیعت میں کر رہا ہوں۔فرمایا یہ عثمان کا ہاتھ ہے یہ میرا ہاتھ ہے اور میں اس کی (طرف سے) خود بیعت کر رہا ہوں اور غزوۂ احد کی بات تو ٹھیک ہے جبکہ اُس میں منافقین نے چکر چلایا اور شیطان نے آواز دی کہ قَدْ قُتِلَ مُحَمَّدٌ مسلمانوں میں بھگدڑ مچ گئی اور ایسا ہوا کہ عثمان غنی بھی چلے گئے یہ ٹھیک ہے لیکن قرآن نے کہا، عَفَا اللّٰہُ عَنْھُمْ، جس کا گناہ کیا تھا اس اللہ نے تو معاف کردیا۔بھئی قرآن میں اعلان ہے وَلَقَدْ عَفَا عَنْکُمْ (پارہ ۴ آلِ عمران ۱۵۳) قرآن میں معافی آئی ہے یا نہیں آئی ہے؟ بھئی جس کا گناہ کیا تھا اس اللہ نے تو معاف فرمادیا قرآن میں وَلَقَدْ عَفَا عَنْکُمْ نازل کردِیا تو جس کا گناہ کیا تھا اس نے تو معاف کردیا اور تیرا تو عثمان غنی نے کوئی گناہ بھی نہیں کیا تھا۔اے ظالم! تو نے آج تک انہیں معاف نہیں کیا، تو میں بھی یہی کہوں گا کہ جس کا گناہ کیا تھا اللہ نے فرمایا وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا اس اللہ نے تو ازواجِ مطہرات کو معاف کردیا اور اے اللہ کے بندو! یہ بتاؤ تمہارا کیا گناہ کیا ازواجِ مطہرات نے کہ آج تک بھی تم نے معاف نہیں کیا۔اسی ایک نکتہ کو اگر ذہن میں رکھ لو بات ختم ہوجاتی ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

الدرس الثانی عشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ O بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ①

صدق الله مولانا العلی العظیم وصدق رسوله النبی الامین ونحن علی ذلک لمن الشاهدین والشاکرین والحمدلله رب العالمین O

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى اِحْسَانِهٖ آج رمضان المبارک کی چودہ تاریخ ہےاور جمعرات کا دن ہے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہم سب روزے سے ہیں اللہ تعالیٰ نے چودہ روزے رکھوائے۔اے اللہ! تو اپنی رحمت سے باقی روزے بھی پورے رکھوا دے اور تراویح، قرآنِ پاک کا سننا اور پڑھنا جو بھی معمولات ہیں الٰہی اپنی رحمت سے پورے کرادے اوران کوشرفِ قبول بھی عطافرما۔آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَمَلْجِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

محترم حضرات! اللہ رب العزت جل جلالہٗ وعم نوالہٗ نے يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ جسے لے کر پورارکوع اور آخر آیات تک صرف دو باتیں بیان فرمائیں اور اگر آپ ان کوغور سے دیکھیں تو پھر وہ ایک ہی رہ جائے گی وہ دو باتیں یہ ہیں کہ:

پورے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کا اعلان فرمایا:

ا۔ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ نے حضور سیدِ عالم تاجدارِ مدنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ واصحابہ وسلم سے بازپرس فرمائی کہ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو آپ کے لیے حلال کردیا آپ نے اسے کیوں حرام فرمایا؟ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اے مسندِ نبوت پر رونق افروز ہونے والے محبوب آپ نے اُس چیز کو کیوں حرام فرمالیا جس کو اللہ نے آپ کے لیے حلال کیا یہ ایک بازپرس ہے جو اللہ نے اپنے حبیب سے فرمائی لوگوں نے معلوم نہیں اس کے بارے میں کیا کیا کہا، میں سب کو بتاچکا

ہوں پھر دوبارہ اس کے اعادہ کی مجھے حاجت نہیں ہے۔ میں صرف ایک بات اب یوں کہوں گا کہ لِمَ تُحَرِّمُ میں باز پرس تو ضرور ہے لیکن اس باز پرس کا پس منظر کیا ہے؟ تو وہ پسِ منظر میں آپ کو بتا چکا ہوں آج میں ان لفظوں کو صرف اس لئے دہرا رہا ہوں کہ اس سے پہلے محافلِ درس میں بعض احباب موجود نہ تھے اور ان کے ذہنوں کو مضمونِ آیت کے قریب تر لانے کے لیے مجھے یہ بات کہنی پڑ رہی ہے تو صورت حال یہ ہے یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ اے نبی محترم! اے مسندِ نبوت پر جلوہ افروز ہونے والے محبوب! آپ نے اس چیز کو کیوں حرام کیا جسے اللہ نے آپ کے لیے حلال کیا تھا تو یہ باز پرس ہے لیکن اس باز پرس کا جو پسِ منظر ہے وہ کیا ہے؟ وہ صرف حضور ﷺ کی حبیبیت، حضور ﷺ کی محبوبیت اور حضور ﷺ کی عظمت ہے اور میں نے وہ بات آپ کے سامنے تفصیلاً بیان کر دی ہے اور آپ کو میں نے مقصد بتا دیا ہے کہ ازواجِ مطہرات کی دلجوئی اور ان کی پاسِ خاطر کے لئے آپ نے اپنی پسندیدہ چیز کو جو ترک فرمایا تو یہ آپ نے اپنے لئے ایک تکلیف کو گوارا فرمایا کیونکہ پسندیدہ چیز کا ترک کرنا باعثِ تکلیف ہوتا ہے تو اللہ نے فرمایا کہ اے میرے محبوب آپ نے تو ازواجِ مطہرات کی رضا جوئی فرما کر اپنے اوپر ایک تکلیف کو گوارا فرما لیا۔ ان کی تکلیف گوارا نہ فرمائی اپنی تکلیف گوارا فرما لی یہ تو ٹھیک ہے کہ یہ آپ کا حسنِ اخلاق ہے یہ تو آپ کی کمالِ رحمت ہے یہ تو آپ کی کمال رافت ہے یہ تو آپ کا کمالِ حسنِ معاشرہ کا مظاہرہ ہے آپ کے کمالِ حسنِ محمدیت کا اظہار ہے، یہ حق ہے کہ آپ نے ازواجِ مطہرات کی خاطر اپنی پسندیدہ چیز شہد کو یا حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کو ترک فرما کر میرے محبوب آپ نے اپنے لئے ایک تکلیف کو گوارا فرما لیا کیونکہ ہر شخص جب کسی پسندیدہ چیز کو ترک کر دیتا ہے تو اس پسندیدہ چیز کے ترک کرنے سے اس کو تکلیف کا احساس ضرور ہوتا ہے اور یہ ایسی بات نہیں ہے جس کو کسی دلیل سے ثابت کرنے کی حاجت ہو کیونکہ یہ تو اجل البدیھیات سے ہے۔ ارے بھئی! اور باتوں کو آپ چھوڑ دیں ایک شخص سگریٹ پینے کا عادی ہے۔ اب اگر وہ سگریٹ چھوڑ دے تو بتائیں اسے تکلیف ہوگی یا نہیں ہوگی؟ ایک شخص چائے پینے کا عادی ہے اگر وہ چائے چھوڑ دے تو اسے تکلیف ہوگی یا نہیں ہوگی؟ اب مثال کے طور پر ایک شخص روزانہ غسل کرنے کا عادی ہے اور وہ بالکل

غسل چھوڑ دے اسے تکلیف ہوگی یا نہیں ہوگی؟ ایک شخص صبح سیر کرنے کا عادی ہے وہ چلنا ترک کر دے اسے تکلیف ہوگی یا نہیں ہوگی؟ ایک شخص میٹھے کا عادی ہے وہ میٹھا چھوڑ دے اسے تکلیف ہوگی یا نہیں ہوگی؟ ایک شخص نمک کا عادی ہے نمک چھوڑ دے اسے تکلیف ہوگی یا نہیں ہوگی؟ اور پھر میں صاف کہوں گا کہ ایک شخص اللہ کے ذکر کا عادی ہے اور وہ اللہ کا ذکر چھوڑ دے تو تکلیف ہوگی یا نہیں ہوگی؟ اولیاء اللہ کی یہی شان ہے، صالحین کی یہی شان ہے، مؤمنین کی یہی شان ہے میرے عرض کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اللہ رب العزت جل مجدہٗ نے فرمایا یَاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ اے مسندِ نبوت پر جلوہ فرما ہونے والے محبوب! اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کو اپنے اوپر کیوں حرام فرمالیا؟ یہ بظاہر باز پرس ہے لیکن درحقیقت حضور ﷺ کی محبوبیت کا اظہار ہے کہ اے محبوب آپ ہمارے ایسے حبیب ہیں آپ ہمارے ایسے پسندیدہ ہیں کہ آپ دوسروں کی رضا جوئی کے لیے اپنی پسندیدہ چیز کو چھوڑ کر اپنے اوپر تکلیف گوارا فرمالیں۔ ٹھیک ہے کہ یہ آپ کا حسنِ اخلاق ہے لیکن ہمیں یہ گوارا نہیں ہے کہ ہمارا محبوب کسی کی خاطر اپنی پسندیدہ چیز کو چھوڑ کر تکلیف گوارا فرمائے۔ بھئی آپ خود ہی بتائیں کہ جس شخص کے ساتھ آپ کو محبت ہوگی آپ اس کی ادنیٰ سی تکلیف بھی گوارا کریں گے؟ نہیں کریں گے، تو حضور ﷺ اللہ کے محبوب ہیں یا نہیں ہیں؟ میں نے مانا کہ شہد کے ترک کرنے سے حالانکہ حضور کو شہد بہت ہی پسند تھا اور جو چیز بہت ہی پسند ہو آپ بتائیں کہ اس کے چھوڑنے سے اسے ترک کرنے سے تکلیف کا احساس ہوگا یا نہیں ہوگا؟ یقیناً ہوگا۔ حضور ﷺ نے تو فقط شہد اس لئے ترک فرمادیا اور اس تکلیف کو گوارا فرمالیا کہ ازواجِ مطہرات کی رضا جوئی مقصود تھی کہ یہ خوش ہو جائیں میں تکلیف اٹھالوں کوئی بات نہیں۔ یہ تو حسنِ معاشرت کا اظہار تھا رحمت کا، رافت کا مظاہرہ تھا بلکہ میں تو سچ کہتا ہوں کہ یہ عظمتِ انسانیت، کمالِ شرافتِ نفس کا اظہار تھا۔ یہ سرکار کا کتنا بڑا کرم ہے، کتنا بڑا فضل ہے، کتنا بڑا اشرف ہے۔ لوگوں نے تو اس شرف کو اور اس فضل کو تو ایک طرف رکھ دیا حضور ﷺ کی شان میں نکتہ چینی کرنے بیٹھ گئے، یہ بڑا ظلم عظیم ہے۔ میں عرض کر رہا تھا کہ یَاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ میں یہ باز پرس ایسی نہیں ہے کہ جس کو حضور ﷺ کی عظمتِ شان کے خلاف قرار دیا جائے بلکہ یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی محبوبیت اور عظمتِ

شان کا ایک چمکتا ہوا نشان قرار دیا۔

آنکھ والا تیرے جلوے کا تماشا دیکھے دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی)

۲۔ ایک بات تو یہ تھی۔ دوسری بات یہ کہ ازواجِ مطہرات کو اللہ تعالیٰ نے تنبیہات فرمائیں بھئی یہ آیات جو میں نے پڑھیں ازواجِ مطہرات کی تنبیہات ہیں تو یاد رکھو جس طرح لِمَ تُحَرِّمُ میں باز پرس بظاہر ہے، درحقیقت حضور علیہ السلام ﷺ کی عظمت کا اظہار ہے اسی طرح ان آیات میں ازواجِ مطہرات پر تنبیہہ یہ بالکل برائے نام اور بظاہر ہے درحقیقت یہ بھی حضور علیہ السلام ﷺ کی عظمت ومحبوبیت کا اظہار ہے۔ وہ اس طرح کہ ازواجِ مطہرات کے طرزِ عمل سے نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ نے یہ فیصلہ فرمایا تھا کہ میں شہد نہیں کھاؤں گا، تو آپ مجھے بتائیں کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ازواجِ مطہرات کے طرزِ عمل سے متاثر ہو کر یہ فیصلہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ نے ازواجِ مطہرات کو تنبیہہ فرمائی کہ تم نے ایسا طرزِ عمل کیوں اختیار کیا اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا (التحریم ۴) اللہ نے یہ تنبیہات کیوں فرمائیں؟ اس لئے نہیں فرمائیں کہ ازواجِ مطہرات کو تنبیہات کرنا مقصود ہے بلکہ اس لئے تنبیہات فرمائیں کہ محبوب کی عظمتِ شان کا اظہار کرنا مقصود ہے اور مقصد یہ ہے کہ وہ میرے محبوب ہیں انہوں نے تمہاری خاطر بہت کچھ کیا اور وہ جو کچھ کرتے ہیں اس میں تمہاری رضا جوئی کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ یہ ان کی شرافتِ نفس ہے، یہ ان کی عزتِ نفس ہے، یہ ان کی رافت ہے، یہ ان کی رحمت ہے، یہ ان کی فضیلت ہے، یہ ان کا شرف ہے اور یہ ان کے حسنِ معاشرہ کا اظہار ہے تمہاری رضا جوئی اور تمہاری خوشنودی کو وہ ملحوظ فرماتے ہیں تو اب تم اس بات کو کیوں نظر انداز کرتی ہو کہ تمہارے طرزِ عمل سے حضور نے جب اپنی پسندیدہ چیز کو چھوڑا تو حضور کو تکلیف ہوئی یا نہیں ہوئی تو حضور کی تکلیف کے پہلو کو کیوں نظر انداز کرتی ہو اور تم اگر کرتی ہو تو کرو، ہم نہیں کریں گے میرے محبوب کا تو اِس سے کچھ نہیں بگڑا، اگر نقصان ہوگا تو تمہارا ہوگا۔ لہٰذا تم اپنے آپ کو نقصان سے بچاؤ۔ تو میں عرض کر رہا تھا کہ بظاہر یہ دو ہی باتیں بیان فرمائی ہیں اور اگر ان کو آپ غور سے دیکھیں تو یہ دوسری بات بھی پہلی بات کی

طرف رجوع کر جائے گی اور ایک ہی بات رہ جائے گی کہ پورے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کا اعلان فرمایا اور میرا تو ایمان یہ ہے کہ سارا قرآن، اللہ کا پورا کلام و اللّٰـہ باللّٰہ ثم تاللّٰہ حضور ﷺ کے حسن و جمال کا بیان ہے۔ وہ کیسے بدنصیب لوگ ہیں جو قرآن میں حضور ﷺ کی غلطیاں تلاش کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ حضور نے اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام کرلیا، رسول سے غلطی نہیں ہوئی تو کیا ہوا؟ غلطی ہوئی، اب قرآن میں اللہ کے محبوب کی غلطیاں، قرآن ہے کیا؟ اللہ کا کلام نہیں ہے؟ کلام ہے۔ اللہ کون ہے؟ حضور کا محبّ ہے یا نہیں ہے؟ اللہ ہمارا معبود ہے، ہمارا خالق ہے، ہمارا مالک ہے، سرکارِ دو عالم نورِ مجسم ﷺ کا محبّ ہے یا نہیں ہے؟ اور قرآن اللہ کا کلام ہے اور حضور ﷺ کون ہیں؟ اللہ کے محبوب ہیں۔ اب اِن تین باتوں کو اگر آپ جمع کرلیں اور تینوں کو سامنے رکھ لیں کہ حضور اللہ کے محبوب، اللہ حضور کا محبّ اور قرآن اللہ کا کلام۔ اب آپ بتائیں کسی عقل مند سے پوچھیں کہ کسی کے محبوب کی اگر کوئی غلطی اور عیب نکالنا ہو تو محبّ کے کلام میں وہ عیب نکلے گا یا اُس کے دشمن کے کلام میں وہ عیب نکلے گا؟ یہ سوچنے کی بات ہے بھئی! تمہیں معاذ اللّٰہ حضور ﷺ کے عیب نکالنے کا شوق ہے تو کہیں ابوجہل کا کلام تلاش کرو، حضور کے دُشمن کا ابولہب کا کلام تلاش کرو، عتبہ کا، شیبہ کا، کعب بن اشرف کا، عبد اللہ بن اُبی ابن سلول کا، یہ سب حضور ﷺ کے دشمن تھے ان کا کلام تلاش کرو، کہیں اگر تمہارا معاذاللّٰہ شوق ہے کہ ہم تو رسول کی غلطیاں ہی تلاش کریں گے یہ شوق ہے تو بھئی پھر عبد اللہ بن اُبی بن سلول رئیس المنافقین کا کلام تلاش کرو۔

فتنۂ منافقین: عبد اللہ بن اُبی ابن سلول رئیس المنافقین نے کہہ دیا تھا کہ لَئِنۡ رَّجَعۡنَاۤ اِلَی الۡمَدِیۡنَۃِ لَیُخۡرِجَنَّ الۡاَعَزُّ مِنۡہَا الۡاَذَلَّ (پارہ ۲۸. المنافقون ۸) یہ کس نے کہا تھا؟ ارے! عبد اللہ بن اُبی ابن سلول رئیس المنافقین نے ہی کہا تھا یہ غزوہ بنی مصطلق کا واقعہ ہے اگرچہ ترمذی شریف میں ایک حدیث آئی ہے اور اُس میں غزوہ تبوک کا ذکر آ گیا مگر تمام محدثین اور مفسرین نے اس کو تسلیم نہیں کیا کیونکہ تمام روایات احادیث اور تواریخ سے یہی ثابت ہے کہ یہ بات غزوہ بنی مصطلق میں عبد اللہ بن اُبی ابن سلول رئیس المنافقین نے کہی تھی۔ فقط بات اتنی ہوئی کہ ایک مہاجر نے کسی انصاری کے ذرا سا ہاتھ

رکھ دیا تو منافقین نے تو شور مچا دیا یَا لَلاَ نصَار ، یَا لَلاَ نصَار دوڑیئے اے انصار! یہ کیا ہوگیا مہاجر نے انصار کے ہاتھ مار دیا۔ اب جبکہ یہ بات ہوئی اور یہ نعرے لگانے والے کون تھے۔ یَا لَلاَنصَار یہ منافقین تھے عبداللہ بن اُبی ابن سلول کے یہ چیلے تھے اِس کے ساتھی تھے جب انہوں نے یہ کیا تو اِدھر انصار بھی اور اُدھر مہاجرین بھی۔ مہاجرین بھی آخر انسان تھے۔ انہوں نے یَا لَلْمُهَاجِرِیْن کا نعرہ لگانا شروع کر دیا۔ سرکار دو عالم ﷺ تشریف لائے فرمایا کہ یہ جاہلیت کی باتیں کیسی ہو رہی ہیں؟ یَا لَلاَ نصَار ، یَا لَلاَ لمُهَاجِرِیْن یہ تو جاہلیت کے نعرے ہیں تو کون جاہلیت کے نعرے لگا رہا ہے تو لوگوں نے بتایا کہ حضور ایک مہاجر نے ایک انصاری کے ذرا سا ہاتھ رکھ دیا تو عبداللہ بن اُبی ابن سلول چیخ پڑا اور اُس نے اپنی قوم سے کہا کہ دیکھو یہ ہمیں ذلیل سمجھتے ہیں یہ مہاجر ہمیں ذلیل سمجھتے ہیں، اب اس نے کہا لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ اگر ہم مدینہ واپس گئے یہ غزوہ میں موجود تھا مگر یہ خبیث جب موجود ہوتے تھے تو خدا کی قسم اِن کے موجود ہونے سے مسلمانوں کو ذرہ برابر کوئی فائدہ نہیں پہنچتا تھا۔ اگر پہنچتی تھیں تو یہی تکلیفیں پہنچتی تھیں۔ غزوہ بنی مصطلق میں یہ تکلیف پہنچی یا نہیں پہنچی؟ تکلیف تو پہنچی۔ پھر یہی خبیث عبداللہ بن اُبی ابن سلول رئیس المنافقین اسی کا حال آپ نے سن لیا کہ غزوہ مریسیع میں اسی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا پر بہتان باندھا تو لوگ تو کہیں گے کہ بھئی یہ تو جہاد میں جاتے تھے، یہ تو غزوات میں جاتے تھے، یہ تو مجاہد تھے، یہ تو غازی تھے۔ بھئی! ایسے غازی تمہیں مبارک ہوں، ایسے مجاہد تم کو مبارک ہوں۔ ظالمو! تم یہ دیکھو وہاں غزوہ کیا کیا اور جہاد کیا کیا غزوہ بنی مصطلق کا جہاد یَا لَلاَ نصَار ہے اور یہ ہے کہ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ اگر ہم مدینہ واپس چلے گئے تو ہم میں سے ہر عزت والا ہر ذلت والے کو نکال دے گا۔ بھئی عزت والے کون ہیں؟ کہتے تھے کہ عزت والے تو ہم ہیں کیونکہ مدینہ تو ہمارا ہے، ہماری زمینیں ہیں، ہمارے باغات ہیں، ہمارے اموال ہیں، اس لیے عزت والے تو ہم ہیں اور یہ تو سب بھگوڑے مکہ سے ایسے ہی چلے آئے۔ یہ تو سارے ذلیل ہیں نعوذ باللّٰہ اس نے مہاجرین کو ذلیل کہہ دیا اور کہا کہ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ اللہ اکبر! اللہ کی شان تو دیکھئے۔ مولا

تیری قدرت کے قربان جاؤں وہ جو اللہ نے فرمایا یُخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَیِّتِ (پارہ ۷. الانعام آیت ۹۵) قرآن کی آیت ہے اللہ فرماتا ہے اللہ کی شان یہ ہے کہ وہ مردوں سے زندوں کو نکالتا ہے اور مردہ کون ہیں؟ کافر، منافق سب مردے ہیں اور ہر مؤمن زندہ ہے۔ عبد اللہ بن اُبی ابن سلول رئیس المنافقین وہ تو خبیث منافق تھا، کافر تھا، بے دین تھا، بے ایمان تھا ایسی بکواس کرتا تھا کہ ہم ذرا مدینہ جائیں دیکھیں ہم کیا کرتے ہیں، ہم جتنے بھی عزت والے ہیں ان مکے کے بھگوڑوں کو سب ذلیلوں کو ہم باہر نکال چھوڑیں گے۔ لَیُخۡرِجَنَّ الۡاَعَزُّ مِنۡهَا الۡاَذَلَّ ؕ ہم تو ان کو مدینہ سے باہر نکال چھوڑیں گے۔ نکال دیں گے مدینہ سے۔ جب یہ بات اس نے کہی تو اس کا اپنا بیٹا، عبد اللہ ابن اُبی ابن سلول کا بیٹا، خدا کی شان دیکھئے اس کا نام بھی عبد اللہ تھا تو عبد اللہ کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ ایسا بھی عبد اللہ جیسے کہ عبد اللہ ابن اُبی ابن سلول تھا اور ایسا بھی عبد اللہ کہ جب اس کے باپ نے یہ بات کہی لَیُخۡرِجَنَّ الۡاَعَزُّ مِنۡهَا الۡاَذَلَّ ؕ تو گردن پکڑ لی اور کہا تم کہو کہ رسول اللہ ﷺ عزیز ہیں اور تو ذلیل ہے گردن پکڑ لی اور کہا کہ تو کہو کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ عزیز ہیں اور کہو میں ذلیل ہوں[1] کہو اپنے آپ کو ذلیل کہو اور اگر نہیں کہے گا تو میں یہیں تجھے ماردوں گا، تو نے سمجھا کیا ہے۔ بیٹے نے باپ کی گردن پکڑ لی۔ کوئی سوتیلا بیٹا نہیں تھا سگا بیٹا تھا۔ اس نے کہا کہ تو کہہ، اصرار کر کہ میں عبد اللہ ابن ابی ابن سلول ذلیل ہوں اور محمد رسول اللہ ﷺ عزیز ہیں۔ اپنے آپ کو ذلیل کہو اور رسول اللہ ﷺ کے عزیز ہونے کا اقرار کرو، تب میں تمہیں چھوڑوں گا۔ چنانچہ اب اِس کا یہ طاقتور جوان بیٹا تھا۔ اس نے کہا کہ میں تجھے مار ڈالوں گا۔ اس کو کہنا پڑا کہ میں ذلیل ہوں اور محمد رسول اللہ ﷺ عزیز ہیں۔ تو میرے عرض کرنے کا مقصد یہ تھا کہ حضور ﷺ تو اللہ کے محبوب ہیں۔ اللہ حضور کا محبّ ہے۔ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ اگر معاذ اللہ تمہیں حضور ﷺ کی غلطی تلاش کرنے کا کوئی شوق ہے تو بھئی کسی دشمن کا کلام پڑھو اللہ کا کلام کیوں پڑھتے ہو وہ تو محبوب کا کلام ہے ارے محبوب کے کلام میں تو محبوب کی تعریف ہی ملے گی۔

صاحبِ تفسیر روح البیان نے ایک عارف کا قول نقل کیا طبیعت پھڑک گئی اور دل میں اس قدر

---

[1] ترمذی شریف۔ حدیث نمبر 3315

سرور پیدا ہوا کہ میں بتا نہیں سکتا۔ ایک عارف کا کلام نقل کیا۔ فرماتے ہیں

ع مَا وَجَدْتُّ فِیْ الْقُرْآنِ غَیْرَ صِفَةِ مُحَمَّدٍ

میں نے بسم اللہ کے نقطے سے لے کر وَالنَّاس کے س تک سارے قرآن میں محمد کے حسن و جمال کے سوا کچھ پایا ہی نہیں ہے۔ اب یہ ایک ایسا جملہ ہے کہ اگر کوئی اس کی شرح کرے تو ساری عمر گزر جائے اس کی شرح ختم نہیں ہو سکتی اور میں تو ایک بات یہ جانتا ہوں کہ ساری کائنات کا حسن و جمال کیا ہے؟

ہر گل میں ہر چمن میں محمد کا نور ہے

کائنات کے ہر ذرے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے اور کائنات کے ہر ذرے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کا ظہور ہے اب کس کس ذرے کو آپ شمار میں لائیں گے اور کس کس کو آپ گنیں گے۔ تھوڑی سی جگہ (حاجب، بھوں) کے بال اگر کوئی کہے گنو تو گن سکو گے؟ نہیں گن سکتے۔ اللہ اکبر اور سرکار سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ قَدْ رفع لی الدُّنیا فانا اَنْظُرُ اِلَیْھا وَاِلٰی مَاھُوَ کَائِنٌ فیھا کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِیْ ھٰذِہٖ[1] کائنات کا ذرہ ذرہ نگاہِ مصطفیٰ کے سامنے بے حجاب ہے یہ کیا ہے یہ اُن کا نورِ بصیرت ہے تو جن کے نورِ بصیرت کی کوئی شرح نہیں کر سکتا تو ان کے اور انوار و کمالات اور حسن و جمال کی شرح کون کر سکے گا بھلا بتایئے، ہے کسی میں طاقت؟ تو اس لئے یہ تو ایک ایسا جملہ وہ فرما گئے صاحبِ عرفان، اللہ کے محبوب کہ ساری عمر تم اس کی شرح کرتے جاؤ تم ختم ہو جاؤ گے مگر اس کی شرح ختم نہیں ہوگی مَاوَجَدْتُّ فِیْ الْقُرْآنِ غَیْرَ صِفَةِ مُحَمَّدٍ میں نے سارے قرآن میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کے سوا کچھ پایا ہی نہیں۔ تو عزیزانِ محترم! جو لوگ لِمَ تُحَرِّمُ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ شان گھٹانا چاہتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلطی سمجھتے ہیں تو انہیں تو یہ آیت پڑھنے کا حق ہی نہیں ہے قرآن پڑھنے کا ہی انہیں حق نہیں ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ قرآن کا ایک ایک لفظ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ شان کا بیان ہے۔ بہر نوع اس رکوع کا خلاصہ میں نے دو حرفوں میں بیان کیا ان شاء اللہ باقی اللہ تعالیٰ توفیق دے۔

---

[1] کنز العمال

الدرس الثالث عشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُفَاعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ O بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ①

صدق الله مولانا العلی العظیم وصدق رسوله النبی الامین ونحن علی ذلک لمن الشاهدین والشاکرین والحمدلله رب العالمین O

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى اِحْسَانِهِ آج رمضان المبارک کی پندرہ تاریخ ہے اور جمعۃ المبارک کا دن ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ہم سب روزے سے ہیں اے اللہ تعالیٰ تو نے پندرہ روزے رکھوا دیئے یہ باقی پندرہ بھی اپنی رحمت سے رکھوادے اَلْحَمْدُ لِلّٰه تراویح، قرآنِ پاک جو بھی معمولات ہیں الٰہی سب پورے ہوتے رہیں اور اپنی رحمت سے شرفِ قبول بھی عطا فرما۔ آمین

عزیزانِ محترم! میں اس وقت بہت زیادہ علیل ہوں پھر بھی مجھے بعض دوستوں کی پاسِ خاطر کی بنا پر اس وقت کچھ کلمات عرض کرنا ضروری محسوس ہوا دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کلمۃ الحق زبان پر جاری رکھے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَمَلْجَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

زیرِ نظر آیاتِ طیبات کی بحث کو آج چند جملوں پر ختم کر کے اس کے بعد ان شاء اللّٰه العزیز اگر زندگی ہے اور اللہ تعالیٰ نے چاہا تو پھر دوسرے مضامین جو ان آیات کے بعد ہیں ان شاء اللّٰه ان کو عرض کروں گا اختتامیہ کے طور پر سب سے پہلے تو اہلِ علم کے لیے دعوتِ نظر ہے بایں طور کہ جو فعل، جو کام پہلے ہو جائے تو جب اس کی حکایت کی جائے اور اس کو بیان کیا جائے تو زمانہ ماضی کے فعل کو صیغہ ماضی سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسا کہ زید آیا اس کو ہم کیا کہیں گے جَآءَ زَيْدٌ زید آیا۔ جَآءَ فعل ماضی کا صیغہ ہے یعنی میرے کہنے سے پہلے وہ آیا میرا کہنا بعد کو ہے اس کا آنا پہلے ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ

حکایتِ حالِ ماضیہ کے طور پر ماضی کو مضارع کے صیغہ سے بھی استعمال کر دیتے ہیں مگر اس کے لیے قاعدہ یہ ہے کہ متکلم اپنے فعل کو جو ماضی میں ہوا حکایتِ حالِ ماضیہ کے طور پر بصیغہ مضارع حکایت فرماتا ہے: جیسا کہ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَ کَذٰلِکَ نُرِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَکُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ (پارہ ۷. الانعام آیت ۷۵) آپ غور فرمائیں نُرِیْ مضارع کا صیغہ ہے اور یہ آیت قرآن کی ہے اور قرآن حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ پر نازل ہوا تو اب آپ سے پوچھتا ہوں اس آیت کا مطلب یہ ہے وَ کَذٰلِکَ نُرِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَکُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ اور ایسے ہی ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو دکھائے ملکوت آسمانوں کے اور ملکوت زمینوں کے۔ ملکوت مُلک سے مبالغہ کا صیغہ ہے اور جب مُلک کو ہم مبالغہ کے صیغہ میں لائیں گے تو ملکوت کہیں گے اسی طرح رَحْمَت کو جب مبالغہ کا صیغہ بنائیں گے تو رَحَمُوْت کہیں گے تو ملکوت مبالغہ ہے ملک کا۔ تو اللہ فرماتا ہے وَ کَذٰلِکَ نُرِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے آسمانوں کے تمام ملک (مبالغہ کے صیغہ کے ساتھ فرمایا) اپنے محبوب اپنے خلیل حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو دکھائے وَالْاَرْض اور زمین کے تمام ملک ہم نے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو دکھائے تو اب دکھانا تو یہ زمانہ ماضی میں ہوگیا اور جو کام زمانہ ماضی میں ہو اس کو ماضی کے صیغہ سے تعبیر کرنا چاہیے تو فعل تو ہوا ماضی کے زمانے میں مگر اس کی حکایت ہو رہی مضارع کے صیغہ کے ساتھ اور مضارع کے صیغہ میں آپ جانتے ہیں کہ یا تو حال کا زمانہ ہوگا یا مستقبل کا۔ یہ معنی تو نہیں ہیں کہ ہم اب دکھا رہے ہیں حال میں اس وقت دکھا رہے ہیں اور یہ معنی بھی نہیں ہیں کہ ہم مستقبل میں دکھائیں گے یہ معنی بھی نہیں بلکہ یہ معنی ہیں کہ ہم دکھا چکے وہ تو دکھانا ماضی میں ہو چکا تو جو فعل ماضی میں ہوگیا اس کو تو ماضی کے صیغہ سے تعبیر کرنا چاہیے لیکن نہیں مضارع کے صیغہ سے تعبیر فرمایا اور اس کو اہلِ بیان، اہلِ لغت، اہلِ عرب اور اہلِ نحو اپنی اصطلاحات میں حکایتِ حالِ ماضیہ کے عنوان سے مُعَنْوَن کرتے ہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ نُرِیْ مضارع کا صیغہ ارشاد فرمایا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ بات تو ماضی کی ہے لیکن ہم مضارع کے صیغہ کے ساتھ اس لئے تعبیر فرما رہے ہیں کہ گویا

ہم تمہیں بتانا چاہتے ہیں کہ ہم نے اس زمین اور آسمان کے سب ملکوں کو جو حضرت ابراہیم کو دکھایا تو تم یہ سمجھو کہ ہم ابھی تک ان کو دکھا رہے ہیں۔ یہ ہے حکایتِ حالِ ماضیہ مگر اس میں متکلم اپنے لئے وہ صیغہ استعمال فرماتا ہے اور یہاں **یَاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ** (سورۃ التحریم) یہ متکلم تو اللہ ہے کیونکہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور آپ سمجھ چکے ہیں کہ یہ آیت کب نازل ہوئی جب حضور ﷺ نے شہد کو یا سیدتنا حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے اوپر حرام فرما لیا تھا تو یہ حضور ﷺ کا حرام فرمانا پہلے ہو گیا کہ نہیں؟ فعل پہلے ہو گیا۔ اب اس ماضی کے فعل کو مضارع کے صیغے سے کیسے تعبیر فرمایا حکایاتِ حالِ ماضیہ کے باب سے بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ یہ متکلم نے اپنے لئے نہیں کہا یہ مخاطب کے لیے ہے تو حکایتِ حالِ ماضیہ تو ہو نہیں سکتا تو اب یہ تو مخاطب کے لیے ہے اور حضور ﷺ کا اپنی محبوب چیز کو اپنی پسندیدہ چیز کو حرام کرنا یہ زمانہ ماضی میں ہو چکا ہے تو اب بظاہر تو یہ ہونا چاہیے کہ **یَاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ حَرَّمْتَ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ** اے نبی تو نے ماضی کے زمانے میں کیوں وہ چیز اپنے اوپر حرام کی جو ہم پہلے آپ پر حلال کر چکے تھے تو **اَحَلَّ** یہ ماضی کا صیغہ ہے اور **تُحَرِّمُ** مضارع کا صیغہ ہے اس بات کو سمجھنا ہے اگر یہ سمجھ لیں تو میری پوری بحث انہی دو لفظوں میں آ جائے گی اگر اس بات کو سمجھ لیں کہ حضور ﷺ کا اپنی پسندیدہ چیز کو حرام فرمانا یہ بھی زمانہ ماضی میں تھا اور ان چیزوں کو حلال کرنا یہ بھی زمانہ ماضی میں تھا بھئی! اللہ نے پہلے سے حلال کی ہوئی ہیں یا نہیں ہیں؟ وہ مباح چیزیں حضور ﷺ کے لئے اللہ نے پہلے سے حلال کی ہیں یا نہیں؟ تو جن کو پہلے سے حلال کیا ان کا حلال ہونا مباح ہونا زمانہ ماضی میں واقع ہو گیا کہ نہیں ہو گیا؟ زمانہ ماضی میں واقع ہو گیا اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ** حالانکہ یہاں حکایتِ حالِ ماضیہ کے طور پر اگر اللہ یوں فرماتا **مَآ یُحِلُّ اللّٰهُ لَكَ** کیوں کہ اللہ متکلم ہے اور متکلم اپنے لئے فرما رہا ہے مگر اللہ نے **مَآ یُحِلُّ اللّٰهُ لَكَ** نہیں فرمایا بلکہ **مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ** فرمایا اس کو حکایتِ حالِ ماضیہ کے باب سے نہیں رکھا اور یہ فرق بیان کرنے کے لیے کہ کوئی احمق **تُحَرِّمُ** کو بھی حکایتِ حالِ ماضیہ پر محمول نہ کر لے۔ اللہ اکبر۔ تو اب اس بات کو آپ سمجھیں تو کیسی مزے کی بات ہے اور یہ حکمت کی بات ہے علم کی بات ہے مگر علم کی بات کو اہلِ علم سمجھے گا دوسرا نہیں سمجھے گا اس کے معنی کیا ہیں۔ اس

کے معنی یہ ہیں کہ اے میرے محبوب ﷺ آپ نے اُس چیز کو زمانہ ماضی میں کیوں حرام کرلیا جس چیز کو زمانہ ماضی میں ہم نے آپ کے لئے حلال کیا۔

لفظی معنی تو یوں ہونا چاہئے یَاَیُّهَا النَّبِیُّ اے نبی ﷺ اب یہاں ہے لِمَ تُحَرِّمُ اس کے معنی یہ ہیں اے، نبی آپ کیوں حرام کرتے ہیں یا کیوں حرام کریں گے۔تو یہ دونوں باتیں غلط ہیں حضور ﷺ آیت کریمہ کے نازل ہوتے وقت تو حرام نہیں کررہے تھے یا آگے چل کر تو حضور ﷺ نے حرام نہیں کرنا تھا حضور ﷺ تو پہلے اپنے اوپر شہد کو حرام کر چکے تھے تو اب فعل تو ماضی میں واقع ہو گیا تو ماضی میں جو فعل واقع ہو اس کو تو ماضی کے صیغہ سے تعبیر کرنا چاہیے اس کی مثال قرآن میں موجود ہے عَفَا اللّٰهُ عَنکَ لِمَ أَذِنتَ لَهُم (پارہ ١٠ ۔ التوبہ آیت ٤٣) اللہ آپ سے معاف فرمائے اور عفا بھی ماضی کا صیغہ ہے کیونکہ اللہ نے بہت پہلے ہی معاف کر دیا کیونکہ حضور ﷺ تو پہلے ہی معفو ہیں۔معفو کے معنی کیا ہیں؟ (معفو کے معنی جس کو قطعاً ہر چیز سے عفو میں کر دیا جائے)

<u>معفو کے معنی:</u> لوگ عفو کے معنی بھی نہیں سمجھتے عَفَتِ الدِّيَارُ مَحَلُّهَا وَمَقَامُهَا دیار مٹ گئے، گھر مٹ گئے، آبادیاں مٹ گئیں، آبادیوں کے محل بھی مٹ گئے اور اُن کے آثار بھی مٹ گئے اور ان کے مقامات بھی مٹ گئے عفو کے معنی ہیں مٹنے کے۔ عَفَا اللّٰهُ عَنکَ میرے محبوب! میں نے تو ہر برائی کو پہلے ہی تجھ سے مٹا ہوا ہے یعنی کوئی برائی تیری طرف رخ کر ہی نہیں سکتی۔آپ تو پہلے ہی معفو ہیں ہر برائی سے آپ عفو میں ہیں یعنی ہر برائی آپ سے مٹی مٹائی ہے۔کیا شان ہے میرے محبوب کی۔تو عفا کو بھی ماضی کے صیغہ کے ساتھ تعبیر فرمایا کیونکہ حضور سید عالم ﷺ کے لیے ہر برائی کا مٹا ہوا ہونا یہ بھی زمانہ ماضی میں ہے عَفَا اللّٰهُ عَنکَ لِمَ أَذِنتَ لَهُم بتائیے حضور ﷺ یہ اذن پہلے دے چکے تھے یا نہیں؟ بھئی! جب حضور ﷺ غزوہ تبوک میں تشریف لے جارہے ہیں تو منافق آئے کسی نے کہا کہ حضور میں مرتا ہوں کسی نے کہا میری بیوی مر رہی ہے کسی نے کہا حضور مجھے فلانی تکلیف ہے حضور مجھے اذن دے دیں۔حضور نے کہا جاؤ جاؤ بھاگو، اذن ہے تم مت جاؤ۔لوگوں نے کہا حضور سے غلطی ہو گئی۔ او بے ایمانو! رسول اللہ ﷺ سے غلطی ہوئی؟ خدا تم کو غارت کرے۔اللہ فرماتا ہے لَوْ خَرَجُوا فِيكُم

مَازَادُوْكُمْ إِلَّا خِبَالًا (پارہ ۱۰ . التوبۃ ۴۷) کہ اے میرے محبوب تو نے بہت اچھا کیا تو نے انہیں گھر بیٹھنے کی اجازت دیدی، انہیں اذن دے دیا اگر وہ چلے جاتے تو سوائے تباہی اور فساد کے اور کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ اندازہ فرمائیے۔ سبحان اللّٰہ! اب ہوا کیا میرے آقا پہلے اذن دے چکے تھے ماضی میں۔ اللہ نے اس کو ماضی کے صیغہ سے تعبیر فرمایا یا مضارع کے صیغہ سے تعبیر فرمایا؟ ارے ماضی کے صیغہ سے تعبیر فرمایا لِمَ أَذِنْتَ، أَذِنْتَ ماضی کا صیغہ ہے مضارع نہیں ہے لِمَ تَأْذَنُ نہیں فرمایا تَأْذَنُ مضارع کا صیغہ تھا لِمَ أَذِنْتَ فرمایا، أَذِنْتَ ماضی کا صیغہ ہے تو جس طرح اللہ تعالیٰ نے اِس مقام پر کہ حضور ﷺ اذن پہلے دے چکے تھے اور جب اللہ نے اُس کا ذکر فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے ماضی کا صیغہ ارشاد فرمایا کیونکہ اذن دینا ماضی میں تھا تو جو فعل ماضی میں ہو اُس کا ذکر بھی ماضی کے صیغہ سے ہوتا ہے تو اذن ماضی میں تھا تو اللہ تعالیٰ نے اُس کا ذکر بھی ماضی کے صیغہ سے فرمایا لِمَ أَذِنْتَ لَهُمْ پیارے حبیب! اللہ آپ کو معاف فرمائے آپ نے اُن کو کیوں اذن دیا زمانہ ماضی میں۔ اللّٰہ اکبر اب اِس آیتِ کریمہ میں کیا ہونا چاہیے تھا يَآيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ حَرَّمْتَ مَآ أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ہونا چاہیے تھا جیسا کہ وہاں أَذِنْتَ ہے یہاں حَرَّمْتَ ہونا چاہیے تھا مگر حَرَّمْتَ نہیں ہے تُحَرِّمُ ہے۔ کیوں؟

صیغہ کے استعمال میں غور کرنے کی بات۔

اصل بات یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نے جب اُس چیز کو اپنے اوپر حرام کیا تو بتایئے اپنی پسندیدہ چیز کو اپنے اوپر حرام کر لینے سے طبیعت پر شاق ہوتا ہے یا نہیں ہوتا؟ اپنی پسندیدہ چیز کو اپنے اوپر حرام کر لینا طبعاً شاق گزرتا ہے کہ نہیں؟ شاق گزرتا ہے۔ اندازہ فرمائیں بھئی! جو چیز مجھے پسندیدہ ہے اگر میں اُس کے استعمال کو اپنے اوپر ممنوع کر لوں میری طبیعت پر یہ بات شاق ہوگی یا نہیں ہوگی؟ شاق ہوگی۔ حضور ﷺ تو حرام پہلے ہی کر چکے تھے مگر طبیعت پر شاق تو اب تک تھا۔ بھئی! شہد کو حضور ﷺ نے حرام تو پہلے فرمالیا تھا مگر اُس شہد کو جو حضور ﷺ نے حرام فرمایا تھا اُس کے شاق ہونے کا اثر تو اُس وقت بھی تھا جس وقت آیت نازل ہوئی ہے اُس وقت بھی تو اُس شہد کو اپنے اوپر ممنوع الاستعمال قرار دینے کا اثر تھا کیونکہ پسندیدہ چیز کو ترک کرنا طبعاً شاق ہوتا ہے تو حضور ﷺ شہد کو حرام تو پہلے فرما

چکے تھے ماضی میں تو اب اللہ نے حَرَّمْتَ نہیں فرمایا تُحَرِّمُ فرمایا۔ کیا مطلب؟ میرے محبوب لِمَ تُحَرِّمُ آپ اپنے اوپر شہد کو حرام کر کے کیوں اب تک مشقت برداشت فرما رہے ہیں۔ اِس نقطہ کو اگر سمجھ لیا جائے تو پوری بحث ختم ہو جائے کیونکہ اُس وقت حضور ﷺ شہد حرام نہیں فرما رہے تھے شہد تو حضور ﷺ پہلے حرام کر چکے تھے لیکن اب حَرَّمْتَ نہیں فرمایا تُحَرِّمُ فرمایا اِس لیے کہ حرام کرنا یہ حضور ﷺ کی طبعِ مبارکہ پر شاق تھا۔ کیا مطلب ہے؟ تو مطلب یہ ہے کہ میرے محبوب ازواجِ مطہرات کی خاطر آپ اپنی پسندیدہ چیز کو اپنے اوپر حرام فرما کر کیوں اپنی طبیعت مبارکہ پر مشقت کو برداشت فرما رہے ہیں۔ آپ نے جو مشقت برداشت فرمائی وہ ہم کو گوارا نہیں ہے۔ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تو پتہ چلا کہ لِمَ تُحَرِّمُ جو ہے یہ استفہام فعلِ تحریم سے متعلق نہیں ہے بلکہ فعلِ تحریم کے نتیجہ سے متعلق ہے۔

قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ (التحریم ۲) میرے محبوب! ہم نے تو راستے پہلے ہی کھول دیئے ہیں سورۃ المائدہ میں سب کچھ بتا دیا ہے وہ یہ کہ اگر کوئی اپنے اوپر کسی مباح چیز کو حرام کر لے یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ مباح ہے مگر کسی حکمت کی بناء پر وہ اُس چیز کو اپنے اوپر حرام کر لے تو قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ اللہ نے تو تمہاری قسموں کے حلال ہونے کا طریقہ بیان کر دیا ہے اور جب اُن قسموں کے حلال کرنے کا طریقہ بیان کر دیا ہے تو پھر پیارے! آپ اُس طریقہ کو استعمال فرمائیں اور آپ شہد کو کھائیں اِس لیے کہ اگر ازواجِ مطہرات کی خاطر آپ نے اپنی پسندیدہ چیز کو اپنے اوپر حرام کر کے اپنی طبیعت پر مشقت کا زور لیا تو پیارے! ہم کو تو یہ گوارا نہیں ہے، کیونکہ شہد تو آپ کو محبوب تھا۔ اُسکو ترک کرنا آپ پر شاق ہے اور آپ ہمارے محبوب ہیں۔ آپ کی مشقت ہم پر شاق ہے۔ شہد کا ترک کرنا وہ آپ کی طبیعتِ مبارکہ کو گوارا نہیں ہے، مگر ناگواری برداشت فرمائے ہوئے ہیں تو پیارے حبیب! آپ شہد کے ترک کرنے کو ناگوار فرمائے ہوئے ہیں اور آپ کی ناگواری کو ہم ناگوار فرمائے ہوئے ہیں۔ اَللّٰہ اکبر! کیا شان ہے مصطفیٰ ﷺ کی تو اب لِمَ تُحَرِّمُ اور مَآ اَحَلَّ یہ دونوں صیغے۔ اگر آپ غور سے سمجھ لیں کہ تُحَرِّمُ مضارع کا صیغہ ہے اور اَحَلَّ ماضی کا صیغہ ہے اگر آپ حکایتِ حالِ ماضیہ کی طرف جائیں گے تو پھر مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ میں مَا يُحِلُّ ہونا چاہیے تھا مگر

وہاں یُحِلُّ نہیں ہے۔ کیوں؟ فرمادیا کہ ہم نے تو ماضی کے زمانے میں آپ کے اوپر اِن چیزوں کو مباح کیا ہے اور آپ نے ماضی کے زمانے میں اِن چیزوں کو اپنے اوپر حرام کیا ہے آیت نازل ہونے سے پہلے لیکن اگر چہ آپ نے حرام تو پہلے کیا مگر اُس کا جو نتیجہ ہے اور اُس کا جو اثر ہے وہ تو اب تک آپ اپنے طبع نازک پر لئے ہوئے ہیں۔

میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ لِمَ تُحَرِّمُ کے معنی یہ نہیں ہیں کہ آپ کیوں حرام کر رہے ہیں، معنی یہ ہیں کہ آپ کیوں تکلیف برداشت کر رہے ہیں اب آپ بتائیے یہ حضور ﷺ کی محبوبیت کا اعلان ہے یا نہیں ہے؟ اب بھی اگر کوئی نہ سمجھے تو اُس پر افسوس ہے پھر خدا ہی اسے سمجھے اور میں تو اِس سے زیادہ کچھ کہہ نہیں سکتا۔

عزیزانِ محترم! ایک بات آپ سے کہہ کر گفتگو کو ختم کرتا ہوں اور وہ بات یہ ہے کہ حضور تاجدارِ مدنی جنابِ احمدِ مجتبیٰ حضرت محمدِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ کا کوئی قول، کوئی فعل، کوئی عمل وحیِ الٰہی کے بغیر نہیں ہوتا وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ٥ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ٥ (پارہ ۲۷. النجم آیات ۳، ۴) نطقِ رسول منحصر ہے وحی میں۔ ابوعلی جبائی اور اُس کا بیٹا ابو ہاشم دونوں باپ بیٹے معتزلی تھے وہ تو وہ جو ہیں معتزلی تھے یا کون تھے لیکن اِس آیت سے انہوں نے ایک استدلال کیا وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ٥ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ٥ انہوں نے کہا کہ رسول کی ہر بات وحی ہے اور جب ہر بات وحی ہے تو حضور ﷺ اجتہاد کر ہی نہیں سکتے کیونکہ اجتہاد تو اپنی طرف سے کریں اور اپنی طرف سے تو وہ کچھ کہتے ہی نہیں وہ تو جو کچھ کہتے ہیں اللہ کی وحی ہوتی ہے لہٰذا وہ اجتہاد نہیں کر سکتے اب اگر کوئی کہے کہ رسول اجتہاد کرتے تھے تو وہ جھوٹ بولتا ہے کیوں کہ اجتہاد تو وحی نہیں ہے اگر اجتہاد وحی ہو تو ہر مجتہد کا اجتہاد وحی ہو جائے تو اجتہاد وحی نہیں ہے، ابوعلی جبائی اور اُس کے بیٹے ابو ہاشم نے اِس آیت وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ٥ سے اِس بات پر استدلال کیا اب اِس بناء پر نتیجہ کیا ہوا انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ نے جو اُس چیز کو (شہد کو) حرام کیا تھا تو وہ حضور ﷺ نے اپنے اجتہاد کی بناء پر حرام کر لیا تھا لہٰذا وہ وحی نہیں ہے حضور ﷺ کا اپنے اوپر اُس شہد کو حرام کرنا اور یہ فرمانا کہ شہد میرے اوپر حرام ہے یہ وحی نہیں ہے اگر یہ وحی ہو تو

لِمَ تُحَرِّمُ اُس کے خلاف ہے کیوں کہ وحی کو وحی توڑ رہی ہے یہ کیا بات ہوئی تو اب اُس کی جہالت کا پردہ میں نے چاک کر دیا۔ کیا؟ اللہ تعالیٰ نے تحریم پر تو بات نہیں فرمائی ارے! تحریم پر جو مشقت برداشت فرمائی اُس پر کلام فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تحریم پر کلام نہیں فرمایا بلکہ اللہ نے مشقت برداشت فرمانے پر بات فرمائی ہے تو مشقت برداشت کرنے کو تو میں وحی نہیں کہتا میں تو وحی کہتا ہوں اِس بات کو کہ حضور ﷺ نے جب یہ فرمایا کہ یہ ہم نے اپنے اوپر حرام کیا حضور ﷺ کا یہ فرمانا بھی وحی تھا کیوں؟ اِس لیے کہ لِمَ تُحَرِّمُ کے معنی یہ نہیں ہیں کہ آپ کیوں حرام کر رہے ہیں اِس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کیوں مشقت برداشت کر رہے ہیں شہد کو اپنے اوپر حرام کر کے آپ کیوں مشقت برداشت کر رہے ہیں۔ رہا یہ کہ حضور ﷺ نے مشقت برداشت کیوں کی؟ تو اُس کا جواب میں پہلے دے چکا وہ کیا تھا؟ وہ یہ کہ رسول کریم ﷺ پر رافت و رحمت، حسنِ اخلاق و حسنِ معاشرت کے حال کا ایسا غلبہ تھا کہ اُس غلبہ حال میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ازواجِ مطہرات کی رضا کو مقدم رکھ لیا کہ تم خوش ہو جاؤ مجھے مشقت ہو میں برداشت کر لوں گا تم خوش ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے محبوب ٹھیک ہے آپ نے اُن کی رضا کو تو آگے رکھا اور ہماری رضا کو تو آپ نے نظر انداز فرما دیا مگر قصداً نظر انداز نہیں فرمایا بلکہ غلبہ حالِ رافت میں، غلبہ حالِ شفقت میں، غلبہ حالِ حسنِ اخلاق میں اور غلبہ حالِ رافت و رحمت میں اگر کوئی بات ہو تو وہ تو خود رحمت کی اور کمالِ رافت کی دلیل ہے۔

<u>رسول کی رافت اور رحمت</u>: اِس کی مثال عبد اللہ ابن اُبی ابن سلول رئیس المنافقین کے بارے میں جو قرآن کی آیتیں ہیں اور احادیث ہیں اُن کو آج تک یہ ہمارے آگے رکھ کر معاذ اللہ رسولِ کریم ﷺ کی شان میں گستاخیاں کرتے پھرتے ہیں ان کو حیا نہیں آتی۔ ہم سے کہتے ہیں کہ تم کہتے ہو کہ رسول کی بات کو اللہ رد ہی نہیں کرتا رسول کی ہر بات اللہ مانتا ہے اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے اِنۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ سَبۡعِيۡنَ مَرَّةً (پارہ ۱۰۔ التوبۃ آیت ۸۰) اگر ستر مرتبہ بھی آپ اِس کی مغفرت طلب کریں گے فَلَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ (پارہ ۱۰۔ التوبۃ آیت ۸۰) اللہ اِن کو کبھی بھی معاف نہیں کرے گا آپ ستر مرتبہ بھی ان کے لئے استغفار کریں ہم ایک دفعہ بھی انہیں معاف نہیں کریں گے' اللہ فرماتا ہے تم ستر مرتبہ بھی دعا کرو

میں ایک دفعہ بھی قبول نہیں کروں گا اور تم کہتے ہو رسول کی ہر بات مانی جاتی ہے، آپ نے غور فرمایا قرآن پڑھ کر ہمارے آقا کی توہین کرتے ہیں میں **کل** کہہ چکا ہوں کہ ارے! اگر رسول کی کوئی خرابی تلاش کرنی ہے۔ **معاذاللہ**. رسول تو ہر خرابی سے **پاک** ہیں اور اگر تمہیں شوق خرابی تلاش کرنے کا ہے تو ان کے دشمن کا کلام پڑھو اللہ کا کلام کیوں پڑھتے ہو۔ تو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ آپ ستر مرتبہ بھی ان کے لئے استغفار کریں تو ہم اُن کو معاف نہیں کریں گے لوگوں نے یہ کہا کہ لو اللہ نے رسول کی بات ہی نہیں مانی۔ وہ (لوگ) بہت جھوٹے ہیں کذاب ہیں وہ بد بخت ہیں۔ یہ بات ہی نہیں ہے (کہ اللہ نے رسول کی بات نہیں مانی بلکہ) میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ دیکھو یاد رکھنا اِس کے دو جواب ہیں پلو میں باندھ لینا اور کبھی کوئی دشمنِ رسول کوئی بات کہے تو **فوراً** اُس کے منہ پر جواب دے دینا۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ عبداللہ ابنِ **اُبی** ابن سلول تو بے شک حضور ﷺ کا دشمن تھا اور اُس نے حضور ﷺ کو بڑی بڑی اذیتیں پہنچائیں آپ کو معلوم ہے کہ یہ **غزوہ مریسیع** کے موقع پر جب کہ اس نے کہا تھا کہ **لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ** (پارہ ۲۸. المنٰفقون ۸) اور پھر اس کے بیٹے عبداللہ نے (باپ کا نام بھی عبداللہ ابن اُبی ابن سلول بیٹے کا نام بھی عبداللہ) باپ کی گردن پکڑی اور کہا خبیث تو یہ کہتا ہے کہ عزت والے ذلیلوں کو نکال دیں گے ارے مہاجرین کو تو ذلیل کہہ رہا ہے۔ سید المہاجرین سید الانبیاء تو حضور ﷺ ہیں تو تو نے **معاذاللہ** حضور ﷺ کے لیے بھی ایسا لفظ بولا اپنے منہ سے کہو کہ میں ذلیل ہوں **رسول** عزیز ہیں بیٹا باپ کی گردن پکڑے ہوئے کہہ رہا ہے اگر نہیں کہتا تو ابھی تجھے مار ڈالوں گا۔ **اللہ اللہ**، یہ تھا ایمان کہ جس ایمان میں عظمتِ رسول کے مقابلے میں نہ باپ ہے، نہ بھائی ہے، نہ کوئی اور ہے۔ رسول کی عظمت کے مقابلے میں کوئی کچھ نہیں۔ چنانچہ جب بیٹے نے گردن دبائی تو باپ کو کہنا پڑا کہ ٹھیک ہے میں ذلیل ہوں اور رسول اللہ ﷺ عزیز ہیں جب تک اس نے نہیں کہا بیٹے نے باپ کو چھوڑا ہی نہیں تو یہ عبداللہ ابنِ اُبی ابن سلول رئیس المنافقین نے اسی **غزوہ مریسیع** [اسی غزوہ کو غزوہ بنی مصطلق بھی کہتے ہیں] کے موقع پر حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بہتان باندھا تھا اسی خبیث نے تو باندھا تھا تو اس نے کتنی کتنی تکلیفیں پہنچائیں کتنی اذیتیں

پہنچائیں تو پھر ہوا کیا؟ ہوا یہ کہ جب یہ مرنے لگا یہی اس کا بیٹا عبد اللہ یہ مؤمنِ مخلص تھا بہر حال بیٹا تو تھا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا سرکار وہ مر رہا ہے حضور آپ اس کے لئے جو کچھ برکت فرماسکیں برکت فرما دیں اس کے لیے دعا فرما دیں حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے اس مؤمنِ مخلص کی پاسِ خاطر کے لیے فرمایا اچھا ہم تشریف لائیں گے لعابِ دہنِ مبارک بھی عطا فرمایا قمیص شریف بھی عطا فرمائی اور اس نے حضور ﷺ کا لعابِ دہن بھی اس کو لگا دیا اور حضور ﷺ کی قمیص بھی اس کو پہنا دی اور پھر سرکار سے عرض کیا کہ حضور آپ اس کے جنازے کی نماز بھی پڑھا دیں۔ اس وقت تک منافقوں کے جنازے کی نماز پڑھنا یا منافقوں کے لیے طلبِ مغفرت کرنا یہ ناجائز نہیں ہوا تھا مشرکین کے حق میں تو ہوا تھا مگر مشرکین اور منافقین کا حکم تو ایک نہیں ہے کیونکہ مشرکین کے ساتھ تو قتال ہے اُن کو قتل کیا جائے گا لیکن منافق کو تو قتل نہیں کیا جائے گا جب تک کہ وہ اپنے کفر کا اقرار نہ کرلے جب کفر کا اقرار کرلیا تو منافق نہیں رہے گا پھر تو کافر ہو جائے گا تو کافر مشرک کے ساتھ تو جہاد ہوتا ہے منافق کے ساتھ وہ جہاد جو اللہ قرآن میں فرماتا ہے يٰأَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ (پارہ ۱۰۔ التوبة آیت ۷۳) وہ کافروں کا جہاد جہاد بالسیف ہے اور منافقوں کا جہاد جو ہے وہ جہاد باللسان ہے۔ بہر حال میں عرض کر رہا تھا......

<u>کسی فعل کی حرمت نازل ہونے سے قبل اس فعل کا کیا جانا جائز ہے:</u> اس وقت تک منافقوں کی جنازے کی نماز پڑھانے اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کرنے کا عدمِ جواز نازل نہیں ہوا تھا۔ جو کام حرام نہ ہو، ناجائز نہ ہو بتایئے کوئی اس کو ناجائز کہہ سکتا ہے؟ بھئی! جس کام کو اللہ نے ناجائز نہیں کہا کس کو مجال ہے جو اس کو ناجائز کہے جس کام کو اللہ نے حرام نہیں کیا وہ کام کون کہہ سکتا ہے کہ حرام ہے؟ آپ سے پوچھتا ہوں شراب حلال تھی یا نہیں تھی؟ اور پھر غزوہ اُحد کا جب موقع آیا غزوہ اُحد میں ستر صحابہ کرام شہید ہوئے ستر صحابہ گھروں سے شرابیں پی کر گئے جب احد میں پہنچے جنگ ہوئی تو وہاں شہید ہو گئے تو جب شراب حرام ہوئی اور حضرت ابو طلحہ ساقی بنے ہوئے تھے مٹکوں کے مٹکے بھرے ہوئے رکھے تھے اور لوگ شرابیں پی رہے تھے اور حضرت ابو طلحہ شرابیں پلا رہے تھے تو اچانک جب آیۃ کریمہ نازل ہوئی کہ شراب

حرام ہوگئی حضور ﷺ نے قاصد بھیجا سب مدینہ میں اعلان کردو کہ بس شراب حرام ہوگئی چنانچہ جب مدینہ میں قاصد پہنچا اور اس نے حضور کی طرف سے اعلان کیا تو یہ شراب پینے والے تمام شراب پی رہے تھے۔ حضرت ابوطلحہ، حضرت انس سب کھڑے ہوگئے انہوں نے کہا کہ مٹکوں کو توڑو چنانچہ جتنے مٹکے تھے سب توڑ دیئے حدیث میں آتا ہے اس دن مدینہ میں شراب ایسے بہہ رہی تھی جیسے کوئی سیلاب آ گیا ہو کیونکہ مٹکے پھوڑ دیئے گلیوں میں شراب بہہ رہی تھی۔ تو صحابہ کرام دوڑے دوڑے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی سرکار شراب حرام ہوگئی اور حضور نے ہمیں فرمادیا ہم نے تو اس کے مٹکے پھوڑ دیئے لیکن سرکار غزوہ اُحد میں جو ہمارے بھائی شرابیں پی کر گئے تھے اور وہ شہید ہوگئے ان کا کیا حشر ہوگا؟ سرکار نے فرمایا ان کا بالکل اچھا حال ہوگا کیونکہ اس وقت تک شراب حرام تھی نہیں اور جو چیز حرام نہ ہو اس کا استعمال کرنا تو گناہ نہیں ہے لہٰذا انہوں نے تو کوئی بھی گناہ نہیں کیا وہ تو بے گناہ تھے ان کی تمہیں کیا فکر ہے۔ اللّٰہ اکبر! تو شراب حرام ہونے سے پہلے شراب پی گئی یا نہیں پی گئی؟ اور شہدائے اُحد نے شراب پی اور شراب پی کر پھر وہ شہید ہوئے مگر چونکہ حلال تھی لہٰذا گناہ نہیں تھا تو جب تک کہ منافقوں کے لیے مغفرت کی دعا ناجائز نہ ہوا ان کے لیے دعا کرنا گناہ نہیں۔ ٹھیک ہے؟

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مغفرت کی دعا کیوں فرمائی؟

۱۔ ایک جواب تو یہ ہے کہ حضور ﷺ پر عبداللہ [جو بیٹا تھا اس کا وہ] مؤمنِ مخلص تھا اس کی حالت کو دیکھ کر حضور ﷺ کا دریائے رحمت جوش میں آ گیا اور حضور ﷺ نے غلبہ حالِ رحمت میں اللّٰهُمَّ اغْفِرْ فرمادیا اس کے لیے اور جب یہ ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا سرکار اللہ نے فرمایا کہ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً (پارہ ۱۰ التوبة ۸۰) تو حضور ﷺ نے فرمایا بَلْ اَزِيْدُ عَلٰى سَبْعِيْنَ مَرَّةً میں ستر سے بھی زیادہ مانگوں گا یہ کیوں فرمایا؟ یہ اس لیے نہیں فرمایا کہ معاذ اللہ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے کلام، اللہ کے فرمان، اللہ کی کتاب کا علم نہیں تھا نعوذ باللہ بلکہ حضور ﷺ پر رحمت کا حال ایسا غالب تھا کہ غلبہ حالِ رحمت میں حضور ﷺ نے یہ فرمادیا اور یہ بالکل ایسا ہی ہوا جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے متعلق عرض کیا کہ إِنَّ ابْنِىْ مِنْ أَهْلِىْ وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ (پارہ ۱۲ ھود ۴۵) اے اللہ

میرا بیٹا تو میرے اہل سے ہے اور تو نے میرے اہل کا وعدہ کیا ہے تو کیا حضرت نوح علیہ السلام نہیں جانتے تھے کہ اہل سے اللہ کی کیا مراد ہے؟ نوح علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں کیا وہ نہیں جانتے تھے کہ اہل سے مراد کیا ہے؟ لیکن بات کیا تھی لفظ اہل کو انہوں نے بہانہ بنالیا اور بیٹے کی شفقت کے حال کا اُن پر غلبہ جو ہوا تو اسی بہانے کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کردیا۔ جیسا کہ ایک بادشاہ جب ایک شاعر پر ناراض ہوا تو اس نے کہا کہ لَاَرْکَبَنَّکَ عَلَی الْاَدْھَمُ میں تجھے ادھم پر سوار کراؤں گا اَدْھَم پاؤں کی بیڑی کو کہتے ہیں عربی زبان میں اور ادھم سیاہ رنگ کے گھوڑے کو بھی کہتے ہیں جو بڑا قیمتی اور بڑا اصیل گھوڑا ہوتا ہے اس کو بھی ادھم کہتے ہیں تو جب بادشاہ نے کہا کہ میں تجھے ادھم پر سوار کراؤں گا تو فوراً شاعر کہنے لگا کہ مِثْلُکَ یُرْکِبُ عَلَی الْاَدْھَمِ وَعَلَی الْعَصَبِ آپ ہی جیسے تو عصب وادہم پر سوار کراسکتے ہیں عصب چتلے گھوڑے کو کہتے ہیں اس نے عصب کا لفظ ساتھ ملادیا اور پھر ادہم کے معنی متعین کردیئے کہ وہ قید کے معنی میں نہیں ہوسکتا بیڑی کے معنی میں نہیں ہوسکتا اب وہ سیاہ گھوڑے اور اصیل گھوڑے ہی کے معنی میں ہوگا تو اس نے اسی کے لفظ کو بہانہ بنا کر بادشاہ کے سامنے یہ بات کہہ دی بادشاہ بڑا خوش ہوا اس نے کہا اس کو معاف کردو۔ میرے عرض کرنے کا مقصد یہ تھا کہ سیدنا نوح علیہ السلام پر شفقت پدری کے حال کا غلبہ ہوا اور انہوں نے یہ کلمات طیبات زبانِ اقدس سے فرمادیئے لوگ حضرت نوح علیہ السلام پر اعتراض کرتے ہیں اور میں کہتا ہوں کہ یہ ان کی کمالِ رافت اور شفقت کا نتیجہ تھا اور کمالِ رافت وشفقت تو کمال ہے۔ تو تم انبیاً کے کمال کو معاذاللّٰہ نقص قرار دیتے ہو خدا تم کو خراب کرے۔ تو سرکار نے غلبہ رحمت کے حال میں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ فرمادیا اس کے بعد حضور نے جنازے کی نماز پڑھادی حضرت عمر نے پھر پیچھے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑا عرض کیا سرکار یہ تو بڑا خبیث تھا فلاں موقع پر اس نے یہ بکا، فلاں موقع پر یہ بکا، فلاں موقع پر حضرت صدیقہ پر تہمت لگائی حضرت عمر کو اس بارے میں بڑا جوش تھا عرض کیا حضور اس کو قمیص بھی عطا فرمارہے ہیں حضور اس کو لعابِ دہن مبارک بھی دے رہے ہیں نماز بھی حضور نے پڑھادی یہ تو بڑا خبیث ہے سرکار نے فرمایا اَخِرْ عَنِّی یَا عُمَرْ عمر پرے ہٹ جاؤ۔

کسی چیز کی خصوصیت اللہ اور اس کے رسول کے چاہنے سے بدل جاتی ہے: سرکار نے فرمایا فَاِنَّ

قَمِيصِی وَصَلا تِی لَا یُغْنِیهِ مِنَ اللّٰهِ شَیْئاً یہ جو میں نے قمیص دی، لعاب دہن دیا، نماز پڑھا رہا ہوں اللہ کے عذاب سے کوئی چیز بھی اس کو دفع نہیں کرے گی۔ کیا مطلب؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ میری قمیص بھی پہچانتی ہے کہ یہ اللہ کا دشمن ہے اللہ کے رسول کا دشمن ہے اور میرا لعابِ دہن مبارک بھی پہچانتا ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کا دشمن ہے جیسا کہ آگ حضرت خلیل کو پہچانتی تھی کہ یہ اللہ کے خلیل ہیں تو کیا ہوا یَانَارُ کُونِی بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰی إِبْرٰهِیمَ (پارہ ۱۷. الانبیاء ۶۹) اے آگ تیرے اندر جلانے کی صفت تو ہے مگر ابراہیم میرا خلیل ہے اس پر تو نے اثر نہیں کرنا تو جس طرح آگ کا اثر ابراہیم علیہ السلام پر ختم ہو گیا حضور ﷺ کے لعابِ دہن کا اثر عبداللہ ابن اُبی پر ختم ہو گیا آگ خلیل اللہ کو پہچانتی تھی قمیصِ مبارک عدو اللہ کو پہچانتی تھی اور سرکار سب کو پہچانتے تھے حضور ﷺ نے فرمادیا کہ یہ میری قمیص یہ تو پہچانتی ہے کہ یہ عدو اللہ ہے۔ آپ ایمان سے کہیں کہ جلانے کا اثر اللہ نے آگ کو دیا تھا بھئی! اللہ نے اثر پیدا کیا؟ تو اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ نے اس کے اثر کو نہیں ضائع کیا؟ یہ فرمایا یَانَارُ کُونِی بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰی إِبْرٰهِیمَ (پارہ ۱۷. الانبیاء ۶۹) اے آگ تجھ کو حکم دیتا ہوں کہ تو میرے خلیل پر ٹھنڈی ہو جا۔ کیوں؟ اس لئے کہ یہ میرا خلیل ہے تو اسے پہچان۔ تیرا اثر تو یہی ہے کہ تو جلاتی ہے تو اسے پہچان یہ میرا خلیل ہے، تو اے قمیص مبارک تیرا اثر تو یہی ہے کہ تو برکت پہنچاتا ہے مگر پہچان لینا کہ یہ عدو اللہ ہے۔ اے آگ! تیرا تو اثر یہی ہے کہ تو جہاں پڑے جلا ڈالے مگر دیکھنا یہ خلیل اللہ ہیں یہاں نہیں جلانا۔ اللّٰہ اکبر! کلماتِ طیبات تو ادا ہوئے، لعابِ دہن مبارک تو اس کو دیا گیا قمیص شریف تو دی گئی مگر بتادیا گیا کہ اے قمیص مبارک بے شک تُو جا تو رہی ہے مگر سمجھ لینا کہ جیسے آگ نے خلیل اللہ کو پہچان لیا تھا تو بھی عدو اللہ کو پہچان لینا۔ مجھے کہنے دیجئے میرا تو مذہب یہ ہے کہ حضور ﷺ کی قمیصِ مبارک کا اثر حضور ﷺ کے ہاتھ میں تھا جس کو چاہیں پہنچنے دیں جس کو چاہیں نہ پہنچنے دیں۔ مسلم شریف کی حدیث یاد نہیں؟ حضرت اسماء رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ہمارے پاس حضور ﷺ کا جبّہ مبارکہ تھا اور ہم اس جبّہ مبارکہ سے کیا کیا کرتے تھے؟ نَسْتَشْفِی بِهَا مَرْضٰنَا اپنے بیماروں کے لئے اسی سے شفا حاصل کرتے تھے۔ اللّٰہ اللّٰہ. میرے آقا کے جبّہ مبارکہ کا یہ اثر کہ جس بیمار کو ہوا لگ جائے آرام ہو جائے اور یہاں قمیصِ مبارکہ کا یہ اثر کہ عدو اللہ کو

کوئی بھی فائدہ نہیں ہو۔ پتہ چلا کہ میرے آقا کے کپڑوں کا اثر تو حضور ﷺ کے دستِ کرم میں تھا جس کو چاہیں نفع پہنچادیں جس کو چاہیں نہ پہنچائیں جو اللہ کے دوست ہیں جو اللہ کے محبوب ہیں ان کے لیے حضور ﷺ کے تبرکات کا اثر پہنچا۔ حضور ﷺ کے تبرکات کے اثر کا انکار نہیں ہوسکتا۔ ایک تو جواب یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر غلبہ رحمت کا حال تھا۔

۲۔ دوسرا جواب آپ سے عرض کروں حضور کا یہ فعل کہ آپ نے اس کے لیے استغفار فرمایا یہ اس وقت کا نہیں تھا کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی نماز پڑھنے اور استغفار کی مذمت فرمائی ہو، نہیں۔ یہ اس وقت کا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے نماز جنازہ کی ممانعت نہیں فرمائی تھی جب حضور ﷺ نے جنازے کی نماز پڑھ دی اور نماز سے فارغ ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد آیت نازل فرمائی کہ وَ لَا تُصَلِّ عَلٰی أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ أَبَدًا (پارہ ۱۰ التوبۃ ۸۴) میرے محبوب کوئی بھی منافق مرجائے کبھی بھی آپ اس کے جنازے کی نماز نہ پڑھیں وَ لَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ (التوبۃ ۸۴) آپ تو اس کی قبر پر بھی جا کر کھڑے نہ ہوں۔ اللہ قادر نہیں تھا کہ پہلے سے یہ آیت نازل کر دیتا؟ اللہ کا کلام ہے حضور ﷺ کے نماز پڑھنے سے پہلے اللہ نے آیت نازل نہیں فرمائی بعد کو نازل فرمائی۔ کیوں؟ تاکہ مصطفیٰ ﷺ کی شان کا اظہار ہو اللہ تو اپنے حبیب کی شان کا اظہار ہر آن کر رہا ہے مگر افسوس ہے ان لوگوں پر کہ جو اللہ کا بھی مقابلہ کرنے پر تلے بیٹھے ہیں نعوذ باللہ! پھر اس بات پر غور نہیں فرماتے جب حضور ﷺ نے حضرت عمر کو فرمادیا کہ إِنَّ صَلَاتِیْ وَقَمِیْصِیْ لَا یُغْنِیْهِ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا میری قمیص میری نماز میرے تمام تبرکات شریفہ اللہ کے عذاب کو اس سے دفع نہیں کرسکیں گے کیونکہ میں نے عذابِ الٰہی کے دفع کرنے کی غرض سے ایسا کیا ہی نہیں۔ ایسا کیوں کیا؟

<u>ایک ہزار افراد کے مسلمان ہونے کی بشارت:</u> سرکار نے فرمایا وَلٰکِنْ اَرْجُوْ أَنْ یُّسْلِمَ مِنْ قَوْمِهٖ أَلْفٌ فرمایا میں نے تو اس امید پر کیا ہے کہ جب میں ایسا کروں گا تو اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی مسلمان ہوجائیں گے۔ کیونکہ اس کی قوم جانتی ہے کہ اس نے کتنے ظلم کئے ہیں میرے ساتھ تو پھر جب قوم دیکھے گی کہ اس ظلم کا بدلہ حضور ﷺ کس رحمت کے ساتھ دے رہے ہیں تو کیا وہ یہ نہیں سوچیں گے

کہ سچے نبی ہیں؟ کیا وہ مسلمان نہیں ہوں گے؟ فرمایا اس کی قوم کے ایک ہزار افراد مسلمان ہو جائیں گے یہ امید ہے اس امید پر میں یہ کر رہا ہوں۔ حدیث میں آیا ہے بخاری شریف کے شارحین نے بھی اس حدیث کو لکھا اور اگر کوئی کہے تو میں بخاری کے حاشیہ پر بھی یہ حدیث شریف دکھا دوں گا اور شروح البخاری میں بھی یہ حدیث موجود ہے الحمد للہ مجھے ایک عرصہ ہو گیا یہ حدیث پڑھاتے ہوئے تو میں بتا سکتا ہوں کہ حضور ﷺ کا یہ فعل مبارک جس پر لوگ اعتراض کر رہے ہیں، کیسا تھا۔

میرے عزیزو! میرے محترم دوستو! حدیث شریف میں صاف موجود ہے کہ اِدھر سرکار نے سلام پھیرا اُدھر اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی وہیں کھڑے کھڑے مسلمان ہو گئے پھر مجھے یہ بتاؤ کہ جب حضور ﷺ نے اس کے جنازے کی نماز پڑھی تو کب پڑھی؟ جب اللہ تعالیٰ نے منع نہیں کیا تھا تو جس بات کو اللہ منع نہ کرے وہ گناہ ہے؟ نہیں ہے۔ جب شراب حرام نہیں ہوئی تھی جب منع نہیں ہوا تھا شراب پینا گناہ تھا؟ نہیں تھا۔ تو جب جنازے کے پڑھنے کی ممانعت نہیں آئی تھی تو جنازہ پڑھنا گناہ تھا؟ نہیں تھا۔ معلوم ہوا حضور ﷺ کا فعل مبارک بھی گناہ نہیں تھا اب بات بڑھ گئی اور کہاں سے کہاں نکل گئی ایک جملہ کہہ کر ختم کر دوں گا ان شاء اللہ. آپ سن لیجئے اور غور سے سن لیجئے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ نے نماز جنازہ پڑھنے سے پہلے وہ آیت نازل نہیں فرمائی نمازِ جنازہ ختم کی تو آیت نازل ہوگئی وَ لَا تُصَلِّ عَلٰی أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَدًا (پارہ ۱۰. التوبة ۸۴) جو بھی منافق مر جائے حضور کبھی اس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ پر یہ آیت نازل فرما دی اور حضور ﷺ نے اس سے پہلے نماز پڑھی وہ گناہ تھا نہیں۔

نماز جنازہ میں اپنوں کے لیے دعائے مغفرت: اب حضور ﷺ نے نماز میں پڑھا کیا یہ بتائیں جنازے کی نماز جو آپ پڑھتے ہیں اس کے الفاظ حدیث میں وارد ہیں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَآئِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَأُنْثٰنَا (بخاری شریف) یہ بتاؤ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا یا اللہ تو بخش دے ہمارے زندوں کو وَمَیِّتِنَا یا اللہ تو بخش دے ہمارے مُردوں کو وَشَاهِدِنَا وَغَآئِبِنَا اور بخش دے ہمارے حاضرین کو اور بخش دے ہمارے غائبین کو وَصَغِیْرِنَا

وَ کَبِیرِنَا بخش دے ہمارے چھوٹوں کواور ہمارے بڑوں کو وَ ذَکَرِنَا وَ اُنْثٰنَا بخش دے ہمارے مَر دوں کواور بخش دے ہماری عورتوں کو۔ٹھیک ہے؟ جنازے کی دعا میں یہی ہے آپ ایمان سے کہنا کیا وہ ہمارا تھا؟ کیا عبد اللہ بن اُبی ہمارا تھا؟ اگر وہ (مخالف) کہیں کہ ہمارا تھا بے شک اُن کو مبارک ہو لیکن ہم کبھی نہیں کہیں گے کہ وہ ہمارا تھا اور وہ ہمارا تھا ہی نہیں تو دعا اُدھر متوجہ کدھر ہوئی وہ تو اپنوں کے لیے تھی۔

مسئلہ: اگر آپ مجھ سے کہیں لو بھئی! ہمارے لیے تو کوئی راستہ کھول دیا ہم کسی مرزائی کے جنازے پر کھڑے ہو گئے اور کہیں اللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وہ تو ہمارا ہے ہی نہیں لہٰذا ہمارے لیے جائز ہونا چاہیے۔اُو ظالمو! تم یہ پڑھو گے تو وَ لَا تُصَلِّ کی آیت کے بعد پڑھو گے حضور ﷺ نے پہلے پڑھا تھا۔تم گناہ گار ہو گے۔اللہ اکبر! اب آخری بات یہ کہہ دینا چاہتا ہوں شاید کوئی مجھ سے یہ کہے کہ بھئی چلو کچھ بھی تھا اللہ یہ فرماتا کہ چلو میرے محبوب فرما رہے ہیں تو میں اس کو معاف ہی کر دوں محبوب کی شان بھی رہ جائے گی۔

اللہ کا قانون ہے کہ گستاخِ رسول کو ضرور سزا دی جائے: ارے معاف کر دینے میں محبوب کی شان نہیں رہتی کیوں؟ کیا اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں جانتا تھا؟ وہ تو عالم الغیب ہے وہ تو عالم الشھادۃ ہے ارے! کیا اللہ کے عالم الغیب ہونے میں کسی کو شک ہے؟ آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا اللہ کو معلوم نہیں تھا کہ اس نے میرے محبوب کو کتنے دکھ پہنچائے ہیں اور میرے محبوب کی کتنی توہین کی ہے اور وہی جو ایک لفظ میں نے سنایا قرآنِ مجید کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ (پارہ ۲۸۔ المنفقون ۸) معاذاللہ حضور کو اذل میں شامل کیا۔ بتاؤ! اس سے بڑھ کر کوئی توہین ہوگی؟ تو اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ و عم نوالہٗ نے یہ قانون بنالیا کہ اگر کوئی میرا گناہ کرے تو میں معاف کروں یا نہ کروں میری مرضی لیکن اگر کوئی محبوب کی توہین کرے تو اس کو معاف نہیں کروں گا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اگر محبوب کی توہین کرنے والوں کو بھی معاف کر دوں تو پھر جس کا جی چاہے توہین کرتا رہے میں معاف کرتا رہوں تو محبوب کا مقام کیا رہا، محبوب کی شان کیا رہی۔ لہٰذا اگر کوئی مسلمان ہو کر بتقاضائے بشریت میری نافرمانی کر بیٹھے تو میری مرضی اس کو معاف کروں یا نہ

کروں اگر کسی مسلمان سے کوئی نماز رہ جائے میری مرضی میں اسے معاف کروں یا نہ کروں اگر کسی مؤمن سے کوئی روزہ رہ جائے میری مرضی معاف کروں یا نہ کروں لیکن اگر کوئی رسول کی توہین کر دے تو وہاں پھر میرا قانون ہے کہ میں کبھی معاف نہیں کروں گا کیونکہ اگر اس کو بھی معاف کر دوں تو پھر وہ محبوب کہاں رہے کہ جس کا جی چاہے توہین کرتا رہے میں معاف کرتا رہوں محبوب کا مقام کیا رہا، عظمتِ محبوب کا تقاضا یہی تھا۔ کیا؟ اللہ نے گویا یوں فرمایا کہ پیارے کوئی اگر میری عبادت میں یا میری فرمانبرداری میں کسی سے کوئی فروگزاشت ہو جائے تو میں معاف کر دوں میری مرضی یا نہ کروں لیکن میرے پیارے میرے محبوب جو تیری شان میں گستاخی کرے اس کو میں معاف نہیں کروں گا اور اگر اس کو میں معاف کر دوں تو پھر تیری محبوبیت کا تو کوئی مقام ہی نہیں رہا۔

عزیزانِ محترم! حضور ﷺ کی محبوبیت اسی میں باقی رہتی ہے کہ اس دشمنِ رسول اور گستاخِ رسول کو معافی نہ دی جائے آپ کو معلوم ہے کہ بادشاہ اور حکومت کے جو ارکان ہیں وہ مجرموں کو معاف کر دیتے ہیں حاکم کو حق ہے کہ کسی مجرم کو معاف کر دے یا اس کو جیل بھیج دے لیکن جو حکومت کا باغی ہو اسے کوئی معاف نہیں کر سکتا اُسے معاف کرنے کا قانون نہیں۔ مصطفیٰ ﷺ کی گستاخی تو اللہ کی حکومت کی بغاوت ہے تو باغی معافی کے قابل نہیں ہوا کرتا بس اتنی ہی بات اگر کوئی اپنے ذہن میں رکھ لے تو میں کہتا ہوں بات بن جاتی ہے۔

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ اس آیتِ کریمہ کی رو سے یہ کہنا کہ رسول سے غلطی ہوئی جس پر خدا نے ڈانٹا، میں کہتا ہوں یہی گستاخیِ رسول ہے اللہ نے تو حضور ﷺ کی عظمت کے پرچم لہرائے کہ میرے پیارے آپ ایک مباح چیز کو، اپنی پسندیدہ چیز کو، شہد کو اپنے اوپر حرام کر کے مشقت برداشت کیے ہوئے ہیں میرے محبوب وہ آپ کی مشقت ہمیں گوارا نہیں ہے لِمَ تُحَرِّمُ میرے پیارے محبوب آپ شہد کو حرام کر کے کیوں اب تک مشقت کو اپنے طبعِ نازک پر لئے ہوئے ہیں بتایئے حضور ﷺ کی محبوبیت کا اور حضور ﷺ کی عظمت کا مظاہرہ ہے یا نہیں؟

واخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

الدرس الرابع عشر

اَلحَمدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِینَ اصطَفٰی اَمّا بَعدُفَاعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ o بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ o

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ تَبتَغِی مَرضَاتَ اَزوَاجِکَ وَاللّٰہُ غَفُورٌ رَّحِیمٌ ①

صدق اللہ مولانا العلی العظیم وصدق رسولہ النبی الامین ونحن علی ذلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمدللہ رب العالمین o

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّم عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَولَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِک وَسَلِّم عَلَیہِ

اَلحَمدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحسَانِہٖ آج رمضان المبارک کی سولہ تاریخ ہے اور ہفتہ کا دن ہے اَلحَمدُ لِلّٰہ ثم اَلحَمدُ لِلّٰہ ہم سب روزے سے ہیں اللہ تعالیٰ نے سولہ روزے رکھوادیئے اور اللہ کی رحمت سے امید ہے ان شاء اللّٰہ باقی تمام روزے بھی اپنی رحمت سے رکھوادے گا اے اللہ تو اپنی رحمت سے رمضان کے روزے بھی پورے کرادے تراویح، قرآنِ پاک پڑھنے سننے کے جو معمولات ہیں وہ بھی پایا تکمیل تک پہنچادے اور اپنی رحمت سے شرفِ قبول بھی عطا فرما۔ آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّم عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَولَانَا وَمَلجَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَبَارِک وَسَلِّم

رضائے حبیب کونصب العین بناؤ:

یٰاَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا قُوا اَنفُسَکُم وَاَھلِیکُم نَارًا (پارہ ۲۸۔التحریم ٦) اللہ رب العزت جل جلالہٗ وعم نوالہ نے ارشادفرمایا اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو نار سے بچاؤ۔ سورۃ التحریم میں ازواجِ مطہرات سے متعلق ان واقعات کو بیان فرمانے کے بعد یہ ارشادفرمانا کہ قُوا اَنفُسَکُم وَاَھلِیکُم نَارًا مناسبت یہ ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیہِ وَاٰلِہٖ وَصَحبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ کے اہل پاک، ازواجِ مطہرات حضور ﷺ کی اہل ہیں اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ نے ان کو جو تنبیہات فرمائیں ان تنبیہات کا نتیجہ اور ان کا خلاصہ یہی ہے کہ اگر تم نے اللہ کے نبی، اللہ کے محبوب کو راضی نہ کیا تو سمجھ لو کہ اللہ تم سے راضی نہیں ہے اللہ جس سے راضی نہیں ہے ظاہر ہے وہ نار سے بچ نہیں سکتا

تو اب چونکہ حضور نبی کریم ﷺ اور حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ کے اہلِ پاک کی وہ نوعیت اور وہ حیثیت اور وہ شان ہے کہ ان مقدسین اور مقدسات میں قرآن نازل ہوا اور انہی کے اقوال وافعال اور اعمال اور انہی کے واقعات اور حالات سے تکمیلِ دین کا تعلق ہے اور یہی مقدسین اور مقدسات تکمیلِ دین کا مرکز ہیں تو مقصد یہ ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ کے اہلِ پاک کو یہ تنبیہ فرمادی گئی ہے کہ اگر تم نے میرے محبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ کی رضا جوئی کو اپنا شیوہ نہ بنایا تو تم میرے محبوب کا تو کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتیں کیوں؟ اس لئے کہ میں خود اپنے محبوب کا مددگار رہوں جبرائیل مددگار رہیں صالح المؤمنین ان کے مددگار رہیں **وَالْمَلٰٓئِکَۃُ بَعْدَ ذٰلِکَ ظَھِیْرٌ** اور اس کے بعد سارے فرشتے میرے محبوب کے مددگار ہیں اس لئے میرے محبوب کا تو کچھ بھی نہیں بگڑ سکتا اگر کچھ بگڑے گا تو تمہارا ہی بگڑے گا لہٰذا تم اپنے آپ کو بگڑنے سے بچاؤ۔ بس یہ بنیاد تھی اور اس بنیاد کو تمام امت کے لئے قیامت تک کے لئے عام کردیا اور بتا دیا کہ **یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا** اے ایمان والو! سمجھ لو کہ یہ محبوب ﷺ اور آپ کا گھرانہ یہ دین کی تکمیل کا مرکز ہے اور یہ نمونہ ہے، مثال ہے اس مثال کو آگے رکھو اپنے آپ کو بھی نارِ جہنم سے بچاؤ اور اپنے اہل کو بھی نارِ جہنم سے بچاؤ۔ مقصد یہ ہے کہ میرے محبوب کو ناراض نہ کرو میرے محبوب کو ناراض کرنا اپنے آپ کو جہنم میں جھونکنا ہے اور اسی طرح تم اپنے اہل کو اور عیال کو اگر اسی راہ پر رکھو گے۔ کس راہ پر؟ کہ جس پر محبوب ﷺ کی رضا جوئی کا کوئی احساس ان کے دل و دماغ میں نہیں ہوگا تو سمجھ لو کہ وہ بھی نارِ جہنم کا ایندھن ہیں اگر تم اپنے آپ کو نار سے بچانا چاہتے ہو اور اپنے اہل وعیال کو نار سے محفوظ رکھنا چاہتے ہو تو تمھارا فرض ہے کہ میرے محبوب کو راضی رکھو۔ اب یہ ایسی بات ہے کہ جس میں پورا دین سمٹ کر آجاتا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ تو کسی ایسی بات پر راضی نہیں جو دین کے منافی ہو حضور ﷺ کب اس بات پر راضی ہیں کہ کوئی تارک الصلوٰۃ ہو حضور ﷺ کب اس بات پر راضی ہیں کہ کوئی روزہ نہ رکھے سرکار کب اس بات پر راضی ہیں کہ کوئی کسی معصیت میں مبتلا ہو، فحاشی میں، بے حیائی میں مبتلا ہو حضور ﷺ کب اس بات پر راضی ہیں کہ کوئی کسی کا حق غصب کرے مقصد یہ ہے کہ میرے محبوب

تاجدارِ مدنی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ کوراضی رکھنا یہی اپنے آپ کو نارِ جہنم سے بچانا ہے لہٰذا تم خود بھی میرے محبوب کو راضی رکھو اور اپنے اہل وعیال کو بھی ایسی راہ پر چلاؤ کہ وہ بھی میرے محبوب کی رضا جوئی کو اپنا شیوہ بنائے رہیں اس کے بغیر نارِ جہنم سے نجات کا کوئی اور راستہ نہیں ہے حضور تاجدار مدنی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ نے نماز کے متعلق ارشاد فرمایا کہ جب تمھارے بچے سات برس کے ہوجائیں تو ان کو نماز پڑھنے کا حکم دو اگر وہ اطاعت کریں تو فبھا اور اگر نہیں تو ان کو تاکید کرو اور ان پر شدت اختیار کرو کہ وہ نماز پڑھیں اور یہاں تک کہ جب دس سال کے ہوجائیں اور تمھاری ہدایت پر عمل نہ کریں تو پھر ان کو گھروں سے نکال دو۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ محبوب کی رضا کے خلاف راہ پر چل رہے ہیں۔ اللّٰہ اکبر اگر ہم قرآن اور قرآن کی تعلیمات پر غور کریں تو میں آپ سے صحیح عرض کرتا ہوں کہ ہم اپنی زندگی کے کسی ایک لمحے کو بھی اپنے لئے ایسا لمحہ نہیں کہہ سکتے کہ جس کو لمحہ مبارکہ کہا جائے اس لئے کہ لمحاتِ مبارکہ تو وہی ہیں کہ جن میں اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی ہو، اللہ اور اس کے رسول کی رضا جوئی ہو اور جہاں یہ مفقود ہے تو وہاں لمحہ مبارکہ تو نہیں ہوا۔ نبی کریم تاجدارِ مدنی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ کی رضا جوئی معیار ہے دین کا۔ دین کا معیار حضور کی رضا ہے۔

<u>حضور ﷺ راضی ہیں تو دین ہے حضور ﷺ راضی نہیں تو کوئی دین نہیں</u>: میں یہاں تک عرض کروں گا کہ اگر حضور ﷺ راضی نہیں تو نمازیں بھی دین نہیں اور اگر حضور ﷺ راضی نہیں تو جہاد بھی دین نہیں اور اگر حضور ﷺ راضی نہیں تو کوئی نیکی دین نہیں ہے ہر نیکی کا دین ہونا موقوف ہے رضائے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ پر۔ میں عرض کروں گا......

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم سیدِ عالم ﷺ نے حکم دیا کہ اے سعد تم جمعہ کے دن علی الصبح مجاہدین کے لشکر کو لے کر جہاد کے لئے روانہ ہوجاؤ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے حکم کی تعمیل یوں کی کہ مجاہدین کے لشکر کو تو روانہ کردیا تاکہ حضور ﷺ کے حکم کی تعمیل میں کوتاہی نہ ہو لیکن خود اس خیال سے ٹھہر گئے کہ جمعہ کا دن ہے جہاد پر جارہے ہیں معلوم نہیں واپس آنا نصیب ہو یا نہ ہو تو یہ جمعہ حضور ﷺ کے

پیچھے پڑھتے جائیں بس اس خیال سے رک گئے اور انہوں نے یہ طے کرلیا کہ نمازِ جمعہ پڑھتے ہی میں تیز سواری پر روانہ ہوکر ان شاء اللہ لشکر سے مل جاؤں گا کوئی نافرمانی کا ارادہ نہیں تھا اور کسی قسم کی کوتاہی کا تصور ان کے ذہن میں نہیں تھا لشکر کو روانہ کر دیا حکم کی تعمیل یوں ہوگئی اور جمعہ پڑھنے کے لئے حضرت سعد رضی اللہ عنہ ٹھہر گئے اور اسی ارادے سے کہ نماز سے فارغ ہوتے ہی تیز سواری پر روانہ ہوکر لشکر سے اپنے جا ملوں گا اور وہ جمعہ کی نماز کے وقت جب مسجد نبوی میں حاضر ہوئے تو حضور علیہ وسلم نے ان کو دیکھا فرمایا سعد! ہم نے تو فرمایا تھا کہ تم لشکر کو لے کر جاؤ تم گئے نہیں عرض کیا میرے آقا! میں نے لشکر تو روانہ کر دیا ہے حضور علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں اور میرے آقا! میں خود بھی کسی بد نیتی کی بناء پر نہیں رکا۔ یہ میرا مقصد نہیں ہے کہ میں جہاد پر نہ جاؤں میں تو فقط اس لیے ٹھہر گیا کہ جہاد پر جا رہا ہوں معلوم نہیں واپسی نصیب ہو نہ ہو ایک جمعہ حضور کے پیچھے اور پڑھتا جاؤں اور جمعہ کے بعد پھر تیز سواری پر روانہ ہوکر لشکر سے جا ملوں حضور یہ میرا ارادہ ہے۔ حضور علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سعد! تم یہ سمجھتے ہو کہ جمعہ، جماعات، نمازیں ان میں ثواب ہے؟ فرمایا ثواب تو ہماری خوشی حاصل کرنے میں ہے، فرمایا تم اگر صبح چلے جاتے تو تمہیں وہ ثواب ملتا، وہ اجر ملتا کہ اب اگر زمین سے آسمان تک سونا بھر کر اللہ کی راہ میں خرچ کر دو تو وہ ثواب تمہیں نہیں ملے گا۔ حضور علیہ وسلم کی کیا بات ہے۔ پتہ چلا کہ دین کی اصل بنیاد رضائے حبیب علیہ وسلم ہے اور اسی رضائے حبیب کی بنیاد پر سورۃ التحریم کی ان آیاتِ طیبات کا نزول ہوا **قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا** اس کا ربط یہی ہے ان آیات کے ساتھ جو میں عرض کر رہا ہوں کہ رضائے حبیب اصل ہے جس نے رضائے حبیب کو ترک کر دیا اس نے سارے دین کو منہدم کر دیا اصل دین تو حضور علیہ وسلم کی ذاتِ پاک ہے مرکزِ دین حضور علیہ وسلم ہیں، دین کا مبداء حضور علیہ وسلم ہیں، دین کا منتہاء حضور علیہ وسلم ہیں اور حضور علیہ وسلم سے الگ ہوکر دین کا کوئی تصور نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ساتھ بھی ایسا واقعہ ہوا غزوہ تبوک کا موقع تھا تو حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ نے بہت عرصے سے غزوہ تبوک کے لئے تیاریاں فرمائیں تھیں کیونکہ بہت لمبا سفر تھا شام کے علاقے میں عیسائیوں کا بہت بڑا جمگھٹا تھا ایک لاکھ

سے زیادہ عیسائیوں کی فوج جمع تھی اور مسلمان اس وقت بڑی تنگدستی کے عالم میں تھے سخت گرمی کا زمانہ تھا چالیس ہزار صحابہ کالشکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جمع فرمایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کے لئے تشریف لے گئے۔

سرکار کی تیاریوں کو دیکھ کر حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے دل میں بڑی امنگیں پیدا ہو رہی تھیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب جہاد میں جاؤں گا اور اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ کی عطا فرمائی ہوئی طاقت، قوت و شجاعت سے میں جہاد کروں گا، یہ ہوگا اور وہ ہوگا بڑی بڑی تمنائیں دل میں لیئے جب روانگی کا وقت آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی! تم یہیں مدینے میں رہ جاؤ تو اب حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کیا کہہ سکتے تھے لیکن آپ بتائیں کہ جو اتنے دنوں سے اپنی اُبھرتی ہوئی اُمنگوں اور اپنی تمناؤں کو دل و دماغ کے گوشوں میں اب تک لیئے ہوئے تھے تو سرکار کے ارشاد سے ان کے دل پر اُس وقت کیا گزری ہوگی حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کچھ کہہ تو نہیں سکتے تھے لیکن ان کے جذبات بے قابو ہوگئے عرض کیا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَتُخْلِفُنِیْ فِی النِّسَاءِ وَالصِّبْیَانِ حضور آپ نے مجھے یہ قوت و شجاعت اس لئے عطا فرمائی تھی کہ آج عورتوں اور بچوں میں مجھے چھوڑے جا رہے ہیں۔ حضور آپ جہاد پر جا رہے ہیں اور مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جا رہے ہیں حضور میرا یہی مقام ہے کہ میں عورتوں اور بچوں میں رہ جاؤں حضور میں ایسا ہی ہوں کہ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑا جائے سرکار دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حقیقتِ حال کو ایسے انداز سے منکشف فرمایا کہ نفسیاتی طور پر حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی طبیعت کی وہ گرانی دور ہوگئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا پیارا انداز اختیار فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یَا عَلِی اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ پوچھا اے علی! کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تمہیں میرے ساتھ وہی نسبت ہو جائے جو حضرت ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی۔ کیا مطلب؟ وہ موسیٰ علیہ السلام کے ہارون تھے اور تم میرے ہارون ہو جاؤ کیا تم اس بات پر راضی نہیں۔ اللہ اکبر! آپ ذرا غور تو فرمائیں مقصد کیا ہے دیکھئے کتنا بڑا مرحلہ درپیش ہے، جہاد غزوہ تبوک کا کتنا بڑا مرحلہ ہے حضور سید عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ نے وہاں جانے سے حضرت علی مرتضٰی کو روک دیا جہاد سے روک دیا، سفر جہاد سے روک دیا قتال سے روک دیا یہ سب ایک

ایک لمحہ عبادت کا تھا ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ صبح کے وقت چند قدم مجاہد کا میدانِ جہاد کے لئے چلنا یہ دنیا اور مافیھا سے بہتر ہے کتنا بڑا ثواب کتنی بڑی نعمت، تو اتنی بڑی نیکی سے حضور ﷺ نے حضرت علی کو محروم فرمادیا، نہیں؟ مقصد کیا تھا؟ مقصد یہ تھا کہ اے علی! بے شک یہ سب کام جہاد اور جہاد کے لئے جانا اور ایک ایک قدم اٹھانا بیشک بہت بڑا ثواب ہے لیکن یاد رکھو ثواب جب ہے جب ہم راضی ہیں اور جب ہم راضی نہ ہوں تو پھر تو کوئی کتنا بڑا نیکی کا کام کرلے کوئی بھی ثواب نہیں رضائے حبیب یہ کیا ہے؟ یہ دین کی بنیاد ہے۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی ایسا واقعہ پیش آیا اس واقعہ کی طرف اس سے پہلے اثنائے گفتگو میں ضمناً مقصود کے طور پر نہیں بلکہ ضمناً یہ بات میں کہہ بھی چکا ہوں کہ جب بدر کا موقع آیا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تو بے چین تھے کہ غزوہ بدر میں حضور ﷺ کی ہمرکابی اختیار کریں اور شرف حاصل کریں حضرت عثمان کے نکاح میں اس وقت حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں اور وہ سخت بیمار تھیں حضور ﷺ نے فرمایا کہ عثمان! ہماری خوشی یہ ہے کہ تم ہماری صاحبزادی کی خدمت میں مصروف رہو حالانکہ بدر کا غزوہ جہاد فی سبیل اللہ ہونے کی حیثیت سے اتنا بڑا نیکی کا کام تھا کہ ہم اس نیکی کے وزن کو ذہن میں، تصور میں بھی نہیں لاسکتے اور پھر بدر کا غزوہ، اللہ اکبر! بدر کے غزوہ کا تو یہ عالم ہے کہ سب غزوات پر بدر کو سب سے زیادہ فضیلت حاصل ہے آپ کو معلوم ہے بدر کے غزوے میں فرشتے بھی نازل ہوئے تھے پے درپے اور تھوڑے تھوڑے ہوکر پانچ ہزار فرشتے نازل ہوئے اور بدر کے غزوہ کی فضیلت کا معیار اب کیا کہوں زیادہ تو وقت نہیں ہے، حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میرے محبوب بدریوں کو فرمادیجئے کہ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ جو چاہے کئے جاؤ میں نے سب معاف کردیا۔ شاید آپ یہ فرمائیں کہ یہ تو تمام نصوصِ قرآنیہ اور نصوصِ سنت کے خلاف ہے، خلاف نہیں ہے اللہ یہ جانتا تھا کہ یہ وہ کام کریں گے ہی نہیں جو مغفرت کے قابل نہ ہوں اب یہ بات اہلِ بدر کے لئے کتنا بڑا افضل ہے کتنا بڑا اکرم ہے جبرائیل علیہ السلام حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے غزوہ بدر کے بعد، عرض کی سرکار آپ نے اپنے صحابہ کی فضیلت کا کیا معیار مقرر فرمایا حضور ﷺ نے فرمایا ہم

نے یہ معیار مقرر فرمایا کہ ہمارے جو صحابہ بدر میں شامل ہوئے وہ سب سے افضل ہیں جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا حضور ہم نے آسمانوں میں فرشتوں کی فضیلت کا بھی یہی معیار مقرر کر دیا ہے کہ جو فرشتے بدر میں آئے تھے وہ باقی سب فرشتوں سے افضل ہیں۔ اے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے قدم پاک کی خاک پر قربان ہو جاؤں کہ جن کے غلاموں کو اللہ تعالیٰ نے یہ فضل دیا کہ ان کی فضیلت سے فرشتوں کی فضیلت کے دامن کو وابستہ فرما دیا غزوہ بدر کی اتنی بڑی فضیلت تھی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ میں اس میں حاضر ہوں فرمایا کہ ہماری خوشی یہ ہے کہ تم وہاں مت جاؤ تم ہماری صاحبزادی کی خدمت کرو۔ آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی کی خدمت کا کوئی اور انتظام نہیں فرما سکتے تھے میں عرض کرتا ہوں کہ عورتوں سے جو خدمت متعلق ہے ان کے لئے عورتیں بھی حاضر تھیں اور جو خدمت مردوں سے متعلق ہے ان کے لئے مرد بھی حاضر تھے لیکن سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ اے عثمان! تم یہ سمجھتے ہو کہ جہاد میں جانا، قتال کرنا ان میں ثواب ہے فرمایا ثواب تو ہماری خوشی میں ہے، جس بات میں ہم خوش ہوں ثواب تو اس میں ہے چنانچہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بدر کی فضیلت عطا فرمائی بدر کی غنیمت میں حضرت عثمان کا حصہ بھی رکھا اور بخاری شریف میں جو بدری صحابہ کی فہرست ہے اس میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا نام موجود ہے حالانکہ بدر میں گئے بھی نہیں، غزوہ بدر میں شامل نہیں ہوئے مگر بدریوں کی فہرست میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ موجود ہیں۔ اللّٰہ! اللّٰہ! معلوم ہوا کہ سب کچھ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ کرم سے ہے، جس کو جو چاہیں عطا فرما دیں۔ اللہ! اللہ!

میں عرض یہ کر رہا تھا کہ فضل، شرف اور ثواب کا معیار رضائے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور سورۃ التحریم کے مضمون کی بنیاد یہی ہے۔ ازواجِ مطہرات تو ساری دُنیا کی عورتوں سے افضل ہیں۔ اِن حضرات کا عالم بھی تو دیکھیں ان کا کیا عالم تھا کتنا لگاؤ تھا اور کتنی محبت تھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہی حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ حدیبیہ کے موقع پر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنا نمائندہ بنا کر اہلِ مکہ کے پاس بھیجا اور عمرے کا احرام باندھے ہوئے تھے تقریباً پندرہ سو صحابہ حضور کی معیت میں سب عمرے کا احرام باندھے ہوئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم جاؤ اہلِ مکہ سے ہمارے نمائندہ ہونے کی

حیثیت سے گفتگو کرو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ گئے آپ کو معلوم ہے کہ قریش مکہ بڑے بڑے سردار تجارت پیشہ لوگ تھے اور حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ ان میں بڑی امتیازی شان رکھتے تھے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے تو انہوں نے کہا یہ مذہب والی بات تو الگ رکھتے ہیں آپ ہمارے بہت پرانے ساتھی ہیں اور آپ بڑے عظیم تاجر ہیں تو ہماری سب کی رائے یہ ہے کہ آپ عمرہ کا احرام باندھ کر تو آئے ہیں آپ خود عمرہ کرلیں بعد کو بات چیت ہو جائے گی عثمان غنی نے فرمایا وَاللّٰهِ لَا اَعْمُرُ حدیث کے الفاظ ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی فرمایا میں قسم کھاتا ہوں کہ میں عمرہ نہیں کروں گا۔ کہا کیوں؟ عمرے کا احرام باندھ کر آپ آئے ہیں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ (پارہ ۲. البقرة ۱۹۶) جو کوئی حج کا احرام باندھ لے چاہے نفلی حج ہی کیوں نہیں ہو جب احرام باندھ لے تو وہ بھی فرض ہو گیا اور عمرے کا اگر کوئی احرام باندھ لے تو اس کا پورا کرنا بھی فرض ہو گیا تو اللہ کا حکم ہے کہ وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ (البقرہ) اللہ کیلئے حج و عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد اسے پورا کرو تو آپ مدینے سے احرام باندھ کر آئے ہیں عمرہ آپ پورا کریں آپ عمرہ کریں خانہ کعبہ کا طواف کرلیں صفا و مروہ کی سعی کرلیں آپ نے فرمایا وَاللّٰهِ لَا اَفْعَلُ خدا کی قسم میں عمرہ نہیں کروں گا کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میرے آقا حدیبیہ میں رُکے رہیں میں یہاں عمرہ کرلوں سبحان الله. اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا مصرع یاد آتا ہے

اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے — ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں

یہ تھا صحابہ کا ایمان اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ ایمان جو عطا فرمایا اس کا معیار رضائے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ میں سچ کہتا ہوں آپ سے کہ لوگ نبی کریم تاجدارِ مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی کو کوئی وزن نہیں دیتے وہ کہتے ہیں نمازیں پڑھو کلمہ پڑھو۔ جب تک عظمتِ رسول نہ ہو، جب تک محبتِ رسول نہ ہو، جب تک تعظیم رسول نہ ہو، جب تک رسول کی رضا جوئی کا تصور دل و دماغ میں نہ ہو، تمہاری نمازیں کیا کام کریں گی؟ منافق تھوڑی نمازیں پڑھتے تھے؟ چلو آپ کہیں گے وہ تو منافق تھے وہ تو گزر گئے اب کیا ہو گا ارے بھئی! گزر گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعد والوں کے لئے بھی تو

فرمایا سَیأتِی عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا اور حال کیا ہوگا؟ فرمایا اس زمانے میں ایک ایسی قوم ہوگی تُحَقِّرُوْنَ صَلَاتَکُمْ بِصَلٰوتِھِمْ اپنی نمازوں کو تم ان کی نمازوں کے مقابلے میں بالکل حقیر سمجھو گے اور ان کی نمازیں بڑی لمبی لمبی نمازیں ہوں گی اور تم کہو گے دیکھو ہم تو بالکل تھوڑی سی نماز پڑھتے ہیں نمازیں تو ان کی ہیں کیا کہنا۔ لیکن ان کا حال کیا ہوگا؟ سرکار نے فرمایا مَسَاجِدُھُمْ عامرۃ مسجدیں بھی ان کی آباد نظر آئیں گی مگر ان کا حال کیا ہوگا؟ فرمایا مَسَاجِدُھُمْ عامرۃ وَھِیَ خَرَابٌ مِّنَ الْھُدٰی مسجدیں ان کی آباد ضرور ہوں گی مگر ہدایت سے بالکل ویران ہوں گی ہدایت کا نام ونشان نہ ہوگا۔ فرمایا فَإِیَّاکُمْ وَإِیَّاھُمْ لَایُحِبُّوْنَکُمْ وَلَا یُفْتِنُوْنَکُمْ فرمایا اپنے آپ کو ان سے بچانا اور ان کو اپنے آپ سے دور رکھنا وہ خود تو ناری ہیں تم کو بھی کہیں ناری نہ بنا دیں۔ میرے عرض کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو نار سے بچاؤ اور پھر یہ ان آیاتِ طیبہ کے بعد فرمایا کہ جن کا تعلق ازواجِ مطہرات اور ان کے واقعات کے ساتھ ہے جو میں بیان کر چکا ہوں اور جن کا اصل مقصد آپ کے ذہن میں اچھی طرح مرکوز ہوگا کیونکہ میں بار بار اعادہ کرتا رہا ہوں اور بہت کوشش کے ساتھ میں ان واقعات کو سمجھاتا رہا ہوں اس آیت کریمہ قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا کا مفہوم یہی ہے کہ تم رضائے حبیب کو اپنا نصب العین بناؤ جب تک رضائے حبیب کو نصب العین نہیں بناؤ گے اس وقت تک تمہارا کچھ بھی نہیں بنے گا اور جب ہی تم نار سے آزادی حاصل کرسکتے ہو جب تم رضائے حبیب کو اپنا نصب العین بناؤ گے اور ان کی محبت، ان کی تعظیم، ان کا ادب اپنے دل و دماغ میں رچالو یہی تمہاری نجات ہے یہی تمہاری کامیابی ہے یہی تمہارے لئے فوز ہے یہی تمہارے لئے فلاح ہے۔

واٰخر دعونا ان الحمد للہ رب العٰلمین

الدرس الخامس عشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُفَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ①

صدق الله مولانا العلی العظیم وصدق رسوله النبی الامین ونحن علی ذلک لمن الشاهدین والشاکرین والحمدلله رب العالمین o

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى اِحْسَانِهٖ آج رمضان المبارک کی سترہ تاریخ ہےاور اتوار کا دن ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰه ثم اَلْحَمْدُ لِلّٰه ہم سب روزے سے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی رحمت سے بقیہ رمضان شریف کے روزے بھی پورے کرائے تراویح، قرآنِ پاک اور تمام معمولات اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے پایۂ تکمیل تک پہنچائے اور شرفِ قبول بھی عطا فرمائے۔آمین

عزیزانِ محترم! رمضان شریف کا مہینہ بھی کیسا بابرکت مہینہ ہے سبحان اللّٰہ نور ہی نور ہے ایک ایک ساعت رمضان شریف کی نور ہے ہم لوگ تو افسوس ہے کہ قرآن مجید کی روشنی میں رمضان شریف کے ان انوار وبرکات سے صحیح معنی میں مستفید نہیں ہورہے لیکن جن کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے وہ اتنا نور حاصل کرتے ہیں کہ ان کا نور دوسروں کو بھی تقسیم ہوتا ہے سبحان اللّٰہ قرآنِ پاک یہ بھی تو رمضان شریف کے انوار میں سے ایک نور ہے شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ (پارہ ۲۔البقرة ۱۸۵) اسی ماہِ مبارک میں تو قرآن کا نزول ہوا بہر نوع یہ مبارک مہینہ ہے اور قرآن اللہ تعالیٰ کا سچا کلام ہے سورة التحریم کی وہ آیات جن پر میں کلام کرر ہا تھا الحمد للّٰہ میں نے ان پر کل وہ حرف آخر کے طور پر گفتگو کو ختم کردیا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ⑥ (پارہ ۲۸۔

التحریم آیت ٦) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایمان والو! تم اپنی جانوں کو اور اپنے اہل کو نار سے بچاؤ کہ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس نار پر ایسے فرشتے مقرر فرمائے **عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ** اللہ تعالیٰ نے اس نارِ جہنم پر ایسے فرشتوں کو مقرر فرمایا ہے جو نہایت ہی سخت مزاج ہیں تندخو، **شِدَادٌ** نہایت ہی قوی ہیں بڑی شدت و بڑی قوت والے ہیں **غِلَاظٌ** نہایت تندخو اور بہت تیز مزاج ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ نے جن فرشتوں کو نارِ جہنم پر مقرر فرمایا وہ **غِلَاظٌ** ہیں اور غلیظ کی جمع ہے **شِدَادٌ** ہیں شدید کی جمع ہے غلیظ کے معنی تندخو کے ہیں۔

قرآن کریم میں فرمایا **وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ** ص (پارہ ۴ اٰل عمران ۱۵۹) میرے محبوب صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ اگر آپ تیز مزاج ہوتے، تندخُو ہوتے تو لوگ آپ کے آس پاس سے بھاگ جاتے کوئی بھی آپ کے گرد اور قریب نہ ٹھہرتا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہایت ہی رحیم و کریم خوش مزاج اور پاکیزہ عادت، نرم خصلت بنایا تاکہ اپنے گرد وپیش کے لوگوں کو آپ اپنے انوار و برکات پہنچائیں اور وہ ان کو آسانی سے قبول کر سکیں۔

عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ (پارہ ۲۸. التحریم ٦) اس نارِ جہنم پر ایسے فرشتے اللہ نے مقرر کئے ہیں جو نہایت تندخُو ہیں تیز مزاج ہیں نہایت ہی طاقتور ہیں **لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ** (پارہ ۲۸. التحریم ٦) اللہ تعالیٰ ان کو جو بھی حکم فرماتا ہے اللہ کے کسی حکم کی وہ نافرمانی نہیں کرتے **وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ** اور وہ وہی کرتے ہیں جس کا انہیں امر کیا جاتا ہے اور وہ فرشتے کون سے ہیں؟ ان کو اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ و عم نوالہٗ نے جہنم پر جو مقرر فرمایا تو دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا **عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ** ؕ (پارہ۲۹. المدثر ۳۰) جہنم کی آگ پر اللہ تعالیٰ نے انیس فرشتوں کو مقرر فرمایا ہے اور وہ بڑے تندخو ہیں تیز مزاج ہیں بڑے شدید ہیں بڑے قوی ہیں بڑے سخت ہیں اور یہ اس لئے کہ مجرموں کے جو ٹھکانے ہیں ان مجرموں کے ٹھکانوں پر ایسے ہی نگرانوں کو متعین کیا جاتا ہے ایسے ہی پہرہ داروں کو مقرر کیا جاتا ہے جو بڑے تندخُو، تیز مزاج اور بڑے سخت گیر، بڑے طاقتور ہوں تاکہ کوئی مجرم ان کے قابو سے نہ نکل سکے اور کوئی مجرم ایسا نہ ہو کہ انہیں کمزور سمجھ کر وہ اپنے ذہن میں کوئی

غلط بات سوچ سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ جب جہنم میں لوگوں کو ڈالے گا تو ان کو ہر قسم کا عذاب ہوگا جسمانی عذاب بھی ہوگا ذہنی عذاب بھی ہوگا ان کے ذہن بھی، ان کے قلوب، ان کا دل، ان کا دماغ، ان کی سوچ، ان کی فکر سب عذاب میں مبتلا ہوگی تو یہ ان کے ذہنی عذاب کے لئے ہے کہ وہ اس بات کو سمجھ لیں کہ وہ فرشتے جو ان پر مقرر کئے جائیں گے وہ بڑے تندخو ہوں گے بڑے غلیظ ہوں گے غلیظ کے معنی نجس نہیں ہیں معاذاللہ وہ فرشتے ہیں (نجس نہیں ہوسکتے) غلیظ کے معنی تندخو ہیں، تیز مزاج تو لہٰذا یہ بات سن کر ان کے ذہن پہلے ہی عذاب میں مبتلا ہو جائیں گے کہ بھئی ایسے فرشتے ہم پر مقرر کئے جائیں گے تو ہمارا حشر کیا ہوگا لہٰذا ان کے ذہنوں کو بھی عذاب پہنچایا ان کی سوچ کو، ان کی فکر کو اور ان کے قویٰ کو۔ غرض یہ ہے کہ اندر سے باہر تک، ظاہر سے باطن تک اور جسم سے روح تک ان کے ایک ایک رونگٹے کو اللہ تعالیٰ نے عذاب پہنچایا اور وہ انیس فرشتے ان پر مقرر فرمائے اور یہی دوزخ کے دربان ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ نے دوزخیوں کی ذلت اور ان کے عذاب کو مزید سخت کرنے کے لئے ایسے فرشتوں کو مقرر فرمایا ان کی تعداد قرآن میں انیس (۱۹) بتائی ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (پارہ ۲۸. التحریم آیت ۷) اب وہ بات اور ہوگی، ہوگا یہ کہ جب قیامت کے دن دوزخی دوزخ میں جائیں گے اور جنتی جنت میں جائیں گے اور یہ سب اللہ کی بارگاہ میں پیش ہوں گے اور ہر ایک کا صحیح صحیح حساب ہوگا اللہ تعالیٰ نے صاف صاف قرآن کریم میں ارشاد فرمایا کہ آج کسی پر کوئی زیادتی نہیں ہوگی جس نے جو کچھ کیا ہے اس کے مطابق ہی اس کو بدلا دیا جائے گا تو اب جہنم میں جانے والے یہ منافقین، مشرکین، کفار ان تمام کا حال یہ ہوگا کہ وہاں بھی جھوٹ بولنے سے باز نہیں آئیں گے اور جھوٹے جھوٹے عذر وہاں بیان کریں گے کبھی کہیں گے کہ کوئی ہمارے پاس تو ڈرانے والا آیا ہی نہیں کبھی کہیں گے کہ ہم تو اپنے آباء کے طریقہ پر چلتے رہے اور کبھی یہ کہیں گے کہ ہمارے پاس تو اتنی قوت ہی نہ تھی اور ہمارے پاس تو اتنے اسباب ہی نہ تھے جن اسباب کی وجہ سے ہم اے اللہ تیرے احکام پر عمل کر سکتے غرض یہ کہ مختلف قسم کے اعذار بیان کریں گے اللہ تعالیٰ ان سے اس دن ارشاد فرمائے گا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ کافروں کو ارشاد ہوگا کہ آج

تم کوئی عذرمت بیان کرو عذر بیان کرنے کا موقع گزر چکا ہے دنیا میں تم نے بہت عذر بیان کئے۔ قرآن نے کہا کہ منافقین جب حضور ﷺ کی بارگاہ میں آتے تھے تو وہ بڑے بڑے عذر بیان کرتے تھے اس لئے تو اللہ نے فرمایا عَفَا اللّٰهُ عَنکَ ج لِمَ أَذِنتَ لَهُمْ (پارہ ۱۰ .التوبة ۴۳) میرے محبوب ان کو تو عادت ہے جھوٹے عذر بیان کرنے کی تو آپ نے اتنی جلدی کیوں ان کو معاف فرمادیا ذرا ان کے حق میں آیاتِ عذاب نازل ہوتیں اور ان کی روسیاہی ہوتی اور وہ بھری مجلس میں رسوا ہوتے تو آپ نے اتنی تاخیر فرمائی ہوتی آپ نے فوراً ہی ان کو اذن دے دیا۔ تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جھوٹے جھوٹے عذر بیان کرنے کے تو یہ منافقین اور مشرکین سب لوگ عادی تھے اور اللہ نے فرمایا جھوٹے عذر بیان کرنے کا وقت چلا گیا۔

حضور ﷺ کے غیب جاننے سے منافقین کا انکار: آپ کو یاد ہوگا قرآنِ کریم کی ایک آیت ہے اور تفسیر مدارک کے اندر بھی یہ موجود ہے اور دوسری تفاسیر میں بھی کہ منافقین حضور تاجدارِ مدنی ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے انہوں نے آکر یہ بات حضور ﷺ سے پوچھی کہ حضور ہماری اونٹنی گم گئی ہے حضور بتائیں وہ کہاں ہے تو دوسرا منافق پہلو میں بیٹھا تھا اس نے کہا کہ وَمَا يُدْرِيهِ بِالْغَيْبِ[1] ان کو غیب کا کیا پتہ، یہ تو غیب کی بات ہے یہ کیا جانیں، اس منافق نے دوسرے منافق کے کان میں یہ بات کہی تو حضور تاجدارِ مدنی ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ تو نے کیا کہا اس نے کہا کہ ہم تو آپس میں کوئی بات کر رہے تھے یہ اس نے عذر بیان کیا جھوٹا عذر بیان کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا کہ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ (پارہ ۱۰ . التوبة آیت ٦٦) میرے محبوب ان کو فرمادیجئے کہ تم ہمیشہ جھوٹے عذر بیان کرنے کے عادی ہو لَا تَعْتَذِرُوا اب تم کوئی عذرمت بیان کرو تمہارا یہ کہنا وَمَا يُدْرِيهِ بِالْغَيْبِ میرے محبوب کی توہین ہے اور تم نے میرے محبوب کی توہین کی اور اب یہ کہتے ہو کہ ہم تو آپس میں باتیں کرتے تھے اور ایک دوسرے کے ساتھ ہم آپس میں مخول کرتے تھے تو اللہ نے فرمایا قُلْ أَبِاللّٰهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ (التوبة آیت ٦٥) میرے محبوب ان کو فرمائیں کہ خبیثو! تم اللہ کے ساتھ،

---

[1] جامع البیان ج ۱ ص ۲۲۱، ۲۲۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت

اللہ کی آیات کے ساتھ اور اللہ کے رسول کے ساتھ مخول والی باتیں کرتے ہو لَا تَعْتَذِرُوا کوئی عذر مت بیان کرو قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيْمَانِكُمْ اظہار ایمان کے بعد اب تم پکے کافر ہو چکے اب کوئی عذر مت بیان کرو۔

میرے عرض کرنے کا مقصد یہ تھا کہ یہ تو ہمیشہ عذر بیان کیا کرتے تھے اور ہمیشہ جھوٹے جھوٹے عذر بیان کیا کرتے تھے تو قیامت کے دن بھی اپنی اسی ناپاک عادت کے مطابق جھوٹے عذر بیان کریں گے اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ نے فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (پارہ ۲۸. التحریم آیت ۷) اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے کافرو! وہ عذر بیان کرنے کے دن گزر گئے تم نے دنیا میں بہت سے عذر بیان کئے آج کوئی عذر مت بیان کرو آج کوئی عذر نہیں چلے گا اور آج تمہیں وہی بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے تھے تمہارے اعمال کا تمہیں بدلہ ملے گا وہ عذر کرنے کے دن گزر گئے تم نے بہت سے عذر کئے غزوہ تبوک کے موقع پر تم نے عذر کیا اور غزوہ بنی مصطلق کے موقع پر تم نے عذر کیا اور غزوہ حدیبیہ کے موقع پر تم نے عذر کیا اور کہاں کہاں عذر کیا اور میرے محبوب تاجدار مدنی صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ اقدس میں تم نے بہت سی باتیں ناپاک کہیں اور پھر وہاں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ہنسی مذاق کی باتیں کر کے رسول اللہ ﷺ کی ہنسی اُڑاتے رہے تم نے سب کچھ کیا پھر عذر ہی بیان کرتے رہے لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ (پارہ ۲۸. التحریم آیت ۷) آج کوئی عذر مت بیان کرو آج تو تمہیں تمہارے عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور آج تمہیں چھوڑا نہیں جائے گا۔ یہاں اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ نے پہلے مؤمنین کو مخاطب فرمایا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا (پارہ ۲۸ التحریم آیت ۶) تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو نارِ جہنم سے بچاؤ اور پھر نار کی صفت بیان فرمائی کہ وہ نارِ جہنم ایسی ہے کہ اس پر نہایت ہی تُند خو، تیز اور سخت طاقتور فرشتے مقرر ہیں اور تم نے اپنے آپ کو اس سے بچانا ہے، اپنی آل کو اس سے بچانا ہے اور اگر تم کافر رہے تو کافروں کا حال تو یہ ہوگا کہ جہنم کا ایندھن ہی آدمی اور پتھر ہیں آدمیوں کو جانا پڑے گا پتھروں کو جانا پڑے گا۔ آدمی کون ہیں؟ وہی مشرکین ہیں، وہی کفار ہیں جنہوں نے اللہ، رسول کے ساتھ کفر کیا اور پھر پتھر کیا ہیں؟ وہی ان کے بت ان کے معبود جن کو

وہ ہمیشہ پوجتے تھے اور وہ ان کے لئے ہر قسم کی عبادت بجالاتے تھے تو دنیا میں وہ ان کی عبادت کرتے تھے پھر جب جہنم میں ان کو دیکھیں گے کہ یہ بھی پڑے ہوئے ہیں ہمارے ساتھ تو وہ بڑے مایوس ہوں گے وہ کہیں گے کہ انہی کے سہارے پر تو ہم سارا کچھ وہاں کرتے رہے ان کا تو خود یہ حال ہے کہ جہنم میں پڑے ہوئے ہیں حالانکہ ان کے دوزخ میں ڈالنے کا تو کوئی مفہوم نہیں ہے وہ تو صرف ان کے پجاریوں کو مایوس کرنے کے لئے ہے کہ دیکھو جن کی تم عبادت کرتے تھے وہ تو آج خود ہی دوزخ میں پڑے ہوئے ہیں چونکہ پتھروں کی پوجا کیا کرتے تھے تو تمام ان پتھروں کو، سب کو جن کی وہ پوجا کرتے تھے جہنم میں ڈالا جائے گا اور ان کے پجاریوں کو بھی ان کے ساتھ جہنم میں جھونک دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ نے فرمادیا کہ اے کافرو! تم دنیا میں بڑے بڑے عذر بیان کرتے تھے عذر بیان کرنے کا وقت گزر گیا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ (پارہ ۲۸ التحریم آیت ۷) آج کوئی عذر مت بیان کرو ختم ہوگئے تمہارے سارے کے سارے عذر آج تو تمہارے عمل کا تم کو بدلہ ہی ملے گا اور وہی بدلہ ملے گا جو تم کرتے تھے تم پر کوئی زیادتی نہیں ہوگی اور زیادتی کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کیونکہ تمہارے عمل ہی ایسے ہیں کہ وہاں کسی زیادتی کی ضرورت ہی نہیں تمہارے عمل ہر قسم کی سزا اور ہر قسم کے عذاب کا موجب ہیں اور وہ عذاب ایسا ہے کہ اس عذاب کے ہوتے ہوئے تمہارے لئے زیادتی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو ذلیل وخوار فرمایا۔

پھر اس کے بعد ارشاد فرمایا (پارہ ۲۸ التحریم آیت ۸) اب اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی طرف خطاب فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا اے ایمان والو! تُوبُوا إِلَى اللهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا تم اللہ کی طرف خالص توبہ کرو۔

تَوْبَةً نَّصُوحًا <u>خالص توبہ</u>: خالص توبہ کا کیا مطلب ہے؟ خالص توبہ کا مطلب یہ ہے کہ جس کے اندر ریا کی آمیزش نہ ہو، جس کے اندر تمہارے نفسِ امارہ کی خواہشات کی آمیزش باقی نہ رہے، کیا مطلب؟ تم یہ نہ کہو کہ لو ہم توبہ کیئے لیتے ہیں آج تو توبہ ہے کل دیکھا جائے گا تو یہ کیا توبہ ہوئی؟ اس لئے خالص توبہ کرو اور توبہ کرنے کا مفہوم یہی ہے کہ جس گناہ سے تم نے توبہ کرلی اس کے بعد عہد کرلو کہ ہم اس

گناہ کے قریب نہیں جائیں گے اور اگر تم نے یہ عزم نہیں کیا تو تمھاری توبہ خالص نہیں ہے۔ نَصُوْحًا، ن، ص اور ح یہ اس کا مادہ ہے اَلنُّصُح کے معنی ہی خالص ہونے کے ہیں اور اَلنَّصِیْحَة کے معنی بھی خلوص کے ہیں اور اسی لئے فرمایا اَلدِّیْنُ اَلنُّصُح اور ایک جگہ فرمایا بخاری شریف کی حدیث ہے اَلدِّیْنُ اَلنَّصِیْحَةُ فرمایا دین تو ہے ہی نصیحت۔ اَلنُّصُح ہی دین ہے اس کے معنی ہیں خالص ہونا۔ فرمایا اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (پارہ ۱۰ ۔التوبة آیت ۹۱) جب لوگ خالص ہو جائیں اللہ اور اس کے رسول کے لئے۔ اللہ اور رسول کے لئے خالص ہونے کے کیا معنی ہیں؟ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب اللہ کی عبادت کریں تو ریا کا تصور نہ ہو خالص اللہ کے لئے عبادت کریں اور جب وہ رسول کے ساتھ کوئی معاونت کریں اور دین کی کوئی خدمت انجام دیں تو اس میں دنیاوی فائدے کو سامنے نہ رکھیں دنیاوی فائدے کے تصور سے بالکل اپنے دل و دماغ کو خالی کر لیں، خالص کر کے پھر دین کی خدمت کو انجام دیں۔ یہ جو ہم کہتے ہیں کہ بھئی ہم تمہارے لئے نصیحت کرتے ہیں یہ فلانہ ہمارا ناصح ہے، ہم تمہارے ناصح ہیں یہ بھی لفظ نصح سے ماخوذ ہے نصح کے معنی خالص ہونے کے ہیں۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم جو بات تم سے کہہ رہے ہیں وہ خلوص کے ساتھ کہہ رہے ہیں اس میں ہمارا کوئی فائدہ نہیں ہے تمہارا ہی فائدہ ہے نصیحت کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے اغراض اور اپنے مقاصد سے بالکل خالص ہو کر جس سے ہم بات کرنا چاہتے ہیں اسی کے فائدہ کو ملحوظ رکھ کر اس سے بات کی جائے کہ دیکھو! اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو تمہیں نقصان ہوگا اور اس میں ہمارا کوئی فائدہ نہیں ہے، نہ ہمارا کوئی نفع ہے، نہ کوئی نقصان، ہم تو تمہیں نقصان سے بچانے اور فائدہ پہنچانے کی غرض سے یہ بات کر رہے ہیں ہم تمہارے لئے بالکل خالص ہیں مخلص ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا (پارہ ۲۸ ۔التحریم آیت ۸) اے ایمان والو! اللہ کی طرف تم خالص توبہ کرو اور ایسی توبہ کرو کہ جس کی طرف کوئی شائبہ توبہ کے خلاف کسی مفہوم کا اس کے اندر نہ پایا جائے تو خالص توبہ اگر تم کرو گے تو پھر اس خالص توبہ کا نتیجہ بھی تم پاؤ گے۔

خالص توبہ کا حال: آپ سے کیا کہوں۔ حضور تاجدارِ مدنی احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ

تعالٰی علیه واٰلهٖ واصحابهٖ وبارک وسلم نے جو ارشادات اس سلسلہ فرمائے وہ ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں حضور ﷺ نے پہلی امتوں کی مثالیں بھی دیں اور حضور ﷺ کی اُمت کی تو مثال ہی نہیں ہے سبحان اللّٰہ! كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (پارہ ۴. اٰلِ عِمرَان آیت ۱۱۰) اللہ نے فرمایا کہ میرے محبوب کے غلامو! تم تو بہترین اُمت ہو تمھیں لوگوں کے لئے پیدا کیا گیا کہ تم لوگوں کے لئے نمونہ بن جاؤ کہ میرے محبوب کی امت ایسی ہوتی ہے۔

پچھلی امتیں تو بہت گمراہ ہوئیں لیکن جو ان کے اندر پاکیزہ لوگ تھے وہ بھی بہت اچھے تھے۔ حضور ﷺ نے بعض مقامات پر بعض اوقات ان کی مثالیں بھی بیان فرمائیں بخاری شریف کی حدیث ہے مسلم شریف میں بھی ہے مشکوٰۃ شریف میں بھی ہے مسند امام احمد میں بھی یہ روایت ہے اور میرے پاس صحیح ابن خزیمہ، مسند ابو یعلیٰ تمام محدثین نے اور صحیحین کے بعد تو پھر کسی کا نام لینے کی حاجت بھی نہیں ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پچھلی امتوں میں ایک ایسا شخص تھا جو بہت ہی بڑا گناہ گار تھا کوئی کام برا ایسا نہ تھا جو اس نے نہ کیا ہو اور پھر بے تحاشہ لوگوں کے جان و مال کا نقصان کرتا تھا عزتوں کو تباہ کرتا تھا بے گناہ لوگوں کو قتل کرتا تھا اس نے ننانوے قتل کئے (ایک کم سو) اس کے بعد اس کے دِل میں خیال آیا کہ میں ایسا ظالم ہوں اتنے قتل میں نے کر دیئے اتنے گناہ میں نے کر دیئے اب کیا کروں کسی نے اس کو کہا کہ فلاں مقام پر ایک راہب ہے وہاں چلا جا تو جب راہب کے پاس تو جائے گا تو وہ تجھے توبہ کا کوئی راستہ بتائے گا۔ اس راہب کو تو عبادت کرتے کرتے زمانہ گزر چکا تھا دماغ میں خشکی پیدا ہو چکی تھی جب یہ وہاں پہنچا اور اس نے کہا کہ میں تو اتنا بڑا گناہ گار ہوں میں نے بے گناہ خون کر دیئے، ننانوے قتل کر کے آیا ہوں میرے لئے کوئی راستہ بتاؤ نجات کا۔ وہ راہب تو بڑا غضبناک ہوا اس نے کہا خبیث تو اتنے سخت گناہ کر کے میرے پاس آ گیا ننانوے قتل کر کے میرے پاس آ گیا اور چاہتا ہے کہ تجھے نجات ہو جائے بھاگ جا تیرے لئے کوئی نجات کا راستہ نہیں ہے اور کوئی توبہ تیرے لئے نہیں ہے۔ اب اس نے اسے بالکل مایوس کر دیا جب مایوس ہو گیا تو بڑا پریشان ہوا پھر بھاگنے لگا کہنے لگا میں کیا کروں میرے لئے توبہ تو ہے ہی نہیں میرے لئے نجات کا راستہ بھی کوئی نہیں پھر سوچنے لگا کہ جب نجات کا کوئی راستہ نہیں

ہے اور بخشا تو ویسے بھی نہیں جاؤں گا تو پھر میں ایک عدد کی کیوں کمی رکھوں پورے سو (۱۰۰) ہی کر دوں چنانچہ اس بیچارے راہب کو بھی اس نے قتل کر دیا راہب بیچارہ قتل ہو گیا کیا کرتا۔ اب یہ وہاں سے بھاگا تو پھر اس کے دل میں کھٹک پیدا ہوئی کہ میں تو گناہ بڑھاتا ہی چلا جا رہا ہوں بجائے اس کے کہ کچھ کمی ہو گناہ بڑھتے جا رہے ہیں پھر لوگوں سے کہا کہ مجھے بتاؤ میں کیا کروں کہاں جاؤں تو کسی نے اس سے کہا إِذْهَبْ إِلَىٰ قَرْيَةٍ فِيهَا قَوْمٌ صَالِحُونَ. بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث موجود ہے إِذْهَبْ إِلَىٰ قَرْيَةٍ فِيهَا قَوْمٌ صَالِحُونَ. فلاں بستی کی طرف چلا جاؤ وہاں پر صالحین کی قوم رہتی ہے اولیاء اللہ رہتے ہیں وہاں چلا جا۔ اب یہ گھر سے نکلا (وہاں جانے کے لئے) تو راستہ کافی تھا سفر لمبا تھا، گھر سے نکلا تو دل میں یہ پورا عہد کر کے نکلا کہ اب تو میں سچی اور پوری توبہ تَوْبَةً نَّصُوحًا کرنے کے لئے نکل رہا ہوں۔ اب کیا ہوا کہ ابھی راستہ آدھا طے ہوا تھا آدھے سے بھی کوئی ایک بالشت کم تھا کہ ملک الموت تشریف لے آئے کیونکہ اس کی زندگی کے دن پورے ہو گئے اور موت کا فرشتہ آ گیا جب موت کا فرشتہ آیا تو اس نے اسے پکڑا اس نے اُس فرشتے سے کہا کہ اللہ کے لئے مجھے اتنا موقع دو میں تو گناہ معاف کرانے جا رہا ہوں میں نے تَوْبَةً نَّصُوحًا کی ہے میں اولیاء اللہ کی طرف جا رہا ہوں۔ تو انہوں (فرشتے) نے کہا اب تو تمہاری موت کا وقت آ گیا ہے اب تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا اب یہ بڑا پریشان ہوا کہ اب میں کیا کروں وہاں تک پہنچا بھی نہیں تو جب کچھ بھی نہ ہوا تو حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں فَنَا بِصَدْرِهٖ نَحْوَهَا اس نے کہا کہ اب میں اولیا اللہ کی بستی تک پہنچ تو نہیں سکتا تو چلو میں اپنا سینہ اولیا اللہ کی بستی کی طرف کئے دیتا ہوں یہ تَوْبَةً نَّصُوحًا کا نتیجہ ہے اس نے اپنا سینہ اُدھر پھیر دیا اور روح قبض ہو گئی۔ عذاب کے فرشتے نے کہا کہ دوزخ میں لے جائیں گے رحمت کے فرشتوں نے کہا کہ ہم جنت میں لے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کا فیصلہ یوں کرو کہ زمین ناپ لو۔ جہاں سے چلا تھا اگر وہاں کے قریب ہو تو دوزخ کے فرشتے لے جائیں اور جہاں جا رہا تھا اگر اس بستی کے کچھ قریب ہو تو پھر رحمت کے فرشتے لے جائیں فیصلہ یوں کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب والشهادة ہے اور عالِم مافی الصدور ہے اللہ جانتا تھا کہ اس کی توبہ تَوْبَةً نَّصُوحًا ہے خالص توبہ ہے۔ اللہ

تعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ نے تو فرشتوں کو یوں حکم دے دیا کہ تم زمین ناپو، زمین گھر کے قریب ہے یا اولیا اللہ کی بستی کے قریب ہے اور اس زمین کو حکم دیا جو اس کے گھر کے قریب تھی کہ اوحی اللہ اِلَیھَا زمین کی طرف اللہ نے وحی کی کہ ذرا پرے ہٹ جا اور جو زمین اس کے اولیا اللہ کی بستی کے قریب تھی اس کی طرف وحی کی کہ تَقرَبِیْ میرے بندے کے قریب آ جا بس اُس کے گھر کے قریب کی زمین تو ہٹ گئی اور اولیا اللہ کی بستی کی طرف والی زمین اس کے ذرا قریب آ گئی۔ جب فرشتوں نے ناپا تو جتنا اس نے سینہ پھیرا تھا اتنا ہی اولیا اللہ کی بستی کے قریب تھا رحمت کے فرشتے لے گئے۔

وسیلہ اور سبب: اب یہاں دو باتیں قابل غور ہیں ایک تو یہ ہے کہ یہ رحمت فرمانے والا اللہ ہے اور کوئی نہیں، کیا اللہ کو بھی کسی وسیلہ کی حاجت ہے اللہ کو بھی کوئی سبب درکار ہے؟ اللہ تو پاک ہے سبب سے۔ وہ تو سبب کو پیدا فرماتا ہے محتاج نہیں ہے سبب کا تو جب اللہ تعالیٰ نے خود رحمت فرمانی تھی تو ضرورت ہی نہیں تھی اس بات کی کہ زمین کو ناپو یا مت ناپو اور سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا کہ اے زمین تو پرے ہٹ جا اور اے اولیا اللہ کی بستی کی زمین تو ذرا قریب آ جا، کیونکہ رحمت تو خود ہی فرما رہا ہے لیکن ایسا ہوا زمین بھی ناپی گئی اور اس کے گھر کی زمین کو دور کیا گیا، اولیا اللہ کی بستی کی طرف کی زمین کو اس کے قریب کیا گیا اور پھر جب فرشتوں نے ناپا تو جتنا اِس نے سینہ پھیرا تھا اولیا اللہ کی بستی کی طرف اتنا ہی اولیا اللہ کی بستی کے قریب پایا گیا اور جب اتنا قریب پایا گیا تو رحمت کے فرشتوں کو حکم ہو گیا لے جاؤ تمہارا کام بن گیا۔ کیا بات تھی؟ بتانا یہ تھا کہ رحمت تو میں ہی کرتا ہوں مگر اولیا اللہ کی عظمتوں کے جھنڈے بھی لہراتا ہوں، رحمت میں ہی کرتا ہوں، مغفرت میں ہی فرماتا ہوں توبہ بھی میں ہی قبول کرتا ہوں کوئی نہیں جو توبہ قبول کرنے والا ہو کوئی نہیں جو مغفرت کرنے والا ہو کوئی نہیں جو رحمت کرنے والا ہو، رحمت کرنے والا میں ہوں مغفرت کرنے والا میں ہوں توبہ قبول کرنے والا میں ہوں مگر میں نے اِن تمام کو اسباب اور وسائل بنا دیا اس لئے کہ میرے یہ محبوب مقرب بندے ہیں ان کی عظمتوں کے جھنڈے ہمیشہ لہراتے رہیں۔ تو جن کی عظمتوں کے جھنڈے اللہ لہرائے کون ہے اُن کو نیچا کرنے والا اور اگر کوئی نیچا کرے گا تو خود ہی جائے گا جہنم میں اسفل السافلین میں۔

بہرحال تو یہ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا کی بات ہے کہ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا کہ معنی یہ ہیں کہ آدمی توبہ کرے اور عہد کرلے کہ بس میں خالص ہوگیا اللہ کے لئے اور اب گناہ کرنے کا کوئی شبہ میرے دل ودماغ میں باقی نہیں رہا یہ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا ہے اور اس تَوْبَۃً نَّصُوْحًا کا نتیجہ پھر یہ ہوتا ہے۔ اللہ سے دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ہمیں تَوْبَۃً نَّصُوْحًا کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ سے یہ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوبوں کی محبت بھی عطا فرمائے اور اولیاء اللہ کی توہین سے اللہ ہر مسلمان کو بچائے خدا کی قسم حدیث میں آیا اور اللہ تعالیٰ کی حدیثِ قدسی ہے بخاری شریف کی حدیث ہے اللہ نے فرمایا مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ فرمایا جس نے میرے ولی سے عداوت کی میری طرف سے اُس کو اعلانِ جنگ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے اللہ اپنا رحم وکرم فرمائے۔ الٰہ العلمین تو کرم فرما۔ آمین!

الٰہی سب کو سلامت رکھ اور دونوں جہاں کی سعادتوں اور دونوں جہاں کی نعمتوں، رحمتوں اور برکتوں سے سب کو بھر دے۔ الٰہی یہی میری دُعا ان سب بندوں کے حق میں قبول فرما۔

وَمَاذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَنُوْرِ عَرْشِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

الدرس السادس عشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُفَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ [۱]

صدق الله مولانا العلى العظيم وصدق رسوله النبى الامين ونحن على ذلك لمن الشاهدين والشاكرين

والحمدلله رب العالمين ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مَحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى اِحْسَانِهٖ آج رمضان المبارک کی اٹھارہ تاریخ ہے اور پیر کا دن ہے سبحان اللّٰہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ثم اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ہم سب روزے سے ہیں اے اللہ تو نے اپنی رحمت سے اٹھارہ روزے رکھوادیئے بقیہ روزے بھی اپنی رحمت سے پورے کرادے اور تراویح، قرآنِ پاک کے جو معمولات ہیں الٰہی وہ سب پورے کرادے اپنی رحمت سے شرفِ قبول بھی عطا فرمادے آمین وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَمَلْجَنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْآ اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ (پارہ ۲۸. التحریم آیت ۸) اللہ رب العزت جل جلالہٗ وعم نوالہٗ نے ایمان والوں کو خالص توبہ کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا کہ ایمان والو! تم تَوْبَةً نَّصُوْحًا اختیار کرو۔ کل تَوْبَةً نَّصُوْحًا کے معنی پر اور اس کے متعلقات پر میں کلام کر چکا ہوں تفصیل کے ساتھ۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اگر تم تَوْبَةً نَّصُوْحًا کرو گے تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا اور ہم کس لئے تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم تَوْبَةً نَّصُوْحًا کرو؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری تمام برائیوں کا کفارہ فرمادے اور تمہارے تمام گناہوں کو اللہ

تعالیٰ میٹ دے اور کوئی برائی تمہارے ذمہ نہ رہے اور اللہ تعالیٰ تمہیں ایسی جنتوں میں داخل فرمائے کہ جو جنت الخلد ہیں جنت النعیم ہیں ہمیشہ کے رہنے کے وہاں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے باغات بنائے اس کے نیچے نہریں جاری فرمائیں اور طرح طرح کی نعمتیں تمہارے لئے پیدا فرمائیں اللہ تعالیٰ تم سے تَوْبَةً نَّصُوْحًا کا مطالبہ اس لئے فرمارہا ہے اور تمہیں اس لئے حکم دے رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کا کفارہ فرمادے تمہارے سیئات کو مٹادے اور تمہیں پاک وصاف کردے اور تم طیب و طاہر ہوجاؤ اور اللہ تعالیٰ تمہیں ان جنتوں میں داخل فرمائے کہ جن جنتوں کے نیچے نہریں جاری ہیں اللہ تعالیٰ نے بے شمار نعمتیں ان جنتوں میں تمہارے لئے پیدا فرمائیں ہیں وہ دار الخلد ہے اور وہ ایسا مقام ہے کہ جہاں اللہ کی رضا کے سوا اور اللہ کی رحمت کے سوا اور کسی دوسری چیز کا تصور نہیں ہوسکتا وہاں یہ تصور بھی نہیں ہوسکتا کہ کبھی انسان وہاں سے دور ہو یا اُن نعمتوں سے محروم ہو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کی نعمتیں جنت الخلد میں عطا فرمائیں اور ہمیں حکم دیا کہ یہ سب کچھ جبھی ہوگا کہ جب تم تَوْبَةً نَصُوْحًا اختیار کرو اور تمہارے گناہ معاف ہوں اللہ تعالیٰ تمھیں جنت الفردوس میں اور جنتوں میں داخل فرمائے گا اصل بات یہ ہے کہ دنیا دار العمل ہے اور آخرت دار الجزا ہے انسان سے بتقاضاءِ بشریت بہت سی لغزشیں سرزد ہوجاتی ہیں عصمت انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہے اور حفاظت یہ اولیاءٔ کرام رضوان اللّٰہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے لئے انعام خداوندی ہے تو کیونکہ معصوم تو انبیاءٔ ہی ہیں اِس لئے انسان بتقاضائے بشریت کوئی نہ کوئی غلطی کرہی بیٹھتا ہے بسا اوقات اس کو علم بھی نہیں ہوتا اور وہ غلطی کا مرتکب ہوجاتا ہے اور بعض اوقات اس کی عدم توجہی کی حالت میں ایسی غلطیاں اس سے سرزد ہوجاتی ہیں کہ جس سے اس کا ایمان بھی خطرے میں پڑجاتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ انسان اس بات پر غور کرے کہ بشری تقاضوں کے ہوتے ہوئے وہ اگر یہ سمجھے کہ میں بالکل پاک ہوں طیب وطاہر ہوں یہ تو ممکن نہیں ہے۔

عصمت تو خاصہ انبیاء علیہم السلام کا ہے تو جب انسان سے بتقاضائے بشریت غلطیوں کا صدور ہوتا ہے اور گناہ اُس سے سرزد ہوتے ہیں تو پھر اُس کے لئے ضروری ہے کہ وہ توبہ کرے اور توبہ بھی ایسی کرے کہ جس وہ خالص ہو اور اس میں عزم ہو ہمیشہ زندگی بھر گناہ کے ترک کا۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ نے اِس

دار العمل میں ہمیں یہ حکم دیا کہ تَوْبَةً نَّصُوْحًا کا یہ عمل اگر تم اختیار کرو گے تو دار الجزاء میں تم کو اس کی جزا جنت النعیم نصیب ہوگی دنیا دار العمل ہے ہمیں عمل کرنا ہے اور یہ جو تَوْبَةً نَّصُوْحًا کا عمل ہے یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ جس کو نصیب ہو جائے اور اس کی جزاء۔ تاکہ اللہ تمہیں جنتوں میں داخل فرمائے۔ جنت الخلد یہ دار الجزا سے متعلق ہے اور تَوْبَةً نَّصُوْحًا یہ دار العمل سے متعلق ہے میں نے عرض کردیا کہ یہ ضروری تھا اس لئے کہ انسان بتقاضائے بشریت گناہوں میں ملوث ہو جاتا ہے اور پھر اسے گناہوں سے پاک ہونا ہے اور پاک ہونے کی صورت یہی ہے کہ تُوْبُوْآ اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا۔ اللہ رب العزت جل جلالہ وعم نوالہ نے اپنے نیک بندوں کو، اپنے پاکباز بندوں کو یہ توفیق مرحمت فرمائی اور ہمیشہ اللہ والوں کو یہ توفیق مرحمت ہوتی ہے۔

<u>اپنے برے اعمال پر خوف اور ندامت ایمان کا معیار ہے:</u> مجھے حضرت شاہ عبد الرحیم محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ قول یاد آتا ہے انہوں نے فرمایا کہ گناہ کے صدور کا انکار تو کوئی مؤمن نہیں کر سکتا انبیاء علیہم السلام تو معصوم ہوئے ان کی تو بات ہی نہیں ہے باقی ہم میں سے کوئی بھی یہ انکار نہیں کر سکتا کہ ہم گناہوں سے بالکل پاک ہیں لیکن گناہ کا صدور اللہ کے نزدیک اتنی بڑی بات نہیں جتنا کہ اس پر اصرار اور توبہ نہ کرنا ہے مؤمن سے گناہ کا صدور بعض اوقات تو اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی رحمت کا سبب ہوتا ہے اس لئے کہ صدورِ ذنب کے بعد مؤمن کے قلب میں اللہ کا خوف پیدا ہوتا ہے اور وہ ڈرتا ہے کہ معلوم نہیں میرے ساتھ کیا معاملہ ہو اور یہ خوف اور یہ ندامت یہ مؤمن کے لئے خواہ چھوٹا گناہ ہی کیوں نہیں ہو مؤمن کے لئے گناہ کے بعد خوف اور ندامت کا لاحق ہونا یہ لازمی ہے قطعی ہے ضروری ہے بلکہ شاہ عبد الرحیم محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو ایک عجیب بات فرمائی وہ فرماتے ہیں یہ شاہ ولی اللہ صاحب کے والد ماجد ہیں اور ان کے ملفوظات انفاس العارفین کی صورت میں شاہ ولی اللہ صاحب نے جمع کئے اور اُن کے جو حالات وواقعات ہمارے سامنے ہیں وہ بڑے روح کو حیاتِ تازہ بخشنے والے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ اللہ کے نیک بندوں کی حیات اور ان کی حیات کے تاثرات جب مؤمن کے سامنے آتے ہیں تو اس کو روح کی آسودگی اور حیاتِ تازہ نصیب ہوتی ہے تو شاہ عبد الرحیم صاحب نے فرمایا کہ

اگر کوئی شخص یہ چاہے (کہ کیونکہ دارومدار تو سب ایمان پر ہے اگر ایمان ہے تو سب کچھ ہے اور ایمان نہیں تو کچھ بھی نہیں تو یہ بھی جب ہی کارآمد ہوگی جب ایمان ہو۔) اگر کوئی شخص یہ چاہے (کہ میں اپنے آپ کو تو سمجھتا ہوں کہ میں مؤمن ہوں) کہ اپنے ایمان کا معیار ڈھونڈے کہ میں کس معیار کا مؤمن ہوں اور کس درجے میرے اندر ایمان ہے اور ہے بھی یا نہیں ہے تو اس کا ایک معیار شاہ عبدالرحیم صاحب نے بتایا۔ انہوں نے فرمایا اس کا معیار یہ ہے کہ گناہ تو ہر شخص سے ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا** جب کسی سے گناہ سرزد ہو تو گناہ سرزد ہونے کے بعد وہ اپنے دل کی کیفیت کو محسوس کرے دیکھے کہ میرے دل کی کیا کیفیت ہے اگر گناہ صادر ہونے کے بعد اس کے دل میں ندامت پیدا ہوئی اور خوف کی کیفیت پیدا ہوئی تو سمجھ لے کہ ایمان ہے اور خیر ہے اور اگر گناہ کے بعد اس کے دل میں کوئی ندامت محسوس ہی نہیں ہوئی اور گناہ کے بعد اس کے دل میں کوئی خدا کا خوف پیدا ہی نہیں ہوا تو سمجھ لے کہ اس کے اندر بالکل ایمان کا کوئی ذرہ نہیں۔ کیوں اس لئے کہ ایمان کے لوازمات سے خدا کا خوف ہے، ایمان کے لوازمات سے ندامت ہے گناہ کے بعد۔ گناہ کے بعد ندامت اسی کو حاصل ہوتی ہے کہ جس کے دل میں ایمان ہو اور گناہ کے بعد خدا کا خوف اسی کو لاحق ہوتا ہے جس کے دل میں ایمان ہو اور اگر کوئی گناہ کرتا چلا جارہا ہے نہ اس کو ندامت ہوتی ہے نہ اس کو خدا کا خوف لاحق ہوتا ہے تو سمجھ لے کہ اس کے اندر ایمان کا کوئی ذرہ نہیں ہے اور پھر وہ سوچے اس بات کو کہ میرے خاتمہ کا کیا حال ہوگا بہرنوع میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ نے کتنا کرم فرمایا اپنے بندوں کو ہر خطرے سے بچا کر نجات کی راہیں دکھائیں کہ میرے بندو! یہ خطرناک راہیں ہیں ان سے بچ جاؤ اور یہ راستہ تمہاری نجات کا ہے اس راہ پر آجاؤ اور یہ سب کچھ اپنے محبوب کے ذریعے کیا اپنے حبیب تاجدارِ مدنی جنابِ محمد رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ ہی کے ذریعے یہ سب کچھ کیا اور ہر خوفناک اور ہر تباہی ہر ہلاکت کی جگہ سے اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کے ذریعے ہمیں بچایا اور ہر نیکی اور ہر نجات کی طرف اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کے ذریعے ہمیں متوجہ فرمایا یہ سب تاجدارِ مدنی صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ کا طفیل ہے اگر کوئی نہ سمجھے تو اس کی بدنصیبی ہے اور جو نہ سمجھے تو پھر یہ سمجھ لے کہ اسے

کوئی فیض حاصل بھی نہیں ہوگا اگر کسی نے یہ بات نہ سمجھی تو اسے کچھ نصیب نہیں ہوگا نصیب اسی کو ہوگا جس نے یہ بات سمجھ لی کہ یہ سب کچھ اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کے ذریعے مجھ کو عطا فرمایا ہر خطرے سے بچایا ہر ہلاکت سے بچایا اور ہر راحت اور ہر خیر اور نجات کی طرف اپنے حبیب ﷺ کے ذریعے اللہ نے مجھے متوجہ فرمایا اور یہ تُوبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا یہ سب اسی مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان آیات کو نازل فرمایا اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ کے حبیب ﷺ ہمیں اللہ کا کلام سنا رہے ہیں اور ہمارے دل کی گہرائیوں میں اللہ کے کلام کا اثر پہنچا رہے ہیں اور میرا ایمان ہے کہ جب تک رسول کریم ﷺ کی روحانیت شامل حال نہ ہو ہمیں اللہ کے کلام سے کوئی فائدہ نہیں حاصل ہو سکتا قرآن خود کہتا ہے وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا ھُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۙ وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا (پارہ ۱۵ بنی اسرائیل آیت ۸۲) یہ قرآن تو نازل ہو رہا ہے مومنوں کے لئے شفا ہے مومن کون ہیں؟ وہی ہیں جن کے دل میں عظمتِ رسول ہے مومن وہی ہیں جن کے دل میں محبتِ رسول ہے اس کے لئے قرآن شفا بن کر آرہا ہے۔ ظالم کون ہیں؟ ظالم وہ ہیں جو بالکل حضور ﷺ کی محبت و عظمت سے عاری ہیں ان کا کیا حال ہے وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا قرآن جتنا بھی نازل ہوگا ان کے لئے خسارے کے سوا اس کا نتیجہ کچھ بھی نہیں ہوگا

باراں کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست ۔۔۔ در باغ لالہ روید و در شور بوم و خس

بارش تو زمین کے ہر ٹکڑے پر ہوتی ہے جس زمین کے اندر روئیدگی کا مادہ ہوتا ہے وہیں پیداوار ہوتی ہے اور جہاں روئیدگی کا مادہ نہیں ہوتا وہاں پیداوار نہیں ہوتی اور جہاں کانٹے پیدا ہونے کا مادہ ہوتا ہے وہاں پر کانٹے پیدا ہوتے ہیں پھر خس و خاشاک پیدا ہوتے ہیں تو اسی لئے ابوجہل ابولہب کافر مشرک منافق ان کے دلوں میں تو جہل کفر و نفاق ہی ہے تو وہاں جتنا بھی قرآن نازل ہوا اس کا نزول تو بارانِ رحمت تھی لیکن آپ نے دیکھا کہ چمنستان پر بھی وہی پانی کے قطرے برستے ہیں، کلر زمین جہاں پر زہریلے کانٹے پیدا ہوتے ہیں وہاں بھی وہی پانی کے قطرے برستے ہیں مگر وہاں پھلواری نظر آتی ہے اور وہاں کانٹوں کے جھاڑ نظر آتے ہیں تو بات یہ ہے کہ صدیقِ اکبر، فاروق اعظم کے سینے تو معرفت کے

باغ ہیں اور ابو جہل اور ابولہب کے سینے زہریلے کانٹوں کے جھکار ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم کو حضور نبی کریم ﷺ کی عظمت محبت عطا فرمائے کیونکہ اس کے بغیر تو نہ ہمیں توبہ نصیب ہوسکتی ہے نہ توبہ کا نتیجہ ہم کو مل سکتا ہے اللہ نے صاف فرما دیا کہ تم توبہ کرو تمہاری توبہ کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا تمہاری برائیوں کا کفارہ ہوجائے گا اور اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں داخل فرمائے گا جنتوں میں تم داخل ہوگے وہاں اللہ کی نعمتیں ہوں گی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں ساتھ یہ عرض بھی کرتا ہوں کہ دعا کیجئے کہ جو قرآن پاک کا کام اور حدیث شریف کا کام اللہ نے میرے ذمہ لگایا ہے یہ کام پورا ہوجائے رمضان المبارک کا مہینہ تو بڑا ابرکت ہوتا ہے اس کی برکتوں کے صدقے میں مَیں دعا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ یہ کام پورا کرادے۔ آمین

الدرس السابع عشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُفَاعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ①

صدق الله مولانا العلى العظيم وصدق رسوله النبى الامين ونحن على ذلك لمن الشاهدين والشاكرين والحمدلله رب العالمين ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى اِحْسَانِهٖ آج رمضان المبارک کی تیئیس تاریخ ہے اور ہفتہ کا دن ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰه ثم اَلْحَمْدُ لِلّٰه ہم سب روزے سے ہیں اے اللہ تو نے تیئیس روزے رکھوا دیئے بقیہ روزے بھی اپنی رحمت سے پورے کرا دے اور رمضان شریف کے معمولات بھی پایہ تکمیل کو پہنچا دے اور اپنی رحمت سے شرف قبول بھی عطا فرما دے۔ الٰہ العٰلمین ہم سب کے حال پر رحم فرما۔ آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَمَلْجَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ⑧

(پارہ ۲۸۔ التحریم آیت ۸)

يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ اللہ تعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ نے ارشاد فرمایا "جس دن اللہ رسوانہیں فرمائے گا نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ کو اور ایمان والوں کو، نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ قیامت کا وہ دن ہوگا کہ ایمان والوں کا نور دوڑتا ہوگا ان کے آگے آگے اور وہ نور ان کے دائیں بائیں دوڑتا ہوگا يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وہ ایمان والے اپنے رب کی بارگاہ میں یہ ہی عرض کرتے رہیں گے کہ اے ہمارے رب ہمارے نور کو پورا فرما دے اور وَاغْفِرْ لَنَا ۚ ہمیں بخش دے اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ⑧ بیشک تو ہر چیز پر قادر

ہے اللہ رب العزت جل جلالہ وعم نوالہٗ نے جو یہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نبی کو رسوا نہیں فرمائے گا اور ایمان والوں کو بھی اللہ تعالیٰ رسوا نہیں فرمائے گا، قیامت کا دن وہ ہوگا کہ ایمان والوں کا نور ان کے آگے آگے دوڑے گا ان کے داہنے، بائیں ان کا نور ہی نور ہوگا، وہ یہی دعا کرتے چلیں گے اور رب تعالیٰ سے یہی عرض کرتے رہیں گے کہ رَبَّنَآ اَتۡمِمۡ لَنَا نُوۡرَنَا اے ہمارے رب ہمارے نور کو اور پورا کر اور زیادہ کر اور بڑھا دے اور ہمیں بخش دے بے شک تیری قدرت تو بڑی وسیع ہے اور تو تو ہر چیز پر قادر ہے۔

یَوۡمَ لَا یُخۡزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَہٗ ۚ جس دن اللہ رسوا نہیں فرمائے گا اپنے حبیب کو اور نہ ایمان والوں کو۔ پہلی بات یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اعلان فرما دیا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نبی کو بھی رسوا نہیں فرمائے گا اور ایمان والوں کو بھی رسوا نہیں فرمائے گا، نبی کا رسوا نہ ہونا اور ایمان والوں کا رسوا نہ ہونا یہ دونوں باتیں اللہ تعالیٰ نے اس ایک آیت میں بیان فرمائیں۔ یَوۡمَ لَا یُخۡزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَہٗ ۚ نبی کو بھی اللہ رُسوا نہیں فرمائے گا اور ایمان والوں کو بھی اللہ رسوا نہیں کرے گا۔ رسوائی کے معنی آپ جانتے ہیں کہ لوگوں کے سامنے ذلت اٹھانا، بھرے مجمع میں لوگوں کے سامنے ذلیل وخوار ہونا۔ میدان محشر میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو ذلیل وخوار نہیں فرمائے گا اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو رسوا نہیں فرمائے گا اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ذلیل وخوار نہیں فرمائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایمان والوں کو رسوا نہیں فرمائے گا یہ اللہ کا وعدہ ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں صاف صاف بیان فرما دیا اس بات کو اپنے ذہن کے ایک گوشے میں رکھیئے۔

اور ایک بات کہنے کی یہ ہے کہ اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ (پارہ ۳۰. الکوثر آیت ۱) کی تفسیر میں جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے آپ کو کَوۡثَرۡ عطا فرمائی حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے صاف صاف فرما دیا کہ کَوۡثَرۡ کے معنی خیر کثیر ہیں کسی نے کہا کہ کوثر تو حضور کی حوض کا نام ہے اور آپ خیر کثیر فرما رہے ہیں تو آپ نے اُس کو جواب دیا کہ ھُوَ مِنَ الۡخیرِ الۡکَثِیۡرِ کوثر خیر کثیر ہی ہے اور تم جو حوض کی بات کرتے ہو وہ بھی خیرِ کثیر میں شامل ہے وہ خیر کثیر سے باہر نہیں ہے تو کتنا عالمانہ اور

معقول جواب دیا حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے۔

اب تفہیم میں مودودی نے ایک عجیب ایسا ہلاکت کا راستہ اختیار کیا کہ میں کچھ کہہ نہیں سکتا، ابنِ ماجہ شریف میں ایک حدیث آئی ہے وہ حدیث تو تمام صحاح ستہ اور حدیث کی ساری کتابوں میں ہے مگر ابن ماجہ میں ایک زیادت ہے اور وہ زیادت صرف ابن ماجہ نے ہی روایت کی ہے کسی اور محدث نے اس زیادت کو روایت نہیں کیا وہ زیادت یہ ہے اور یہ زیادت بھی صرف مودودی نے نقل کی ہے تفہیم میں اور مجھے بڑا دکھ ہوا جس انداز میں اس نے اسے نقل کیا ہے۔ قرآنِ پاک کی یہ آیت کریمہ یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ (سورۃ التحریم) تو یہ آیت کریمہ ایسی ہے کہ اس کے استدلال کے پرخچے اڑا دیتی ہے اور ایسے ذلیل انسان کا منہ کالا کر دیتی ہے۔ وہ زیادت اس طرح بیان کی کہ حدیث میں یوں روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے میری امت کے لوگو! تم حوض کوثر پر جب موجود ہو گے میں تمہیں سیراب کروں گا میں ساقیِ کوثر بنوں گا لوگ حوضِ کوثر پر آئیں گے تو میری شان یہ ہوگی کہ میں حوضِ کوثر کا پانی پلاؤں گا اور تم لوگ اس حوضِ کوثر پر جمع ہو گے اور میں ساقیِ کوثر ہوں گا۔ یہ زیادت کے الفاظ جو ہیں جو ابنِ ماجہ نے روایت کئے اور کسی محدث نے روایت نہیں کئے وہ یہ ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں حوضِ کوثر پر تمہارا ساقی ہوں گا فَلَا تُسَوِّدُوْا وَجْھِیْ تو اے میری امت حوضِ کوثر پر میرا منہ کالا نہ کرنا۔ آپ سمجھے؟ بس پوری حدیث میں یہی الفاظ اس کو نظر آئے حالانکہ یہ الفاظ جو ہیں یہ زیادت ہیں اب جو شخص علمِ حدیث سے واقف نہیں ہے اس کو پتہ نہیں کہ زیادات کے احکام کیا ہیں وہ نہیں جانتا۔ زیادت سے مراد وہ جملہ ہے کہ وہ پوری حدیث کے بعد ایک ایسا جملہ آیا کہ اور محدثین میں سے کسی نے روایت نہیں کیا صرف کسی ایک نے روایت کیا اس کو زیادت کہتے ہیں اور اِس زیادت کو روایت کرنے والا جو ہے وہ ثِقہ نہیں ہے پوری حدیث کے راوی تو ثقہ ہیں لیکن اس زیادت کا جو راوی ہے وہ ثقہ نہیں ہے وہ غیرِ ثقہ ہے۔ جس وقت میری نظر سے یہ بات گزری تو میرا کلیجہ کانپ اُٹھا اور میں نے کہا کہ دیکھو اِس شخص کو یہی الفاظ نظر آئے حالانکہ وہ ایک زیادت کے الفاظ ہیں اور وہ زیادت بھی جن راویوں نے روایت کی ہے اُن میں ایک راوی بالکل غیرِ ثقہ ہے غیرِ ثقہ کی زیادت

تو اُس کو نظر آئی اور اُس کو اُس نے بڑا خوش ہو کر اور یہ سمجھ کر کہ مجھے ایک بڑا سرمایہ ہاتھ آ گیا اور اُس نے بڑے ذوق وشوق کے ساتھ اس زیادت کے الفاظ کو لکھ دیا اور یہ ترجمہ کر دیا جو میں نے آپ کو سنایا اور اس لفظ کو بولتے ہوئے بھی کلیجہ پھٹتا ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ رسولِ کریم ﷺ کے متعلق جو یہ زیادت جو غیرِ ثقہ کی زیادت ہے جب اُس کو تفہیم میں نقل کیا گیا اور وہ بھی إِنَّآ أَعْطَيْنَٰكَ ٱلْكَوْثَرَ (پارہ ۳۰ الکوثر ۱) کی تفسیر میں۔ اور یہ سورۃ وہ ہے کہ جو رسول کریم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ کے کمالِ فضل و کمالِ عظمت و کمالِ کرامت و کمالِ مدحت اور حضور ﷺ کے محاسنِ جمیلہ کے بیان میں نازل ہوئی ایسی سورۃ کی تفسیر کرتے ہوئے اس غیرِ ثقہ کی زیادت کو نقل کر دینا میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ اس کے کون سے مخفی مقصد اور ارادے کی نشاندہی کرتا ہے۔ قرآن تو صاف کہتا ہے يَوْمَ لَا يُخْزِى ٱللَّهُ ٱلنَّبِىَّ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مَعَهُۥ ۖ (سورۃ التحریم) بتایئے جس کا منہ کالا ہو اُس سے بڑھ کر بھی کوئی روسیاہ ہوسکتا ہے اور ذلیل وخوار ہوسکتا ہے؟ قرآن کی اِس آیت کو تو پڑھا نہیں اب دیکھیں، آپ قرآن میں سورۃ التحریم کی اِس آیت کو پڑھیئے يَوْمَ لَا يُخْزِى ٱللَّهُ ٱلنَّبِىَّ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مَعَهُۥ ۖ اللہ فرماتا ہے کہ قیامت کا دن وہ ہوگا يَوْمَ لَا يُخْزِى ٱللَّهُ ٱلنَّبِىَّ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مَعَهُۥ ۖ کہ اللہ تعالیٰ نبی کو ہرگز ہرگز رسوا نہیں فرمائے گا اور نہ ان لوگوں کو رسوا فرمائے گا جو ان کے ساتھ ایمان لائے۔ ارے! جن کے ساتھیوں کو بھی اللہ رسوا نہیں کرے گا تو اُن کے متعلق یہ کہنا کہ فَلَا تُسَوِّدُوا وَجْهِىْ حضور نے فرمایا کہ دیکھو! کہیں حوضِ کوثر پر میرا منہ کالا نہ کرنا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے اور یہ بات کون سے دماغ میں آئے گی کہ قرآن کی اِس آیت کے ہوتے ہوئے کہ يَوْمَ لَا يُخْزِى ٱللَّهُ ٱلنَّبِىَّ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مَعَهُۥ ۖ اللہ تعالیٰ بالکل بالکل قطعاً ہرگز ہرگز رسوا نہیں کرے گا نبی کو قیامت کے دن اور نہ ان لوگوں کو رسوا فرمائے گا جو ان کے ساتھ ایمان لائے۔ بتایئے وہ زیادت جس کا راوی بھی ثقہ نہیں ہے اُس پر تو اعتماد کر لیا اور قرآن کی اس آیت کو چھوڑ دیا یہ کتنا غضب ہے۔ تو یہ بات نشاندہی کرتی ہے اس بات کی کہ اِن لوگوں کے دلوں میں حضور ﷺ کا بغض بھرا ہوا ہے کوٹ کوٹ کر۔ بھئی یہ آیت سورۃ التحریم کی جو میں بار بار پڑھ رہا ہوں آپ ایمان سے کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور

ﷺ کے رسوا نہ ہونے کا اعلان فرمایا کہ نہیں فرمایا؟ اللہ فرماتا ہے کہ میں رسول کو قیامت کے دن ہرگز ہرگز رسوا نہیں کروں گا اور رسول تو کیا جو لوگ رسول کے ساتھ ایمان لائے اُن کو بھی میں رسوا نہیں کروں گا وہ سب رسول کے دامن میں ہوں گے نہ رسول کی رسوائی ہوگی نہ رسول کے ساتھ ایمان لانے والوں کی رسوائی ہوگی۔ اُن سب کی عزت ہوگی عظمت ہوگی کرامت ہوگی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہوں گے نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ (التحریم آیت ۸) جن کا نور اُن کے آگے آگے چلتا ہوگا دوڑتا ہوگا اوران کے داہنے ان کے بائیں ان کا نور ہوگا اور وہ یہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتے رہیں گے رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اللہ اللہ. تو جن کے غلاموں کا یہ عالم ہوگا کہ جہاں وہ چلتے ہوں گے وہ سارا ماحول ہی پُر نور ہوگا بتایئے اِس سے بڑھ کر بھی کوئی عزت ہوگی۔ ارے! جن کے غلاموں کا یہ مقام ہے تو اُن (غلاموں) کے آقا کی کیا شان ہوگی۔ پھر یہ زیادت نقل کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکالنا اور قرآن کی اس آیت کو بالکل نظر انداز کر دیا ایک تو یہی آیت جو میں بار بار پڑھ رہا ہوں پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا عَسٰى أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (پارہ ۱۵. بنی اسرائیل آیت ۷۹) اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے محبوب قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر کھڑا کرے، آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر جلوہ افروز فرمائے۔

مقامِ محمود: حمد کیا ہوا مقام۔ کس کو رونق افروز فرمائے؟ محمد ﷺ کو، جو کمال حمد کئے ہوئے ہیں عَسٰى أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (پارہ ۱۵. بنی اسرائیل آیت ۷۹) سبحان اللہ، سبحان اللہ دیکھو! ایسی زیادت کو تو سامنے رکھ لیا جس کا راوی بھی ثقہ نہیں قرآن کی آیتوں کو بھی چھوڑ دیا اور صحیح احادیث کو بھی نظر انداز کر دیا۔ غضب ہے۔ اب میں آپ کو صحیح حدیث بتاؤں جو بخاری شریف میں موجود ہے میرے آقا صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ کا مقامِ محمود پر جلوہ گر ہونا کیا شان کا موقع ہوگا کیا بات ہوگی بخاری شریف کی حدیث کے الفاظ ہیں يَحْمِدُهُ الْأَوَّلُوْنَ وَ الْاٰخِرُوْنَ دوسری روایت ہے يَحْمِدُهُ أَهْلُ الْجَمْعِ كُلُّهُمْ بخاری شریف کی حدیث کے الفاظ ہیں فرمایا کہ تمام اولین اُن کی حمد کریں گے یعنی حضور ﷺ کی اور تمام آخرین حضور ﷺ کی حمد

کریں گے عَسٰی أَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (پارہ ۱۵ . بنی اسرائیل آیت ۷۹) اور کتنے پیارے الفاظ ہیں آپ ذرا غور تو فرمائیں یَحْمِدُہٗ أَھْلُ الْجَمْعِ کُلُّھُم تمام اہل جمع ،جمع کے معنی ہیں محشر ،جمع کہتے ہیں محشر کو، تمام اہلِ محشر حضور ﷺ کی حمد کریں گے کُلُّھُمْ سب ،تو اول تو اہل کی اضافت جمع کی طرف یہ خود اضافت اضافتِ استغراقی ہے اور پھر کُلُّھُمْ اس کی تاکید ،غور تو فرمائیں یعنی میدانِ محشر کا کوئی فرد ایسا نہیں رہے گا جو حضور ﷺ کی حمد نہ کرے گا اور آپ کو معلوم ہے میدانِ محشر میں کون کون ہوں گے اولین سے آخرین تک کوئی بھی ایسا نہیں ہوگا جو میدانِ محشر میں نہ ہو کیونکہ ہر ایک نے وہاں جمع ہونا ہے اور ہر ایک کا حساب و کتاب اور ان تمام کا جزا وسزا کا موقع وہی ہوگا سب جمع ہوں گے اور سب میں کون کون ہوں گے خدا کی قسم تمام انبیاءؑ علیھم السلام ہوں گے رسلِ کرام ہوں گے صدیقین ہوں گے شُھداء ہوں گے صالحین ہوں گے صالحات ہوں گی مؤمنین ہوں گے مؤمنات ہوں گی طیبین ہوں گے طیبات ہوں گی تمام ہوں گے اور سب کس حال میں ہوں گے یَحْمَدُہٗ سب حضور ﷺ کی حمد کر رہے ہوں گے انبیاء بھی حضور ﷺ کی حمد کر رہے ہوں گے۔

ارے ظالم! کیسے غضب کا مقام ہے میدانِ محشر میں انبیاءؑ تو اُن کی حمد کریں اور تُو یہ لفظ بول رہا ہے تجھے کچھ خدا کا خوف نہیں آتا۔ انبیاءؑ و رسل کرام حضور ﷺ کی حمد میں مشغول ہوں گے یَحْمِدُہٗ الْأَوَّلُوْنَ وَالْآخِرُوْنَ اولین بھی حمد کر رہے ہوں گے اور آخرین بھی حمد کر رہے ہوں گے اور پھر سب حمد میں مصروف ہوں گے یَحْمِدُہٗ أَھْلُ الْجَمْعِ کُلُّھُمْ میں تمام اہلِ محشر میں یہ سب حضرات ہوں گے۔ ہوں گے کہ نہیں ہوں گے؟ ان کے علاوہ جتنے کفار ہیں مشرکین ہیں منافقین ہیں فساق ہیں فجار ہیں ظالمین ہیں، فاسقین ہیں، سب وہاں موجود ہوں گے۔ بھئی تمام کافر ہوں گے یا نہیں ہوں گے؟ فرعون بھی ہوگا، ہامان بھی ہوگا، نمرود بھی ہوگا، قارون بھی ہوگا، ابوجہل بھی ہوگا، ابولہب بھی ہوگا، عتبہ بھی ہوگا، شیبہ بھی ہوگا، کعب بن اشرف بھی ہوگا، عبداللہ بن اُبی ابن سلول رئیس المنافقین بھی ہوگا تمام دشمنانِ دین ہوں گے۔ اللہ اکبر اور پھر کیا حال ہوگا؟ یَحْمِدُہٗ أَھْلُ الْجَمْعِ کُلُّھُمْ ہر ایک کی زبان پر حضور ﷺ کی حمد جاری ہوگی ارے! ابوجہل بھی تو وہاں حضور ﷺ کی حمد کرے گا کیونکہ أَھْلُ الْجَمْعِ

میں وہ ہے یا نہیں ہے؟ وہ بھی حضور ﷺ کی حمد کرے گا اور ابو لہب بھی حضور کی حمد کرے گا عبداللہ بن اُبی ابن سلول بھی حضور ﷺ کی حمد کرے گا اور فرعون بھی حضور ﷺ کی حمد کرے گا ہامان، شداد اور نمرود سب کے سب حضور ﷺ کی حمد کریں گے اور جتنے کافر ہیں فاسق ہیں مشرک ہیں منافق ہیں سب کو حضور ﷺ کی حمد کرنا ہوگی مگر بھئی اُس وقت حمد کرنا بے کار ہوگا آج حمد کروگے تو کار آمد ہوگی

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

قیامت میں تو ابو جہل بھی حمد کرے گا ابو لہب بھی حمد کرے گا۔ اب مجھے یہ بتاؤ کہ جہاں، جس میدانِ محشر میں جس قیامت کے دن حضور ﷺ کے ایسے دشمن بھی حضور ﷺ کی حمد کریں گے اب وہاں یہ کہنا اور یہ الفاظ کہہ کر دل کی بھڑاس نکالنا ایمان سے کہنا یہ کیا ہے؟ اب میں اس کو کن لفظوں سے تعبیر کروں مجھے الفاظ نہیں ملتے تو اس بخاری کی حدیث کو بھی نظر انداز کر دیا باقی حدیثوں کو بھی نظر انداز کر دیا یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ اس کو بھی نظر انداز کر دیا قرآن و حدیث سب کو چھوڑ دیا ایک زیادت ابن ماجہ کی لے لی جس کا راوی بھی ثقہ نہیں ہے کتنا افسوس کا مقام ہے۔ بہر حال میں نے آپ کو یہ بتایا کہ اللہ رب العزت جل جلالہٗ و عم نوالہٗ اپنے محبوب تاجدارِ مدنی جناب محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ کا کیسا دفاع فرما رہا ہے۔ دیکھو! یہ (مودودی) تو اب پیدا ہوا اس نے اب یہ کہا یا جس نے یہ زیادت روایت کی وہ غیر ثقہ راوی وہ اب پیدا ہوا، اللہ کو معلوم تھا کہ ایسے لوگ ایسی بات کریں گے اللہ نے پہلے فرما دیا کہ یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ اللہ نے فرما دیا یہ سب جھوٹ بولتے ہیں، سب جھوٹے ہیں، سب کذاب ہیں اللہ اپنے نبی کو ہرگز ہرگز رسوا نہیں کرے گا اور نبی تو نبی جو نبی کے ساتھ ایمان لانے والے ہیں اللہ ان کو بھی رسوا نہیں فرمائے گا تو مسلمانو! کس قدر ہمارے ایمانوں کو تازگی نصیب ہوئی ہے، ہاں مگر ڈنگ مارنے والا تو بہر حال ڈنک مارتا ہی ہے پھر وہ اپنے کام سے تو باز نہیں آتا۔ ایک بزرگ ایک منظر دیکھ رہے تھے کہ ایک نیک آدمی بیچارہ دریا کے کنارے بیٹھا تھا اس نے دیکھا کہ ایک بچھو دریا میں گر گیا اب

وہ بچھوڈوبتا تھا انہوں نے کیا کیا انہوں نے کہا کہ بچھوتو مرجائے گا اور تو کوئی چیز تھی نہیں ہاتھ پر اس کو نکالا جہاں ہاتھ پر نکالا اس نے فوراً اپنا ڈنک ماردیا وہ ہاتھ ان کا لرزا وہ پھر پانی میں گر گیا انہوں نے کہا یہ تو مر جائے گا پھر انہوں نے اٹھالیا پھر اس نے ڈنک ماردیا وہ جو اللہ کے نیک بندے پیچھے کھڑے ہوئے تھے انہوں نے کہا کہ بڑا افسوس ہے آپ کو عقل ہی نہیں ہے وہ برابر ڈنک مار رہا ہے اور آپ اس کو پھر ہاتھ میں اٹھالیتے ہیں وہ پھر ڈنک ماردیتا ہے آپ کو اٹھانے کی کیا ضرورت ہے انہوں نے فرمایا کہ وہ اپنی برائی سے باز نہیں آتا میں بھلائی سے کیسے باز آجاؤں وہ برائی نہیں چھوڑتا تو میں نیکی کیسے چھوڑ دوں۔ تو بات یہ ہے کہ وہ اپنی وہ آن نہیں چھوڑتے ہم اپنی شان کیسے چھوڑ دیں۔ تو میں عرض کروں گا کہ ایمانوں کی ضمانت تو نبی کریم تاجدارِ مدنی صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی عظمت میں ہے میں اللہ سے دعا کرتا ہوں الٰہی یہی عظمتیں لے کر ہم دنیا میں زندہ رہیں اور موت آئے تو انہی عظمتوں کو ہم لئے ہوئے ہوں اور ہم قبر میں جائیں تو ہم انہی عظمتوں کو ساتھ لے کر جائیں تا کہ ہماری قبریں جنت کا باغ بن جائیں اور قیامت کے دن حضور ﷺ کا دامن نصیب ہو جہاں نہ حضور ﷺ رسوا ہوں گے نہ حضور ﷺ کے دامن میں پناہ لینے والے رسوا ہوں گے سب کو پناہ ہوگی و آخر دعونا ان الحمد للہ

(سوال کے جواب میں: جانور تو کیا، قیامت کے دن تو شیطان کو بھی حضور ﷺ کی حمد کرنا ہوگی)

الدرس الثامن عشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ هُوَ الَّذِىْ أَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ط وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا○ (الفتح آيت ۲۸)

صدق الله مولانا العلى العظيم وصدق رسوله النبى الامين ونحن على ذلك لمن الشاهدين والشاكرين والحمدلله رب العالمين○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مَحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى اِحْسَانِهٖ آج رمضان المبارک کی اٹھائیس تاریخ ہے اور جمعرات کا دن ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰه ثم اَلْحَمْدُ لِلّٰه ہم سب روزے سے ہیں اے اللہ تو نے اپنے حبیب نبی کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ کے صدقے میں اٹھائیس روزے رکھوا دیئے باقی دو ایک روزے جو باقی ہیں وہ بھی اپنی رحمت سے پورے کرادے اور جو معمولات باقی ہیں اُن کو پایہ تکمیل تک پہنچادے اور شرفِ قبول بھی عطا فرمادے ہمارے جو بھائی اعتکاف میں بیٹھے ہیں یا اللہ! اُن کے اعتکاف کو بھی تکمیل تک پہنچادے اور ان کو شرفِ قبول عطا فرمادے۔ آمین ثم آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَمَلْجَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

(التحریم آیت ۹)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے نبی محترم اے نبی مکرم نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ آپ جہاد فرمائیں کافروں اور منافقوں سے وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ اور اے محبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ آپ طبعاً نہایت ہی نرم طبع ہیں آپ ذرا اُن پر سختی فرمایئے کافروں اور منافقوں پر آپ ذرا سختی فرمایئے اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے کافروں اور منافقوں سے جہاد کرنے کا حکم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو

دیا ہے۔

کافر اور منافق سے جہاد میں فرق: آپ کو معلوم ہے کہ کافروں اور منافقوں کے احکام الگ الگ ہیں ساری عمر کافر کافر ہی رہے گا اور اس پر کفر ہی کے احکام مرتب ہوں گے جب تک کہ وہ کفر سے تائب ہوکر مسلمان نہ ہو جائے اور اسی طرح منافق عمر بھر منافق ہی رہے گا اور اس پر نفاق ہی کے احکام مرتب ہوں گے جب تک کہ وہ اپنے نفاق سے توبہ کر کے مؤمنِ مخلص نہ بن جائے۔ آپ کو معلوم ہے کہ کفر ظاہری چیز ہے اور نفاق باطنی چیز ہے جن لوگوں نے ظاہرو باہر کفر کیا اُن پر کفار کا حکم لگا کہ وہ کافر ہیں اُن کے ساتھ جہاد بالسیف کا حکم دیا گیا کہ تلوار سے اُن پر جہاد کیجئے چنانچہ غزوہ بدر میں کفار سے جہاد ہوا غزوہ اُحد میں کفار سے جہاد ہوا حالانکہ غزوہ اُحد میں منافقین بھی موجود تھے لیکن منافقوں کو قتل نہیں کیا گیا اور کفار کے ساتھ مقاتلہ ہوا۔ کیوں؟ اس کی وجہ یہی ہے کہ کفار کے ساتھ جہاد بالسیف اور جہاد بالسنان نیزوں، تلواروں، تیروں کے ساتھ جہاد ہے کفار کے ساتھ سیف وسنان کا جہاد اور منافق کے ساتھ جہاد باللسان، لسان کا جہاد۔ جہاں تک ہو سکے زبانی وعظ ونصیحت اور زبانی تبلیغ اور ترغیب اور ترھیب منافقوں کے ساتھ اختیار کی جائے۔

کافروں اور منافقوں کے جہاد میں تفریق کیسے ممکن ہے؟ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کافروں کے ساتھ تو تلوار سے جہاد ہوا اور منافقوں کے ساتھ زبان سے جہاد ہوا لیکن یہ تفریق کیسے ہوگی؟ اور قرآن کی اس آیت پر عمل کیسے ہوگا؟ اللہ کا حکم یہ ہے کہ محبوب! کافروں سے بھی آپ جہاد کریں، منافقوں سے بھی جہاد کریں کافروں کا جہاد اور ہے منافقوں کا جہاد اور ہے تو جب تک رسول اللہ ﷺ کو ایک ایک منافق کا علم نہ ہو جائے کہ یہ منافق ہے کس طرح کافروں کے جہاد سے اس کو ممتاز فرمائیں گے۔ آپ غور فرمائیں کافروں کا حکم الگ ہے اور منافقوں کا الگ ہے تو دونوں کے اوپر الگ الگ احکام کا جاری کرنا اور حکم جہاد ہی کو لے لیجئے اسی حکمِ جہاد میں کافروں کو منافقوں سے جدا کرنا اور منافقوں کو کافروں سے جدا کرنا اور اُن کے لئے وہ جہاد کرنا جو اُن کے لئے حکم ہے اور ان کے لئے وہ جہاد کرنا جس کا ان کے لئے حکم ہے یہ کب ہوگا؟ یہ جب ہی ہوگا جب حضور ﷺ کافر کو بھی پہچانیں اور منافق کو بھی

پہچانیں اور اگر حضور ﷺ کو پتہ ہی نہ ہو کہ منافق کون ہے اور کافر کون ہے اور مؤمن کون ہے حضور کو پتہ ہی نہ ہو۔ تو آپ بتائیں کہ اللہ کے اِس حکم پر حضور ﷺ عمل کر سکتے ہیں؟ پھر یہی نہیں بلکہ قرآن کی ایک اور آیت پڑھیئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰٓ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهٖ (پارہ ۱۰۔ التوبة آیت ۸۴) محبوب آپ کسی منافق کے جنازے کی نماز نہ پڑھیں۔ تو جب تک حضور ﷺ کو علم نہ ہو کہ یہ منافق ہے تو کس طرح حضور ﷺ اس پر عمل فرمائیں گے تو یہ عمل جبھی ممکن ہے کہ جب حضور ﷺ کو علم ہو کہ یہ منافق ہے اس علم کے مطابق حضور ﷺ عمل فرمائیں گے اب اگر منافقوں کا علم حضور ﷺ کے لئے تسلیم نہ کیا جائے تو قرآن کی یہ آیات حضور ﷺ کے لئے قابل عمل نہیں ہو سکتیں اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ قرآن کی آیتیں حضور ﷺ کے لئے قابل عمل نہ ہوں ہمارے لئے تو ممکن ہے کہ جب تک کسی آیت کا مفہوم ہمارے لئے متعین نہ ہو جائے اُس وقت تک ہم مجبور ہیں اور جب تک اُس کا مفہوم متعین ہو ہم انتظار کریں اور جب حضور ﷺ پر نازل ہوں اللہ کے احکام تو کیسے ممکن ہے کہ حضور سید عالم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ پر قرآن نازل ہو اور پھر ایسا قرآن نازل ہو کہ حضور ﷺ اُس کا مفہوم بھی نہ سمجھیں اُس کے معنی بھی حضور ﷺ نہ سمجھیں حضور ﷺ کو پتہ نہ چلے کہ اللہ منافقین کا لفظ فرما رہا ہے اب مجھے (حضور ﷺ کو) کیا پتہ کہ منافق کون ہے کون نہیں ہے۔ تو پھر یہ کیا ہوا۔ تو یہ لوگوں نے دین کا مذاق بنا لیا اور یہ کہہ دیا کہ حضور ﷺ کو منافقوں کا علم نہیں تھا۔ یہ غلط ہے اور یہ جھوٹ ہے۔ قرآن نے تو یہاں تک کہہ دیا فَلَعَرَفْتَهُم بِسِيمَاهُمْ ط وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ ط (پارہ ۲۶ محمد آیت ۳۰) میرے محبوب آپ نے تو اُن کی پیشانیوں سے اُن کو پہچان لیا اور رہی سہی بات اُن کے لب ولہجہ سے ظاہر ہو جائے گی کیونکہ مؤمن کا لب ولہجہ منافق کے لب ولہجہ سے کبھی مل نہیں سکتا اور منافق کا لب ولہجہ مؤمن کے لب ولہجہ سے کبھی موافقت نہیں کر سکتا تو اللہ تعالیٰ نے جب یہ فرما دیا کہ محبوب آپ نے اُن کو پہچان لیا۔ اب آپ کے دل میں یہ خیال ہو گا کہ اگر یہی بات تھی تو اللہ تعالیٰ نے یہ کیسے فرمایا لَا تَعْلَمُهُمْ ط نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ط (پارہ ۱۱ التوبة ۱۰۱) مدینہ میں جو منافقین ایسے ہیں کہ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ جنھوں نے نفاق پر تمرد اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا تَعْلَمُهُمْ ج نَحْنُ

نَعْلَمُهُمْ آپ ان کونہیں جانتے ہم اُن کو جانتے ہیں تو اِس آیت کا مطلب لوگوں نے صحیح نہیں سمجھا جبکہ اللہ نے یہ بتا دیا کہ آپ تو اُن کی پیشانی سے ان کو پہچان لیتے ہیں کہ یہ منافق ہیں اور پیشانی سے آپ اُن کو جان لیتے ہیں کہ یہ منافق ہیں اب یہ بات کہ لَا تَعْلَمُهُمْ ط نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ط کیا مفہوم ہوگا اس کا اِس کا مفہوم آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ اللہ فرماتا ہے اِن منافقوں کو آپ نہیں جانتے ہم جانتے ہیں ہم دو دفعہ انہیں عذاب دیں گے۔ اگر آپ غور فرمائیں تو اِس کا مفہوم صاف اور واضح یہ ہے کہ یہاں جاننے سے لَا تَعْلَمُهُمْ ط سے حضور ﷺ کے علم کی نفی مراد نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ میرے محبوب یہ آپ کے جو دشمن ہیں آپ اِن کو نہیں جانتے ہم انہیں جانتے ہیں۔ یہ علم کی نفی کیلئے نہیں ہے بلکہ یہ اس بات کے لئے ہے کہ حضور صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تو رؤف و رحیم ہیں حضور صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تو منافقین کا عذاب بھی نہیں چاہتے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا پیارے محبوب ہم اِن کو ایک نہیں دو دفعہ عذاب دیں گے اور آپ انہیں نہیں پہچانتے آپ انہیں نہیں جانتے ہم جانتے ہیں یہ کس لئے فرمایا؟ یہ اِس لئے فرمایا کہ حضور سرورِ عالم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ کو یہ فرمانا مقصود ہے کہ پیارے محبوب اِن کا معاملہ اب آپ ہمارے پر چھوڑ دیجئے آپ اِن کو نہیں جانتے ہم انہیں جانتے ہیں، آپ اِن کو نہیں جانتے کا کیا مطلب؟ آپ تو اِن کے عذاب کو بھی گوارا نہیں فرمارہے کیونکہ آپ تو رحمة للعالمین ہیں اور ہم تو اِن کو ایک دفعہ نہیں دو دفعہ عذاب دیں گے لہٰذا آپ ان کو ہمارے پر چھوڑ دیں۔ آپ کو معلوم ہے ایک محبوب کا دشمن جو کھلم کھلا محبوب کے ساتھ دشمنی کرتا ہے اور جب محبّ کو پتہ لگے کہ یہ میرے محبوب کا دشمن ہے اور محبوب بھی جانتا ہے کہ یہ میرا دشمن ہے لیکن محبوب کچھ کہتا نہیں اور محبّ نے کیا کیا، محبّ نے اُس کو سزا دینے کی تیاری کی تو محبوب نے کہا کہ آپ سزا نہ دیں تو محبّ کہے گا تو نہیں جانتا اس کو میں جانتا ہوں یہ کیسا ظالم ہے۔ اِس نہ جاننے کا مطلب علم کی نفی نہیں ہے اِس نہ جاننے کا مطلب یہ ہے کہ اے محبوب آپ اِن کے کفر و نفاق اور اِن کے تمرد کو کوئی ایسی نوعیت نہیں دے رہے کہ جس نوعیت کی بناء پر آپ اِن کے عذاب کو دیکھیں اور دیکھیں کہ یہ معذب ہو رہے ہیں یہ آپ کا حسنِ خلق ہے آپ کی کمالِ رافت ہے اور آپ کی کمالِ رحمت ہے پھر اس کے علاوہ یہ

بھی عرض کروں گا کہ اگر لَا تَعْلَمُهُمْ سے یہی مراد لیا جائے کہ حضور ﷺ اُن کو نہیں جانتے تو پھر آپ ہی مجھے بتائیں کہ جب حضور ﷺ اُنھیں جانتے ہی نہیں تو وَلَا تُصَلِّ عَلٰی أَحَدٍ مِّنْهُمْ کے کیا معنی ہوں گے حضور ﷺ تو انہیں جانتے ہی نہیں تو آپ کس طرح اس آیت پر عمل کریں گے اور حضور ﷺ اُن کو جانتے ہی نہیں تو جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ پر عمل کیوں کر ہوگا تو عمل تو جبھی ہوسکتا ہے کہ جب حضور ﷺ اُن کو جانتے ہوں اور قرآن نے خود بھی کہہ دیا کہ میرے محبوب آپ تو اُن کو اُن کی پیشانی سے پہچان لیتے ہیں اور اُن کے لب ولہجہ سے آپ اُن کو پہچان لیتے ہیں مجھے ایک واقعہ یاد آیا غالباً تفسیر بحر موّاج میں ہے یا کہاں ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کا حمار مبارک جونہی کسی منافق کو دیکھتا تو اس کو دیکھتے فوراً پیشاب کر دیتا اور لوگ پہچان لیتے کہ یہ منافق ہے اور منافق کی نشانی یہ مقرر ہوگئی کہ وہاں لے چلو دیکھو اس کو دیکھ کر وہ حمار شریف پیشاب کرتا ہے یا نہیں کرتا اگر پیشاب کر دیا تو سمجھو پکا منافق ہے۔ اے آقائے نامدار صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ آپ کی عظمتوں کا کیا کہنا بھئی! حضور ﷺ کا وہ حمار شریف جس پر حضور ﷺ نے سواری فرمائی اُس تک کو اللہ تعالیٰ نے یہ امتیاز عطا فرما دیا اور یہ کہتے ہیں کہ رسول کو پتہ نہیں۔ بہر نوع میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ نے فرمایا يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ اے پیارے نبی محترم! آپ کافروں اور منافقوں سے جہاد کریں اور ہر ایک کا جہاد چونکہ الگ الگ ہے اور یہ جبھی ہوسکتا ہے جب حضور ﷺ کو کافروں کے ساتھ ساتھ منافقین کا بھی علم ہو۔ اب جو لوگ اس بات کے منکر ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو منافقین کا علم بھی نہیں تھا۔ چونکہ اللہ کا حکم یہ تھا کہ ان پر کفر کے احکام نافذ نہ کئے جائیں اور ان کو رہنے دیا جائے اِن کے نفاق کا پردہ اِن پر پڑا رہے جب تک اللہ چاہے۔ تو مؤمنوں کو اِس بات کی بڑی تکلیف تھی کہ یہ ہم میں رلے ملے رہتے ہیں لوگوں کو پتہ نہیں چلتا کہ یہ مؤمن ہیں یا منافق ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ یہ خبیث پکے منافق ہیں تو اِن ایمان والوں کو یہ بات ناگوار تھی کہ منافق کیوں ہم میں رلے ملے رہتے ہیں وہ چاہتے تھے کہ مؤمن الگ ہو جائیں اور منافق الگ ہو جائیں اور ہر مؤمن کی طبیعت کا یہ تقاضا ہے تو مسلمان اِس بات کے لئے بڑے بے چین تھے اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ نے قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى

مَا أَنۡتُمۡ عَلَیۡهِ (پارہ ۴ ،اٰل عمران ۱۷۹) ایمان والو! گھبراؤ مت یہ جو تمہارے ساتھ منافق رلے ملے ہیں اور پتہ نہیں چلتا کہ منافق کون ہے اور مؤمن کون ہے یہ حال زیادہ دیر تک نہیں رہے گا اللہ ایمان والوں کو اس حال پر چھوڑے گا نہیں کہ مؤمن، منافق کا پتہ نہ چلے ایسا نہیں ہوگا اللہ کی حکمت ہے اُسے پوری ہو جانے دو کچھ دیر یہ مؤمنوں میں رلے ملے رہیں اِس کو تم برداشت کر جاؤ لیکن یہ حال زیادہ دیر تک نہیں رہے گا آخر نتیجہ کیا ہوگا حَتّٰی یَمِیۡزَ الۡخَبِیۡثَ مِنَ الطَّیِّبِ (اٰل عمران ۱۷۹) اللہ منافقوں اور مؤمنوں کو رلا ملا نہیں رکھے گا یہاں تک کہ اللہ جدا کر دے گا خبیث کو طیب سے۔ خبیث ہیں منافق اور طیب ہیں مؤمن۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو خبیث کو طیب سے جدا کر دے گا اور تمہیں پتہ چل جائے گا کہ یہ خبیث ہیں اور تم طیب ہو۔ اب یہ بات ایسی تو تھی نہیں کہ یونہی لوگوں کو پتہ چل جائے یہ تو اللہ تعالیٰ کی ایک حکمت کے مطابق وہ تقاضا پورا ہو تو یہ بات سامنے آئے چنانچہ اس حکمت کی تکمیل کے لئے یہ ہوا کہ جمعہ کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام منبر پر جلوہ فرما ہوئے اور حضور ﷺ کی مسجد منافقوں اور مؤمنوں سے بھری ہوئی تھی منافق اور مؤمن سب رلے ملے بیٹھے تھے دیکھنے والوں کو پتہ نہیں چلتا تھا کہ منافق کون ہے اور مؤمن کون ہے۔ اور اللہ کا وعدہ تھا حَتّٰی یَمِیۡزَ الۡخَبِیۡثَ مِنَ الطَّیِّبِ یہاں تک کہ خبیث کو جدا کر دیں طیب سے۔ حضور ﷺ منبر شریف پر جلوہ فرما ہوئے اور فرمایا اُخۡرُجۡ یَا فُلَان فَإِنَّکَ مُنَافِق اے فلاں تو نکل جا تُو منافق ہے قُمۡ یَا فُلَان فَإِنَّکَ مُنَافِق اے فلاں تو کھڑا ہو جا تُو منافق ہے اِذۡهَبۡ یَا فُلَان فَإِنَّکَ مُنَافِق اے فلاں تو چلا جا تُو منافق ہے، اُخۡرُجۡ یَا فُلَان فَإِنَّکَ مُنَافِق اے فلاں تو نکل جا تُو منافق ہے، ایک ایک منافق کا نام لے لے کر حضور ﷺ نے کھڑا کیا اور مسجدِ نبوی میں اللہ کے حکم سے اللہ کے وعدے کو پورا کرنے کے لئے۔ اِیۡفَاءً لِوَعۡدِ اللّٰهِ. اللہ کا وعدہ تھا حَتّٰی یَمِیۡزَ الۡخَبِیۡثَ مِنَ الطَّیِّبِ اللہ کے وعدے کو پورا کرنے کیلئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ایک منافق کو جدا جدا حکم دیا تو کھڑا ہو جا، تو بھاگ جا، تو نکل جا، تو منافق ہے تین سو سے زائد منافق مسجد سے حضور ﷺ نے باہر نکالے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اُس دن مجھے مسجد میں آنے میں کچھ تاخیر ہوگئی تو میں جب آیا تو اتنا انبوہِ کثیر تھا (تین سو آدمی جب مسجد سے نکل کر باہر آئیں گے) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ

بڑے گھبرائے اور انہوں نے سمجھا کہ جمعہ تو ہو چکا اور نمازی واپس جا رہے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد کے اندر آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ابھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ آ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ پڑھا۔ تین سو سے زائد منافق نکل گئے۔ وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی ہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی ہیں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی ہیں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ اب ایک بات میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ایک منافق کا علم تھا یا نہیں تھا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لے لے کر سب کو نکالا یا نہیں نکالا؟ سرکار نے صاف صاف فرمایا اُخْرُجْ یَا فُلَان فَإِنَّکَ مُنَافِق اے فلاں تو نکل تُو منافق ہے قُمْ یَا فُلَان فَإِنَّکَ مُنَافِق اے فلاں تو کھڑا ہو جا تُو منافق ہے۔ تین سو سے زائد منافقوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکالا۔

یہاں ایک بات تو یہ ہوگئی کہ حضور تاجدارِ مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کا علم ہے اور اگر نہ ہو تو ظاہر ہے کہ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ پر بھی عمل نہیں ہو سکتا اگر منافقین کا علم نہ ہو تو وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ أَبَدًا اس پر بھی عمل نہیں ہو سکتا اور وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ (پارہ ۱۰۔ التوبۃ آیت ۸۴) اس پر بھی عمل نہیں ہو سکتا اور ان تمام آیات پر عمل ضروری ہے اور یہ عمل بغیر علم کے ہو نہیں سکتا معلوم ہوا کہ علم ہے تبھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان احکام کا مکلّف فرمایا۔

دوسری بات یہ کہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں جو بدگمان ہیں اُن کو سوچنا چاہیئے کہ جو منافق تھے اُن کو تو نکال دیا اور جو مؤمن تھے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھ لیا، رکھ لیا کہ نہیں، تو اگر معاذ اللہ اِن میں بھی کوئی ایسی بات ہوتی تو جس آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے جس ذاتِ مقدسہ نے (اُن کی زبانِ مقدسہ پر کروڑوں درود ہوں) نام لے لے کر جب ایک ایک کو نکالا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اِن کو کیسے رکھ لیتے۔ معلوم ہوا کہ وہ جو نکل گئے وہ منافق تھے اور یہ جو رہ گئے یہ مؤمن تھے اور پھر ایسے مؤمن ایسے مؤمن کہ آج تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی ہیں۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں یا نہیں؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں یا نہیں؟ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ جنت البقیع میں ہیں یا نہیں؟ سبحان اللہ سبحان اللہ. حضور تاجدارِ مدنی صلی اللہ علیہ وسلم اھلِ بقیع غرقد کے لئے کتنے

اچھے اچھے نورانی کلمات فرمایا کرتے تھے سبحان سبحان اللہ سبحان اللہ. بہر نوع میں عرض کررہا تھا کہ اللہ نے فرمایا یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ اے نبی محترم! کافروں کے ساتھ وہ جہاد فرمائیں کہ جو کافروں کے حال کے مناسب ہو اور منافقوں سے وہ جہاد فرمائیں جو منافقوں کے حال کے لائق ہو چنانچہ حضور ﷺ نے اللہ کے حکم کی تعمیل فرمائی منافقوں کے ساتھ بھی جہاد فرمایا اور مومنوں کی معیت میں کافروں کے ساتھ بھی جہاد فرمایا اور یہ عمل علم کے بغیر ممکن نہیں لہٰذا حضور ﷺ کا علم بھی کامل اور عمل بھی کامل ہے۔

ایمان شرطِ اول: ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ کَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا وَّقِیْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِیْنَ ﴿۱۰﴾ (التحریم ۱۰) اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کی مثال بیان فرمائی۔ مَثَل مِثْل مِثَال ایک ہی معنی میں آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کی مثال کافروں کے لئے بیان فرمائی اور وہ کیسے بیان فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ اللہ نے حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی، دونوں کی بیویوں کی مثالیں اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے بیان فرمائیں کَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ یہ دونوں عورتیں ہمارے دو مقدس بندوں کے نکاح میں تھیں (حضرت نوح علیہ السلام کے نکاح میں تھیں ان کی بیوی، حضرت لوط علیہ السلام کے نکاح میں تھیں ان کی بیوی) فَخَانَتٰهُمَا پھر ان دونوں نے ان کی خیانت کی حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی نے نوح علیہ السلام سے خیانت کی اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نے لوط علیہ السلام سے خیانت کی۔ اگر چہ یہ نبیوں کے نکاح میں تھیں نوح علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں اور اللہ کی زمین پر اللہ کے پہلے رسول ہیں اگر چہ وہ ان کی بیوی ان کے نکاح میں تھی لیکن کیا ہوا؟ اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی لوط علیہ السلام کے نکاح میں تھی لیکن کیا ہوا؟ فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا نہ حضرت نوح علیہ السلام کا رشتہ ان کی بیوی کے کام آیا نہ حضرت لوط علیہ السلام کا رشتہ ان کی بیوی کے کام آیا۔ تو پتہ چلا کہ

اے کافرو! اے مشرکو! اگر تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل ہونے پر بڑے شاداں وفرحاں ہو کہ ہم تو ابراہیم علیہ السلام کی نسل ہیں ہماری تو بڑی شان ہے کیونکہ جتنے کفار مکہ تھے یہ تو قریش تھے اور قریش ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تھے تو یہ نسلِ ابراہیمی پر ہونے کی وجہ سے بڑے مغرور ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے کافرو! اے مشرکو! حضرت نوح علیہ السلام کا خاوند ہونا ان کی بیوی کے کچھ کام نہ آیا اور حضرت لوط علیہ السلام کا خاوند ہونا ان کی بیوی کے کچھ کام نہ آیا، کیوں؟ اس لئے کہ دونوں نے خیانت کی تھی نوح علیہ السلام کی بھی اور لوط علیہ السلام کی بھی اور تم نے تو بہت بڑی خیانت کی ہے کیونکہ تم نے تو ملتِ ابراہیمی کو بالکل بدل ڈالا، کہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت اور کہاں تمہاری یہ جاہلیت اور بت پرستی اور یہ تمہارے تمام کفر وشرک کے اطوار، تو جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ملت کو تم نے بدل دیا اور ان سے بالکل تم الگ تھلگ ہو گئے تو اب ان کی نسبت تمہارے اسی طرح کام نہیں آئے گی جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کے کام حضرت نوح علیہ السلام کی نسبت نہیں آئی اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کے کام لوط علیہ السلام کی نسبت نہیں آئی تو تمہارے بھی کام نہیں آئے گی ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی نسبت کیونکہ تم نے بہت بڑی خیانت کی ہے انہوں نے بھی بہت بڑی خیانت کی تھی۔

<u>ازواجِ انبیاء جنسی خیانت سے پاک ہیں:</u> مگر ان کی خیانت کے متعلق یہ کبھی خیال نہ کرنا کہ انہوں نے جنسی خیانت کی تھی کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی بیویاں اگرچہ کافرہ ہوں لیکن پھر بھی جنسی خیانت نہیں کر سکتیں اس لئے کہ یہ ایک عار ہے یہ ایک ننگ ہے اللہ تعالیٰ اس عار سے اپنے نبیوں کو محفوظ فرماتا ہے لہٰذا انہوں نے وہی خیانت کی جیسے گھر میں عورتیں اپنے خاوندوں کے اسرار یا ان کے بھید یا ان کا راز کھول دیا۔ راز بھی ایک امانت ہے۔ کوئی بھید کی بات آپ کریں وہ ایک امانت ہے تو اگر آپ اُس امانت کو ضائع کریں گے تو ضرور خیانت ہوگی یا کوئی بیوی اپنے خاوند کے مال میں خیانت کرے وہ بھی جنسی خیانت ہوگی اگر کوئی بیوی اپنے خاوند کے نظم ونسق میں اُس کے خلاف کوئی تصرف کرے یہ بھی خیانت ہوگی اگر کوئی بات بیوی کو کہے یا وہ اُس کا چھپا ہوا راز ہو اُس نے بیوی کو نہیں کہا، چھپا ہوا راز ہے اور اُس (بیوی) نے لوگوں کو بتا دیا یہ بھی خیانت ہے تو یہ اس قسم کی خیانت تھی یہ نہیں ہے کہ ان کی بیویوں کا کسی

دوسرے مرد سے خدانخواستہ کوئی اس قسم کا رابطہ ہوسکتا ہے جنسی خیانت جس کو کہا جائے انبیاء علیھم السلام اس سے پاک ہیں کہ ان کی بیویاں جنسی خیانت کریں انبیاءؑ اس سے پاک ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ کفر بہت بڑا گناہ ہے لیکن اس کے باوجود میں آپ سے ایک بات عرض کرتا ہوں کہ ہر شہر کے اندر جو بدکار لوگوں کے اڈے ہوتے ہیں وہ اپنے آپ کو ہی مسلمان کہتے ہیں وہ مرد بھی اور عورتیں بھی اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتے ہیں اب یہ سمجھنے کی بات ہے اور غور کرنے کی بات ہے۔ دیکھئے وہ کہتے تو ہیں مسلمان اور مسلمان ہی ہیں لیکن ایک بات پوچھتا ہوں آپ سے ایک بدکار مرد جو اپنی لڑکیوں کو بھی بدکاری پر مجبور کئے ہوئے ہے اور اپنے سارے خاندان کو اُس نے بدکاری کی بھینٹ چڑھایا ہوا ہے اور خود بھی بدکاری میں مبتلا ہے اور سب دنیا جانتی ہے کہ اِس کا پیشہ کیا ہے اور اس کے گھر والوں کا پیشہ کیا ہے تو اب وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے لوگ کہتے ہیں کہ ہاں یہ مسلمان ہے اور اب ہم سے بھی کوئی یہ مسئلہ پوچھے تو ہم بھی یہی کہیں گے کہ اگر مر جائے تو جنازے کی نماز کوئی ایسا آدمی پڑھا دے کہ جو عام مسلمان ہو کوئی ایسا شخص نہ پڑھائے کہ جو دین میں بڑی وقعت والا ہو، ہم بھی یہی کہیں گے یہی فتویٰ دیں گے اس کے بارے میں۔ لیکن آپ سے میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر کوئی کافر جو بالکل کھلم کھلا کافر ہو۔ اب مثال میں نہیں دیتا فرض کیجئے گاندھی یا نہرو یہ دونوں مشرک تھے یا نہیں تھے؟ ایک طرف کنجر ہو اور ایک طرف نہرو ہو دونوں میں کس کی عزت ہوگی لوگوں کی نگاہوں میں حالانکہ وہ کافر ہے بھئی ایک طرف گاندھی ہو اور ایک طرف بدکاری کا اڈہ چلانے والا کنجر ہو تو پوچھتا ہوں کہ لوگوں کی نگاہوں میں کون معزز ہوگا اگرچہ وہ کافر ہے لیکن لوگوں کی نظروں میں وہ معزز ہوگا اور اس (کنجر) کو نہایت ہی حقارت اور نفرت کی نگاہوں سے دیکھیں گے تو پتہ چلا اور معلوم ہوا کہ کیونکہ یہ کام اور یہ بے حیائی یہ ایسی بری چیز ہے کہ اسلام کا نام لینے کے باوجود بھی اس کی کراہت زائل نہیں ہوتی بلکہ کوئی اس کو برداشت نہیں کرتا۔ شریف انسان اس کے تصور کو برداشت نہیں کرتا تو اس لئے کفر بہت بڑا گناہ ہے مگر اس کے باوجود ایک طرف بے حیائی اور ایک طرف کفر جب دونوں کا تقابل کرو تو بے حیائی جو ہے وہ انتہائی مکروہ ہے اور کفر بہت بڑا گناہ ہونے کے باوجود اتنا مکروہ نہیں ہے اتنا ناپسند نہیں ہے۔ آخرت میں جا کر جو کچھ بھی ہو وہ تو الگ چیز

ہے لیکن میں دنیا کی بات کرر ہا ہوں کہ لوگوں کی نگاہوں میں وہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ ایک بے حیائی والا معاملہ ہے تو بے حیائی والا معاملہ جو ہے وہ تو بہت برا ہوتا ہے۔اس لئے انبیأ علیھم السلام کی بیویوں سے کفر ہوسکتا ہے مگر انبیأ علیھم السلام کی بیویوں سے بے حیائی کا کام نہیں ہوسکتا تو اس لئے فَخَانَتٰهُمَا کے یہ معنی کوئی نہ سمجھے کہ انہوں نے کوئی جنسی قسم کی خیانت کی، انبیأ علیھم السلام اس سے پاک ہیں کہ ان کی بیویاں جنسی خیانت میں ملوث ہوں، ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ ان کے کوئی پوشیدہ راز کھول دیں ہوسکتا ہے کہ ان کی امانتوں میں، انُ کے دنیوی مال وغیرہ میں کوئی غلط تصرف کریں ہوسکتا ہے مگر یہ بے حیائی نہیں ہے یہ بدکاری نہیں ہے۔ بدکاری اور بے حیائی کا کام نبی کی بیوی سے نہیں ہوسکتا۔ خود حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا مَا زَنَتْ اِمْرَأةُ نَبِيٍّ قَطُّ نبی کی کسی بیوی نے کبھی زنا نہیں کیا اور ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ مَا بَغَتْ اِمْرَأةُ نَبِيٍّ قَطُّ کسی نبی کی بیوی نے کبھی بغی کا کام نہیں کیا یہ بھی زنا کو کہتے ہیں اور ایک حدیث میں آتا ہے اس کا مفہوم بھی ایسا ہی ہے کہ نبی کی بیوی سے کفر ہوتو ہو مگر نبی کی بیوی سے بے حیائی کا کام نہیں ہوسکتا۔تو اس لئے نوح علیہ السلام کی بیوی کافرہ تھی مگر بدکار نہیں تھی لوط علیہ السلام کی بیوی کافرہ تھی مگر بے حیا نہیں تھی۔آپ سمجھے۔اللہ نے فرمایا کہ ہم نے کافروں کے لئے نوح علیہ السلام کی بیوی اور لوط علیہ السلام کی بیوی کی مثل بیان کی اور مثل بیان کرنے کا مطلب کیا ہے کہ اے کافرو! تم اگر ابراھیم علیہ السلام کی نسبت لے کر آئے ہوئے ہو تو ان کو بھی تو کوئی نسبت تھی نوح علیہ السلام کی اور لوط علیہ السلام کی وہ نسبت ان کے کام نہیں آئی تمہارے کام ابراھیم علیہ السلام کی نسبت کیسے آئے گی۔تو یہ ان کے لئے مثال بیان ہوگئی کہ نہیں ہوگئی؟ اب اس کے بعد وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ﴿۱۰﴾ ان سے کہہ دیا گیا کہ جہنم میں داخل ہو جاؤ جہنم میں داخل ہونے والوں کے ساتھ۔کس سے؟ نوح علیہ السلام کی بیوی جو کافرہ تھی اور لوط علیہ السلام کی بیوی جو کافرہ تھی ان سے کہہ دیا گیا کہ تم جہنم میں داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ یعنی نوح علیہ السلام کا رشتہ نوح علیہ السلام کی بیوی کے کام نہیں آیا، لوط علیہ السلام کا رشتہ لوط علیہ السلام کی بیوی کے کام نہیں آیا تو جب یہ دونوں رشتے اِن کے کام نہیں آئے تو تمہارا یہ رشتہ کیسے کام آئے گا جبکہ تم نے ملتِ ابراھیمی کو بالکل مسخ کر کے رکھ دیا تو تم کس طرح ابراھیم علیہ السلام کا نام لیتے ہو اور کیوں کہتے ہو کہ اُن کی نسبت ہمارے

کام آجائے گی تو اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے نوح علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کی بیویوں کی مثالیں بیان فرمائیں اور مثالیں بیان فرمانے کا یہی مفہوم ہے کہ ان کے خاوندوں کا رشتہ ان کے کام نہیں آیا تو ابراھیم علیہ السلام کا رشتہ تمہارے کام نہیں آئے گا کفر ایسی چیز ہے کہ یہ تمام چیزیں وہاں کام نہیں دیتیں کفر ایسی چیز ہے کہ یہ نسبت وہاں کام نہیں دے گی۔ اب آدم علیہ السلام کی اولاد سارے ہیں یا نہیں ہیں؟ بتائیے کافر ہو، مشرک ہو، منافق ہو، سب حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں یا نہیں تو اب تو کافر آکر کہنے لگیں اور ناچنے لگیں کہ بھئی ہم تو خلیفة الله کی اولاد ہیں ہم کیسے دوزخ میں جائیں گے، ارے ظالمو! جب تم کفر کرو گے تو جاؤ گے نہیں دوزخ میں تو اور کہاں جاؤ گے۔ اگر کفار، مشرکین، منافقین آکر ناچنے لگیں شور مچانے لگیں کہ ہم تو خلیفةالله کی اولاد ہیں ہم چاہے کفر کریں کچھ کریں بتوں کو پوجیں جو مرضی کریں شراب پئیں، خنزیر کھائیں جو مرضی کریں ہمیں کون دوزخ میں ڈالنے والا ہے ہم تو خلیفة اللّٰه آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں، ارے آدم خلیفة الله کی اولاد تو تم ہو مگر یہ اولاد ہونا کام نہیں آئے گا جو تمہارے عقائد اور تمہارے اعمال ہیں جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کا اور حضرت لوط علیہ السلام کا رشتہ ان کی بیویوں کے کام نہیں آیا خلیفة الله کی نسبت تمھارے کام نہیں آئے گی اور کافروں کے کام حضرت ابراھیم علیہ السلام کی نسبت نہیں آئے گی تو یہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے مثالیں بیان فرمائیں وہ مثل تو کافروں کے لئے تھی نوح علیہ السلام کی بیوی کی مثل اور لوط علیہ السلام کی بیوی کی مثل تو کافروں کے لئے تھی کہ اے کافرو! تم دنیا میں کہتے پھرو کہ ہم خلیفة اللّٰه آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور ہم ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی اولاد ہیں اور ہم اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کی اولاد ہیں ہمارا کوئی کیا بگاڑے گا، ارے بے وقوفو! جب تم نے کچھ چھوڑا ہی نہیں ہے اپنا، کفر کیا، شرک کیا، بت پرستی کی تو اب کس طرح یہ نسبتیں تمہارے کام آئیں گی، نہیں آئیں گی دیکھ لو نوح علیہ السلام کی بیوی کو کوئی بھی ان کا رشتہ ان کے کام نہیں آیا دیکھو لوط علیہ السلام کی بیوی کو کوئی بھی ان کا رشتہ ان کے کام نہیں آیا تو تمہارے کیسے کام آئے گا۔ لہٰذا اپنے حال کو ٹھیک کرو، عقائد کو بناؤ درست کرو، توحید کو اختیار کرو نیکی اور پارسائی کو اپناؤ تب تو تمہارا کام بنتا ہے ورنہ نہیں بنتا اور اس کے بعد پھر ایمان والوں کے لئے بھی اللہ نے ایک مثل بیان فرمائی وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ

رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَکَ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ وَنَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِہٖ وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ

(التحریم ١١) ایمان والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرعون کی بیوی کی مثال بیان فرمائی حضرت آسیہ جو فرعون کی بیوی تھیں اللہ نے ایمان والوں کے لئے ان کی مثال بیان فرمائی اور فرمایا، یاد کرو جب فرعون کی بیوی نے اپنے رب کی بارگاہ میں یہ التجا کی اور دعا کی کہ اے میرے رب اپنے قُرب میں میرے لئے جنت کے اندر ایک گھر بنا دے اور اُس گھر کو تیرا قُرب حاصل ہو، تیرا دیدار مجھے اُس گھر میں بار بار ہوتا رہے۔ جنت میں میرے لئے ایک گھر بنا دے۔ اب یہ کتنی پاک اور کتنی طیبہ طاہرہ عورت تھیں کہ جس نے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی اے میرے رب جنت میں اپنے نزدیک یعنی اپنے قُرب میں، اپنے جوار میں میرے لئے گھر بنا دے وَنَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِہٖ وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ اور اے اللہ مجھے جنت میں ایک گھر بنا کر وہاں بلا لے اور فرعون سے مجھے نجات دلا دے اور اس کے عمل سے بھی مجھے نجات دلا دے۔ فرعون کا عمل کیا تھا؟ اس پاک دامنہ بیوی کے پاؤں اور ہاتھوں میں وہ میخیں ٹھونک دیا کرتا تھا اس قدر تکلیفیں پہنچاتا تھا بہت ظالم تھا تو اللہ کی بارگاہ میں حضرت آسیہ نے دعا کی یا اللہ! یہ فرعون کہ میں جس کے نکاح میں ہوں اِلٰہَ العالمین! تُو اس سے تو مجھے نجات دلا دے اور اس کے عمل سے بھی مجھے نجات دلا دے اور اپنے قُربِ خاص میں جنت میں مجھے ایک گھر بنا کر دے دے یہ حضرت آسیہ نے اللہ سے دعا کی۔ اس سے آگے ہے وَمَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا (التحریم آیت ١٢) اب یہ دو عورتوں کی بات آئی ایک تو حضرت آسیہ کی جو فرعون کی بیوی تھیں اور ایک حضرت مریم علیہا السلام کی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہیں علیہما السلام پہلے اِن کی بات پوری کر دوں حضرت آسیہ کی مثال بیان فرمانے کا کیا مقصد ہے؟ وہ جو اللہ نے ایمان والوں کے لئے بیان فرمائی ہے، تو جیسے کافروں کے لئے جو مثال بیان فرمائی تھی اس کا مقصد آپ کے سامنے آ گیا میں نے واضح کر دیا یا نہیں کر دیا؟ تو ایمان والوں کے لئے ایک مثال تو یہ بیان کی اُدھر کافروں کے لئے بھی دو مثالیں تھیں ایک نوح علیہ السلام کی بیوی کی، ایک لوط علیہ السلام کی بیوی کی اور اِدھر بھی دو مثالیں ہو گئیں ایک حضرت آسیہ کی اور ایک حضرت مریم کی۔ حضرت آسیہ کی مثال میں ایمان والوں کے لئے کیا سبق ہے؟ اور کافروں پر کون سا رد

ہے؟ یہ بات سمجھنے کے قابل ہے اصل بات یہ ہے کہ بے شک فرعون، فرعون تھا فرعونیت تو بڑی عجیب چیز ہے فرعونیت کا تصور بھی انسان کو گھبرا دیتا ہے اگر چہ وہ فرعون تھا اور وہ (حضرت آسیہ) اس کی منکوحہ تھیں اور ظاہر ہے کہ عورتیں تو ویسے ہی کمزور ہوتی ہیں اور پھر مردوں کے قبضے میں ہوتی ہیں اور فرعون جیسا ظالم مرد تو بہرحال اُس کے قبضے میں تھیں لیکن باوجود اِس کے کہ فرعون اُن کا خاوند تھا اور حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہ فرعون کی بیوی تھیں مگر فرعون ان کو ڈھب پر نہیں لا سکا بھئی ان کو کافر نہیں بنا سکا۔ فرعونیت قبول نہیں کرا سکا کفر قبول نہیں کرا سکا اور پھر جتنے عرصے تک اللہ تعالیٰ نے چاہا اتنے عرصہ تک تو بے شک وہ اس کی مصیبت میں مبتلا رہیں لیکن فرعون میں کہاں یہ طاقت تھی کہ حضرت آسیہ کو ملک الموت کے ہاتھ سے بچا کر اور ہمیشہ اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنائے رکھے بھئی! جب حضرت آسیہ کو موت آئی تو ایمان سے کہنا کہ وہ سیدھی جنت میں گئیں یا نہیں گئیں؟ عزت، مکرمت اور راحت کا مقام انہوں نے پایا یا نہیں پایا؟ تو فرعون کتنا ہی ظالم سہی لیکن اللہ کا مقابلہ تو نہیں کر سکتا جب اللہ نے چاہا اپنی نیک پاک بندی کو اس کے پنجے سے نکال لے تو فرعون دیکھتا رہ گیا کہ اب میں کیا کروں بھئی! حضرت آسیہ چلی گئیں یا نہیں گئیں؟ سیدھی جنت میں گئیں یا نہیں گئیں؟ انہوں نے دعا بھی کی کہ یا اللہ اپنے قُرب میں میرے لئے اپنی جنت میں گھر بنا دے اور پھر وہ گھر اللہ نے ان کے لئے وہاں بنایا فرعون کے اندر طاقت تھی کہ وہ روک دیتا کہ وہاں ان کا گھر جنت میں نہ بنے؟ فرعون میں یہ طاقت نہیں تھی تو پتہ چلا کہ ظالموں کے ظلم اور کافروں کے کفر کی یلغار جو ہوتی ہے وہ بالکل عارضی ہوتی ہے اُس کے بعد اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اُن کے ظلم و ستم کے پنجے سے نجات دے دیتا ہے جیسے کہ حضرت آسیہ کو فرعون کے ظلم سے نجات دے دی اسی طرح اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو کافروں سے نجات دیتا ہے اور آخری مرحلہ مؤمنوں کے حق میں نجات پر منتج ہوتا ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام کی بات کیا تھی، آپ کو معلوم ہے اِدھر تو ظلم ہو رہا تھا فرعون کی طرف سے حضرت آسیہ پر اور اُدھر حضرت مریم علیہا السلام کا کیا حال تھا استغفر اللہ کیا کہوں آپ سے جب حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے تو یہودی بدمعاش! انہوں نے کیا کہا انہوں نے کہا کہ (یا مریم) یٰاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ أَبُوْكِ امْرَأَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا ٥ (پارہ ۱۶ مریم آیت ۲۸)

اے مریم تیرا باپ کوئی برا آدمی نہ تھا تیرا باپ تو اچھا آدمی تھا وَّمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا اور اے مریم تیری ماں بھی زانیہ نہیں تھی اب یہ بچہ تو کہاں سے لائی یہ بتا۔ حضرت مریم علیہا السلام نے فرمایا کہ جس کی وجہ سے مجھ پر الزام لگاتے ہو اس سے پوچھ لو یہ مجھ سے مت پوچھو جس کی وجہ سے تم میری توہین کررہے ہو اسی سے پوچھ لو تو انہوں نے کہا کہ ہم اس سے کیا پوچھیں یہ بچہ ابھی پیدا ہوا ہے اور گود کا بچہ ہے اور تم ہم کو بے وقوف بنا رہی ہو کہ ہمیں کہتی ہو کہ اس گود کے بچہ سے خطاب کریں ہم اس سے کیسے پوچھیں یہ تو گود کا بچہ ہے اور گود کے بچے سے کون پوچھتا ہے حضرت مریم علیہا السلام نے یہی فرمایا کہ میں کچھ نہیں جانتی جو کچھ پوچھنا ہے اس بچہ سے پوچھ لو۔ پھر ہوا کیا دیکھئے اُدھر حضرت آسیہ کو فرعون سے اللہ نے نجات دلائی اور اِدھر حضرت مریم علیہا السلام کی عزت وعظمت کو جو چیرہ چیرہ کرنے والے اور ریزہ ریزہ کرنے والے ناپاک لوگ تھے ان کے ناپاک ظلم کے ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کو نجات دی اور کیسے نجات دی؟ آپ نے فرمایا مجھ سے کیا پوچھتے ہو اس بچے کی وجہ سے اعتراض کررہے ہو اس بچے سے پوچھ لو، انہوں نے کہا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ۝ (مریم ۲۹) گود کے بچہ سے ہم بات کریں یہ کیسے ہوسکتا ہے اب وہ بات تو اسی بحث میں رہی حضرت مریم علیہا السلام نے کہا جو پوچھنا ہے اسی سے پوچھو مجھ سے کچھ مت پوچھو پھر ہوا کیا قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللّٰهِ ۖ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِي نَبِيًّا ۝ (مریم ۳۰) قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللّٰهِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود ہی بول اُٹھے، ابھی بچے تھے، ابھی گود میں تھے، فرمایا میں تو عبد اللہ ہوں، میں تو اللہ کا بندہ ہوں ءَاتٰنِيَ الْكِتٰبَ میرے رب نے تو مجھے کتاب عطا فرمائی ہے وَجَعَلَنِي نَبِيًّا اور میرے رب نے تو مجھے نبی بنایا وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا اور میرے رب نے تو مجھے بہت ہی برکت والا بنایا ہے أَيْنَ مَا كُنْتُ ارے میں زمین میں رہوں تب بھی برکت والا ہوں آسمانوں پر چلا جاؤں وہاں بھی برکت والا ہوں وَاَوْصٰنِي بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ۝ وَّبَرًّا ۢ بِوَالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا ۝ (مریم ۳۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ ماجدہ کا نام تک نہیں لیا کوئی نام نہیں لیا انہوں نے کیونکہ اعتراض تو ان کی والدہ ماجدہ پر ہو رہا تھا انہوں نے کوئی نام نہیں لیا ماں کا انہوں نے کہا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں میں اللہ کا نبی ہوں مجھے

اللہ نے کتاب عطا فرمائی مجھے اللہ نے مبارک بنایا جہاں بھی میں رہوں برکت والا ہوں۔ کیا مطلب؟ اگر تمہارا اعتراض میری ماں پر ٹھیک ہوتو میں ایسا بچہ کیسے ہوسکتا ہوں بھئی! جب میں ایسا ہوں تو تمہاری بات تو تمھارے منہ پر مارنے کے قابل ہے ارے تم جو کہتے ہو، میری ماں پر الزام لگاتے ہو اگر تمہارا الزام صحیح ہوتو وہ الزام تو میری بنیاد پر ہے اور میں تو اللہ کا بندہ ہوں، میں تو اللہ کا نبی ہوں اللہ نے تو مجھے کتاب دی اللہ نے تو مجھے بابرکت بنایا۔ اللّٰــہ اکبــر! یہ دونوں مثالیں اللہ نے ایمان والوں کے لئے بیان فرمائیں اور یہ بتایا کہ اے کافرو! تمہیں تو اللہ کے محبوبوں کی نسبت کوئی فائدہ نہیں دے گی ابراہیم علیہ السلام اسماعیل علیہ السلام کی اولاد بننے سے کوئی فائدہ تمہیں نہیں ہوگا کچھ بھی نہیں ہوگا نوح علیہ السلام کی بیوی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا ان کے رشتہ کی وجہ سے۔ لوط علیہ السلام کی بیوی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا ان کے رشتہ کی وجہ سے لیکن یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو وہ شرف عطا فرماتا ہے وہ فضل عطا فرماتا ہے وہ عزت عطا فرماتا ہے کہ جو کسی کے تصور میں بھی نہیں آ سکتی فرعون کتنی کوشش کرتا رہا لیکن جب حضرت آسیہ کا وقت آیا وہ تو پہلے دعا کرتی تھیں کہ یا اللہ! اب تو میں یہاں سے تنگ آ چکی ہوں اب تو اپنے پاس ہی میرا گھر بنا لے مجھے وہیں بلا لے تو بولو! ایمان سے کہو جب حضرت آسیہ گئیں تو فرعون کچھ کر سکا ہاتھ مسلتا رہ گیا کچھ بھی نہ ہوا تو پتہ چلا اور معلوم ہوا کہ کافر کچھ بھی کر لیں مؤمنوں کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے حضرت مریم علیھــا السلام کا کیا بگاڑا، جو کچھ منہ سے بکواس کرنی تھی کر لی لیکن پھر نتیجہ کیا ہوا وہ گود کا بچہ جس کے لئے کہتے تھے ہم کیسے اس سے کلام کریں یہ تو گود کا بچہ ہے اللہ فرماتا ہے کہ قَالَ اِنِّیْ عَبْدُاللّٰہ وہ خود ہی بول اٹھے اور دنیا نے سنا کہ یہ گود کا بچہ بول رہا ہے اور یہ اپنی ماں کی عظمت کے آفتاب کو چمکا رہا ہے اور ماں کی عزت وعظمت کے جھنڈے لہرا رہا ہے اس وقت حضرت مریم علــیھــا السلام کی عظمت کا کیا مقام ہوگا۔ وہ کافروں کے لئے مثالیں تھیں اور یہ مؤمنوں کے لئے، وہاں بھی دو مثالیں تھیں اور یہاں بھی دو مثالیں ہیں باقی اگر اللہ نے چاہا تو کل ان شــا اللّٰــہ ختم کردوں گا۔ اللہ سبکو صحت عطا فرمائے سب پر رحم کرے آمین

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

الدرس التاسع عشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ①

صدق الله مولانا العلی العظیم وصدق رسوله النبی الامین ونحن علی ذلک لمن الشاهدین والشاکرین والحمدلله رب العالمین ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مَحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى اِحْسَانِهٖ آج رمضان المبارک کی انتیس تاریخ ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰه ثم اَلْحَمْدُ لِلّٰه ہم سب روزے سے ہیں اے اللہ تو نے اپنی رحمت سے انتیس روزے رکھوا دیئے اور اگر کوئی اور روزہ تیرے علم میں ہے تو یا اللہ وہ بھی خیریت سے رکھوا دے اور رمضان شریف کے تمام معمولات خیر و خوبی کے ساتھ پایۂ تکمیل کو پہنچا دینا اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس سال اللہ تعالیٰ نے پانچ جمعہ عطا فرمائے اَلْحَمْدُ لِلّٰه.

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا (التحریم ۱۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور مریم بیٹی عمران کی جنہوں نے اپنی پارسائی کو محفوظ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جیسے کافروں کے لئے دو مثالیں بیان فرمائی تھیں ایک نوح علیہ السلام کی بیوی کی اور ایک لوط علیہ السلام کی بیوی کی، وہ دونوں بیویاں کافرہ تھیں اور ان کے خاوند اللہ کے رسول، اللہ کے نبی تھے اور یہاں یہ دونوں اللہ کی نیک بندیاں مؤمنہ پارسا تھیں ایک حضرت مریم علیہا السلام ان پر الزام لگانے والے ان کے دشمن کافر تھے اور حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر ظلم ڈھانے والا فرعون تھا وہ ان کا خاوند تھا۔ حضرت مریم علیہا السلام کے والد کا نام عمران ہے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو اپنی قدرت کا نشان بنانا چاہا اور جب ان کے بطنِ پاک سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے اللہ نے پیدا فرمایا تو جو ان کے دشمن تھے انہوں نے ان پر بہتان باندھے تو بہتان باندھنے کی تکلیفیں حضرت مریم نے اٹھائیں۔ اب آپ سے کیا عرض کروں کہ اگر کسی کو

پتھر مار دیا جائے تو اتنی تکلیف نہیں ہوتی جس قدر تکلیف ہوتی ہے کسی پر بدکاری کا الزام لگنے سے تو حضرت مریم علیہا السلام پر جو پتھر مارے انہوں نے اور حضرت مریم علیہا السلام کو جو اذیتیں پہنچائیں وہ ان اذیتوں سے بہت زیادہ تھیں جو حضرت آسیہ کو فرعون نے پہنچائیں لیکن باوجود اس کے نہ فرعون حضرت آسیہ کا کچھ بگاڑ سکا اور نہ حضرت مریم علیہا السلام پر بہتان باندھنے والے حضرت مریم کا کچھ بگاڑ سکے اللہ تعالیٰ نے اُن کو جنت الفردوس میں اعلیٰ ترین مقام عطا فرمایا اور فرعون حضرت آسیہ کو تکلیفیں پہنچا کر ان کا کچھ نہ بگاڑ سکا تو جس طرح ان دونوں کافرہ عورتوں کو حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام سے کوئی فائدہ نہ پہنچ سکا اِن دونوں پاک دامن بیبیوں کو فرعون اور (حضرت مریم پر) بہتان باندھنے والوں سے کوئی نقصان نہ پہنچ سکا یوں کہیئے ان دونوں پاک دامن بیبیوں کی وہ تکلیفیں عارضی تھیں انہوں نے برداشت کیں اور پھر جنت کو سدھار گئیں فرعون کچھ نہ بگاڑ سکا اور حضرت مریم علیہا السلام پر بہتان باندھنے والے اِن کا کچھ بگاڑ نہ سکے اور اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو بہت بڑی عظمتیں عطا فرمائیں

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا (سورۃ التحریم آیت ۱۲)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا حضرت مریم علیہا السلام جو بیٹی ہیں عمران کی انہوں نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی حضرت مریم نے اپنی پارسائی کو محفوظ رکھا اور ہم نے اُن کے چاکِ گریبان میں اپنی روح کو پھونک دیا۔ وہ اللہ کی روح کون ہیں؟ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے مریم کے چاکِ گریبان میں اپنی روح کو پھونک دیا یعنی حضرت مسیح علیہ السلام جو روح اللہ ہیں حضرت مریم علیہا السلام کے چاکِ گریبان سے ان کے بطنِ اقدس کے اندر حضرت مسیح علیہ السلام کو پہنچا دیا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَمَلْجَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

اور پھر فرمایا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا (سورۃ التحریم آیت ۱۲) اور مریم نے اپنے رب کے کلمات کی تصدیق فرمائی۔ وہ رب کے کلمات جن کی حضرت مریم علیہا السلام نے تصدیق فرمائی در حقیقت وہ وہ کلمات ہیں جو حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی زبان سے ادا کئے اور خود حضرت مسیح علیہ السلام بھی کلمۃ اللہ ہیں ان کی بھی حضرت مریم نے تصدیق فرمائی اور ان کی زبان سے ادا کئے ہوئے کلمات ان

کی بھی حضرت مریم نے تصدیق فرمائی **وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ**

(سورۃ التحریم آیت ۱۲) مریم نے اپنے رب کے کلمات کی تصدیق فرمائی اور اپنے رب کی کتابوں کی تصدیق فرمائی۔ وہ رب کی کتابیں کیا ہیں انجیل ہے، تورات ہے، زبور ہے، صحفِ موسیٰ ہیں، صحفِ ابراھیم ہیں رب کی کتابوں کی حضرت مریم نے تصدیق فرمائی۔ **وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ** (سورۃ التحریم آیت ۱۲) اور وہ تو بہت ہی عبادت گزاروں اور بہت ہی تابع فرمان، فرمانبرداروں میں سے تھیں۔

نوح اور لوط علیھم السلام کی بیویوں کا جہنمی ہونے اور حضور ﷺ کی ازواج کا بے مثال ہونے کا قرآن میں بیان موجود ہے: اب یہاں پر مجھے دو تین باتیں عرض کرنی ہیں آپ غور فرمائیں

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَمَلْجَنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ **اَلطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ** ج (پارہ ۱۸ سورۃ النور آیت ۲۶) پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے ہیں (اس سے پہلے ہے) **اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ** ج ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لئے ہیں ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لئے ہیں تو ایسی صورت میں یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ فرعون جیسے خبیث کے لئے آسیہ جیسی طیبہ طاہرہ اور نوح اور لوط علیھم السلام جیسے پاک مقدس نبیوں کے لئے ان کی خیانت کرنے والی کافر بیویاں یہ بات سمجھ میں نہیں آتی جبکہ اللہ نے فرمایا **اَلطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ** اور جبکہ اللہ نے فرمایا **اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ** تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کافرہ عورتیں کافر مردوں کے پاس ہونی چاہیں اور مؤمن مردوں کے گھر مؤمن عورتیں ہونی چاہیں تو حضرت نوح علیہ السلام مؤمن ہیں ان کی بیوی کافرہ ہے حضرت لوط علیہ السلام مؤمن ہیں یہ دونوں اللہ کے نبی ہیں ان کی بیوی کافرہ ہے، فرعون کافر ہے اس کی بیوی مؤمنہ، یہ کیا بات ہوئی؟ بعض لوگوں نے تو اپنا خبثِ باطن ظاہر کرنے کے لئے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر نوح علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کے گھر میں ان کی منکوحہ بیویاں کافرہ ہوسکتیں ہیں تو عائشہ اور حفصہ بھی معاذاللہ ایسی ہوسکتی ہیں۔ ان لوگوں نے تو اپنا خبثِ باطن اس طرح ظاہر کردیا اور یہی کہہ کر کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضور ﷺ **سید الطاھرین سید الطیبین**

ہیں اور حضور ﷺ کے لئے ناپاک عورتیں ہوں یہ ہم کہہ رہے ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ ہوسکتا ہے کہ دیکھو! نوح علیہ السلام کے لئے کافر عورت اور لوط علیہ السلام کے لئے کافر عورت اور جیسے ان دونوں نبیوں کی بیویاں کافر ہوسکتی ہیں تو حضرت محمد ﷺ کی بیویاں عائشہ اور حفصہ بھی ایسی ہوسکتی ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ تو اس کا جواب تو میں پہلے دے چکا ہوں وہ کیا؟ کہ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہم السلام کی بیویوں کے لئے تو اللہ نے جہنمی ہونا قرآن میں بیان کر دیا اور فرما دیا وَّقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِينَ ﴿۱۰﴾ (التحریم آیت ۱۰) دونوں سے کہہ دیا گیا کہ جہنمیوں کے ساتھ جہنم میں داخل ہوجاؤ قرآن میں ان کا جہنمی ہونا نصِ قطعی میں آ گیا کہ نہیں آ گیا؟ اور حضور ﷺ کی جو بیویاں ہیں ان کے لئے کیا آیا اَلْمُؤْمِنٰتِ آیا، الطیبات (پارہ ۱۸، النور آیت ۲۳) آیا حضور ﷺ کی پاک بیویوں کے لئے کیا آیا يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (پارہ ۲۲، الاحزاب آیت ۳۲) تو نبی کی پاک بیویوں کے لئے تو یہ آیتیں اتری ہیں اور نوح علیہ السلام اور لوط علیہ السلام دونوں کی بیویوں کے حق میں وہ آیت اتری وَّقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِينَ ﴿۱۰﴾ ان سے کہہ دیا گیا تم دونوں کافرہ ہو، جاؤ، جہنمیوں کے ساتھ جہنم میں داخل ہوجاؤ تو ان کے لئے جہنمی ہونے کی آیت قرآن میں موجود ہے اور حضور ﷺ کی پاک بیویوں کے لئے آیا وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ (الاحزاب ٦) کیا شان ان کی بتائی، کیا عظمت عطا فرمائی اور اگر وہ یہی کہیں گے کہ بھئی! دنیا میں بھی یہی حکم ہے کہ پاک کے لئے پاک عورت ہوگی جیسے حضور ﷺ پاک ہیں تو حضور ﷺ کی پاک بیویاں ہوں گی اور جو ناپاک ہیں وہ حضور ﷺ کی بیویاں ہی نہیں ہیں (یہ پہلے بیان کیا جاچکا کہ حضور ﷺ کی بیویاں تمام پاک ہیں مگر اس قانون کے تحت نہیں) اور میں کہتا ہوں کہ پھر اگر یہی بات ہے تو ناپاک کے لئے ناپاک بیوی ہونی چاہیے ٹھیک ہے؟ تو پھر فرعون کے لئے حضرت آسیہ کیسے ہوگئیں یہ بتاؤ تو پتہ چلا کہ یہ قانون دنیا کے لئے نہیں یہ قانون آخرت کے لئے ہے۔

جبکہ حضور کی ساری بیویاں مومنات ہیں، اُمہات المؤمنین ہیں، حضور کی ساری بیویوں کی شان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ ''سارے جہاں کی عورتوں سے وہ

بے مثل ہیں''، تو قیامت کے دِن وہ سب حضور کو ملیں گی اور نوح علیہ السلام کو اور لوط علیہ السلام کو ان کی کافر بیویاں قیامت کے دِن جنت میں نہیں ملیں گی کیونکہ وہ جنت میں تو جائیں گی ہی نہیں۔ ان کو تو کہہ دیا جائے گا۔ وَقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِينَ ''جاؤ جہنم میں''، تو پتہ چلا کہ آخرت میں نیک عورتیں نیک مردوں کے ساتھ ہوں گی۔ چونکہ نوح علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کی دونوں بیویاں نیک نہیں تھیں لہٰذا وہ نوح علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کے ساتھ نہیں ہوں گی۔ آپ سمجھ گئے اور اسی طرح فرعون کی بیوی حضرت آسیہ چونکہ نیک ہیں اور فرعون کافر ہے لہٰذا قیامت کے دِن حضرت آسیہ فرعون کے ساتھ نہیں ہوں گی۔ کس کے ساتھ ہوں گی؟ فرعون کے ساتھ تو نہیں ہوں گی؟ تو پھر کس کے ساتھ ہوں گی؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جنت میں آسیہ اور مریم کا میرے ساتھ نکاح ہوگا۔ یہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت آسیہ جو فرعون کی بیوی ہیں اور فرعون کے ظلم سے اللہ نے ان کو نجات دی انہوں نے تو پہلے ہی دُعا کی تھی کہ اے میرے اللہ! تو اپنے پاس جنت میں میرا گھر بنا دے۔ مجھ کو جنت میں بلا لے۔ ان کا گھر کیا بنایا اللہ تعالیٰ نے، سبحان اللہ جیسا گھر بنایا ویسے گھر والے عطا فرمائے۔ حضرت مریم کی شان بھی یہی ہے کہ قیامت کے دِن حضور کا نکاح حضرت مریم کے ساتھ ہوگا اور قیامت کے دِن حضرت آسیہ کا نکاح حضور کے ساتھ ہوگا۔

تو اب وہ جو بھی شبہات تھے میں نے دور کر دیئے۔ اس بحث میں جو شکوک وشبہات تھے وہ میں نے اختصار کے ساتھ دور کر دیئے۔

اب اس کے بعد یہ بتانا چاہتا ہوں کہ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِنْ رُّوحِنَا اب یہاں لفظ فَرْج اور نَفَخْنَا فِيهِ کی جو ضمیر ہے اس کے متعلق لوگوں نے کلام کیا ہے اور اب میں کیا کہوں آپ سے کہنے کو دِل نہیں چاہتا اور زبان بھی نہیں چاہتی۔ یہ دیوبندیوں کے جو محمود حسن شیخ الہند ہیں انہوں نے ایسا غلیظ ترجمہ کیا ہے کہ سات سمندروں میں ملاؤ تو سب گندے ہو جائیں۔ اس مقام پر اور میری زبان نہیں کھلتی کہ میں وہ ترجمہ آپ کے سامنے کہوں۔ ایسا غلیظ ترجمہ کیا ہے غلیظ سے بھی اغلظ، غلیظ سے غلیظ ترین ترجمہ کیا ہے اور میری بات سنو میں نے اسی وجہ سے وہ منگوا کر رکھا ہوا ہے، دکھانے کیلئے۔

اگر کسی کا دِل چاہے تو میرے پاس آ کر دیکھ لے میں زبان سے ادانہیں کرسکتا اس غلیظ ترجمے کو میں زبان پر لانہیں سکتا۔ الحمد للہ! میں نے بھی وہاں حاشیہ لکھا ہے اور اَلَّتِیْ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا کے معنی بھی لکھے ہیں اور فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا کے معنی بھی وہاں میں نے لکھے ہیں۔ فِيْهِ کی ضمیر لفظ فرج کی طرف راجع ہے۔ حضرت مریم کی طرف راجع نہیں۔ حضرت مریم تو عورت ہیں۔ وہاں تو فِيْهَا ہونا چاہیے تھا فِيْهِ اس کا مرجع لفظ فَرْجَ ہے۔ اس کے معنی ہیں کشادگی۔ اس نے جو ترجمہ کیا ہے وہ ایسا غلیظ لفظ ہے کہ میں بول نہیں سکتا۔ تصور سے دِماغ گندہ ہوتا ہے اور ہم نے اس کا ترجمہ کیا ہے اَلَّتِیْ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا وہ مریم جس نے اپنے چاک گریبان کی حفاظت کی کیا مطلب؟ اتنی پاک دامن تھیں کہ کسی کا ہاتھ ان کے گریبان تک بھی نہیں گیا۔ اتنی پارسا تھیں کہ کسی کا ہاتھ ان کے گریبان تک بھی نہیں گیا۔ فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا لفظ فَرَجَ کے معنی چاک ہیں۔ چاک۔ آپ سمجھے ہم نے اسی چاکِ گریبان میں اپنی روح پھونک دی۔ اگر اس کے غلیظ ترجمے کو میں سامنے رکھوں تو کیا معنی ہوں گے۔ پھر آپ بتائیں فِيْهِ کی ضمیر مجرور لفظِ فرج کی طرف راجع ہوگی تو پھر معنی کیا ہوں گے تو وہ معنی تو تصور میں آسکتے ہیں؟ اور اس نے وہ ترجمۃ القرآن میں لکھ دیا ہے۔ اگر کوئی دیکھنا چاہے تو میں اس کو وہ ترجمہ دکھادوں گا۔ اللہ ایسے غلیظ لوگوں سے ہم کو بچائے۔ آمین!

آیت کے ساتھ مفہوم یہ ہے کہ اور خدا کی قسم حدیثوں میں آیا ہے کہ حضرت جبرائیل آئے اور حضرت مریم کے گریبان میں انہوں نے پھونک ماری اور حضرت مریم کے پیٹ میں حضرت عیسیٰ آ گئے۔ یہ حدیث میں بھی آیا ہے تو یہ ترجمہ عین حدیث کے مطابق ہے تو یہ دیکھ لو کہ حضرت جبرائیل نے پھونک کہاں ماری جہاں پھونک ماری لفظ فرج کے وہی معنی ہیں وہی مراد ہے اور انہوں نے جس چیز کی حفاظت کی وہ کیا ہے؟ جی اللہ اللہ میرے عزیزو! آپ غور فرمائیں اتنا مبالغہ ہے ان کی پاکی میں کہ ان کے بدن تک کسی کا پہنچنا تو درکنار چاک گریبان تک بھی کسی کا ہاتھ نہیں پہنچا۔ اتنی پاک دامن ہیں۔

ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ کرے اسی میں ہم زندہ رہیں اور اسی میں ہمارا خاتمہ ہوجائے۔ یہی ہے ہمارے لئے نجات کا سرمایہ۔ اس کے سوا کوئی نہیں ہے نجات کا سرمایہ۔

سبحان اللہ! سورۃ تحریم ختم ہوگئی۔ اس کے معانی بھی میں نے بیان کردئے۔ اس کے اندر کوئی جھگڑا بھی پیدا نہیں ہوا۔ اس کے اندر جو شبہات تھے ان کو بھی میں نے دور کردیا اور اَلَّتِیْ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا کے معنی بھی میں نے بیان کردیئے اور حدیث کا حوالہ بھی دے دیا۔ اب یہ لفظ فرج کا جو ترجمہ ہے جو مفہوم ہے اس کا متعین کرنا اس کے ان معنی سے ہوگا جو حدیث میں آئے ہیں تو میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حدیث کے یہی معنی ہیں کہ حضرت جبرائیل نے حضرت مریم کے چاک گریبان میں پھونک ماری تو جہاں انہوں نے پھونک ماری اسی کی انہوں نے حفاظت کی۔ آپ غور فرمائیں جن کی پاک دامنی کا یہ عالم ہے کہ ان کے گریبان تک بھی کسی کا ہاتھ نہیں پہنچا ان کے بدن تک کسی کا ہاتھ کیسے پہنچتا۔ الحمدللہ! الحمدللہ! اللہ تعالیٰ نے ہم کو ان لوگوں کی بدعقیدگی کی غلاظت سے، نجاست سے بچایا۔ اگر ہمارا سلسلہ بھی ادھر چلا جاتا تو ہم بھی غرق ہوجاتے۔ اب وہ غرق ہوئے پڑے ہیں اب تک۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ہم کو ادھر جانے سے ہی بچایا ادھر ہمارا تو کوئی بھی نہیں گیا۔

اچھا اب تو اللہ کا شکر ہے یہ ترجمہ پورا ہوگیا۔

آج 29 رمضان المبارک ہے۔ اگر چاند ہوگیا تو ٹھیک ہے اور اگر اطلاع میں تاخیر ہوگئی تو ہم 9:15 بجے ان شاء اللہ تراویح پڑھیں گے اور بعد کو اگر اطلاع ملی تو وہ ہماری تراویح نفل ہوجائے گی اور یہ معتکفین حضرات سے بھی عرض کروں گا کہ جب تک چاند کی اطلاع یقیناً آپ کو نہ ملے آپ نہ اٹھیں اور اگر خود اٹھ گئے تو یہ اعتکاف ٹوٹ جائے گا اور بہت زیادہ آگے چل کر قضا میں تکلیف ہوگی۔

یہ دُعاؤں کا موقع ہے۔ آپ دُعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ پاکستان کو استحکام عطا فرمائے۔ کشمیر کے مظلوم مسلمانوں پر اللہ رحم فرمائے۔ بھارت کے مظلوم مسلمانوں پر اللہ رحم فرمائے۔ تمام عالم اسلام کے مظلوم مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ رحمت فرمائے اور آپ دُعا فرمائیں کہ حرمین طیبین کی حاضری نصیب ہو اور جو لوگ جانا چاہتے ہیں خیریت سے جائیں۔ طوافِ کعبہ کریں اور وہ حضور کی زیارت سے مشرف ہوں۔ اللہ ان کے صدقے میں ہم کو بھی یہ حاضری بار بار عطا فرمائے اور یہ بھی دُعا فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ کشمیر میں بھی مسلمانوں کو ظلم سے بچائے اور مشرقی پنجاب میں بھی مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہے اور

پورے بھارت میں مسلمانوں پر سخت مظالم ہیں اور اب یہ عید کا موقع آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس موقع پر بھی مسلمانوں کو ظالموں، ہندوؤں، سکھوں کے مظالم اور شر سے بچائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنا کرم فرمائے اور جو سکھوں کا معاملہ ہے ہمیں اس سے کوئی بحث نہیں ہے۔ اتنی بات ضرور ہے کہ انہوں نے مسلمانوں پر مظالم کی کوئی کسر چھوڑی نہیں تھی۔ جتنے مظالم انہوں نے کئے تھے آپ کو معلوم ہے۔ مجھے تفصیل کی حاجت نہیں ہے۔ بس اللہ سے دعا کرو کہ اللہ ظلم سے ہمیں بچائے اور ہم سے بھی اللہ تعالیٰ ظلم نہ کرائے۔ ظالموں کے ظلم سے بھی اللہ ہمیں محفوظ رکھے۔ یا اللہ! مسجد اقصیٰ بیت المقدس کو یہودیوں کے ناپاک قدموں سے پاک کر دے۔ یا اللہ! برصغیر کے مسلمانوں کو کامیابی عطا فرما۔ آپ دُعا کریں کہ مسلمانوں میں اختلافات کا ایک زبردست طوفان ہمارے سامنے ہے، الٰہی! مسلمانوں کو ان اختلافات سے بچالے اور مسلمانوں کے آپس میں اتفاق واتحاد پیدا فرمائے۔ یا اللہ! تو اپنی رحمت فرما۔ اپنا کرم فرما۔ پاکستان کو استحکام عطا فرما۔ اسلام کو فروغ عطا فرما۔ الٰہی! تیری رحمت کے طلب گار ہیں۔ یا اللہ! مسلمانوں کو دین میں، دنیا میں اور قبر میں، برزخ میں، آخرت میں عافیت عطا فرما۔ جن دوستوں نے دُعاؤں کیلئے کہا ہے الٰہی! تو سب کا حال خوب جانتا ہے، سب کیلئے میں دُعا کرتا ہوں سب کی دُعائیں قبول فرما۔ سب کی حاجتیں پوری فرما۔ سب پر اپنا کرم فرما۔ اللہ نے اگر چاہا تو کل ایک اور روزہ ہو جائے گا اور اگر اللہ کی مرضی یہی ہے کہ آج چاند ہو جائے جو اللہ کی رضا ہے ہم اس پر راضی ہیں۔ یہ یاد رکھنا کہ اگر آج چاند ہو جائے تو آپ کو ثواب پورے تیس روزوں کا ملے گا۔

میں اللہ سے دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ سب حضرات کی خیر فرمائے۔ آپ کے اہل وعیال کی خیر فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمتیں فرمائے جو روزے رکھیں ہیں انہیں قبول فرمائے اور اگر کوئی روزہ باقی ہے تو اللہ وہ بھی پورا کرادے۔

الحمدللہ!

میں آپ حضرات کو مبارکباد دیتا ہوں رمضان شریف کی، روزوں کی، تراویح کی، قرآن پڑھنے اور قرآن سننے کی اور ختمات قرآن پاک کی۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو خوش رکھے۔ میں بیمار رہتا ہوں۔

میں دُعا کے الفاظ عرض کر رہا ہوں۔

اور فطرانے کے متعلق یادرکھیں۔لوگوں نے بہت غلط طریقے سے مسئلہ بتایا ہے۔آپ یادرکھیں ساڑھے چار روپے فی کس فطرانہ کی رقم ادا کریں۔فطرانہ پہلے ادا کریں تو افضل، بعد میں دیں تو بھی جائز اور بہتر ہے کہ رمضان شریف میں دے دیں کیونکہ رمضان شریف کا زیادہ ثواب ہے۔اس کے بعد یہ عرض کروں آپ سے کہ آج جمعے کا دِن ہے۔تقریر ہوتی رہتی ہے۔مسائل بیان ہوتے رہتے ہیں جو مسئلہ ضروری تھے وہ میں نے عرض کر دیے۔

دعا کرنی ہے کہ اللہ تعالیٰ رمضان شریف کی آمد بھی ہمارے لئے بخیر فرمائے اور رمضان شریف کا گزرنا بھی ہمارے لئے بخیر فرمائے۔یا اللہ! یہ رمضان ہمارے لئے شاہد خیر بن کر جائے۔ہمارے لئے خیر کا گہوارہ بن جائے۔یہ آپ یادرکھیں رمضان شریف گواہی دے گا۔یہ دُعا کرو کہ اللہ کرے ہمارے حق میں خیر کی گواہی دے اور خیر کی گواہی تبھی ہوگی جب ہم نے کوئی خیر کا کام کیا ہوگا۔اللہ خیر کے کام کی توفیق دے۔گناہ سے بچائے۔اللہ تعالیٰ ہمارے گناہ معاف فرمائے۔رمضان شریف میں بہت دُعائیں سب مسلمانوں نے کی ہیں اور الحمدللہ اس فقیر نے بھی کی ہیں۔اللہ قبول فرمائے۔

مطبوعات کاظمی پبلی کیشنز و بزم سعید ملتان

ترجمۃ القرآن البیان	غزالی زماں امام اہلسنت حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی نور اللہ مرقدہ		
تفسیر التبیان پارہ اول	〃	〃	〃
تفسیر التبیان العظیم	〃	〃	〃
مقالات کاظمی جلد اول	〃	〃	〃
مقالات کاظمی جلد دوم	〃	〃	〃
مقالات کاظمی جلد سوم	〃	〃	〃
خطبات کاظمی حصہ اول	〃	〃	〃
خطبات کاظمی حصہ دوم	〃	〃	〃
خطبات کاظمی حصہ سوم	〃	〃	〃
خطبات کاظمی حصہ چہارم	〃	〃	〃
درود تاج پر اعتراضات کے جوابات	〃	〃	〃
میلاد النبی ﷺ	〃	〃	〃
معراج النبی ﷺ	〃	〃	〃
الحق المبین	〃	〃	〃
حیات النبی ﷺ	〃	〃	〃
تسکین الخواطر	〃	〃	〃
گستاخ رسول کی سزا قتل	〃	〃	〃
دیوان نور و نکہت	قطب دوراں حضرت علامہ سید محمد خلیل کاظمی محدث اعظم امروہہ		
رسائل کاظمی	حضرت علامہ صاحبزادہ سید ارشد سعید کاظمی دامت برکاتہم العالیہ		
مجموعہ صد احادیث	〃	〃	〃
قدم الشیخ عبد القادر علی رقاب اولیاء الاکابر	استاذ العلماء حضرت علامہ حافظ ممتاز احمد صاحب چشتی		